مسئلہ ختم نبوت
اور
سلفِ صالحینؒ

مصنف
مولانا محمد نافع مدظلہ

ترتیب جدید
مولانا مشتاق احمد قاسمی

باسمہ تعالیٰ

ودعویٰ النبوۃ بعد نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کفر بالاجماع ۵

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دعویٰ باتفاق امت کفر ہے

(شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ؒ ص ۲۰۲)

مسئلہ ختم نبوّت اور سلف صالحین ؒ

مع اضافہ، ترمیم وضمیمہ جات

تالیف

حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ

ترتیب جدید

مولانا مشتاق احمد قاسمی

دار الکتاب

کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

اردو بازار، لاہور 042-7235094

بسم الله الرحمن الرحيم

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما کان محمد ﷺ

ابا احد من رجالکم

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ﷺ

محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے، لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر

Muhammad is not the father of any one of your men, but the Messenger of ALLAH (God) and the Seal upon all the Prophets.

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں "خاتم النبیین" ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

فہرست

پیش لفظ

قادیانیت انگریزی حکومت کا پروردہ فتنہ ہے جسے ایک گہری سازش کے تحت مسلمانوں میں پیدا کیا گیا اور پروان چڑھایا گیا۔ اس گروہ نے دام ہم رنگ زمین بچھا کر مسلمانوں میں نقب لگائی۔ مسلمانوں جیسے نام و اصطلاحات اختیار کیں۔ قرآن و حدیث میں تحریف و تاویل اور تغیر و تبدل کے وہ طریقے اختیار کیے جو کہ بے مثال ہیں۔

علمائے امت نے اس فتنہ کے آغاز ہی سے ہر اعتبار سے مقابلہ کیا۔ مناظرہ و مباہلہ، بحث و تمحیص، تحریر و تقریر، دعوت و تبلیغ کے ذریعہ انفرادی و اجتماعی طور پر قادیانیوں کو سمجھایا، مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ قادیانیوں کو عدالتوں کے کٹہروں میں لائے۔ قومی اسمبلی کے فورم سے انہیں کافر قرار دلوایا۔ قادیانی کسی جگہ ان کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے۔ فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

اس دجالی گروہ نے جب قرآن و حدیث کو تحریفات سے آلودہ کرنے کی کوششیں کیں تو بزرگان امت ان سے کب بچ سکتے تھے سو انہوں نے چودہ صدیوں کے تمام مسلم اکابر، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین، متکلمین اور صوفیاء کرام کے اقوال و عبارات کو خود ساختہ معانی پہنائے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سعی نامشکور کی۔

بزرگان دین کا علمی اعتبار سے دفاع اور قادیانی مکر و فریب کو واضح کرنے والے بزرگوں میں جہاں دیگر بہت سے علماء و مشائخ کے نام ہیں وہاں ایک نام نامی استاذ مکرم حضرت مولانا محمد نافع دام مجدہٗ کا بھی ہے۔

قادیانیوں نے ۱۹۵۲ء میں روزنامہ ''الفضل'' لاہور کا خاتم النبیین نمبر شائع کیا تھا جس میں حسب عادت انہوں نے صحابہ کرامؓ و بزرگان دین پر الزام لگایا کہ وہ عقیدہ اجرائے نبوت میں العیاذ باللہ ان کے ہم نوا ہیں۔ ان الزام تراشیوں کے حوالہ سے تین حضرات نے قلم اٹھایا اور خالص تحقیقی انداز میں قادیانی دجل و فریب کا تعاقب کیا۔

۱۔ فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی لندن

۲۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر قدس سرہ

۳۔ مولانا محمد نافع زید مجدہٗ

علامہ صاحب کی کتاب مفصل ہے۔ دوسرے دونوں حضرات کی تحریریں مختصر ہیں ۱۹۸۰ء کے بعد استاذ مکرم مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک رسالہ بھی اس موضوع پر شائع ہوا۔ استاذ مکرم مولانا محمد نافع مدظلہ سے احقر کا دیرینہ رابطہ ہے اور آپ بھی احقر سے شفقت و اعتماد کا معاملہ فرماتے ہیں۔ اس دیرینہ تعلق کے پیش نظر انہوں نے احقر کو حکم دیا کہ ان کا رسالہ ''مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین'' جو کہ ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا تھا اور اب نایاب ہے، اسے دوبارہ شائع کرانا ہے ان لیے احقر اس میں مزید تحقیقات کو سمو دے اور علامہ خالد محمود (جن سے استاذ مکرم مدظلہ کے بہت پرانے روابط ہیں) کی کتاب سے خصوصی طور پر استفادہ کرے۔

احقر کو اگرچہ اپنی علمی کم مائیگی کا احساس ہے لیکن الامر فوق الادب کے تحت تعمیل حکم میں کوئی دیر نہیں کی اور اپنی تمام علمی مصروفیات معطل کر کے اس کام کو مکمل کیا ہے۔ ''مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین'' کی ترتیب نو میں درج ذیل امور کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

۱۔ استاذ مکرم مدظلہ کی تحریر اور اپنی تحریر میں فرق رکھنے کے لیے ہر موضوع کے تحت استدراک کا عنوان قائم کر کے اپنی تحریر کا آغاز کیا ہے۔

۲۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے علوم و معارف سے خصوصی استفادہ کیا ہے۔

۳۔ آپ کے حکم کے مطابق دو تین مقامات پر علامہ صاحب مدظلہ کی کتاب سے خصوصی استفادہ کیا ہے۔

۴۔ احقر نے قادیانیوں کے پیش کردہ حوالہ جات کی تحقیق کے لیے اکثر مقامات پر اصل کتابوں کی طرف رجوع کیا ہے۔ نقل در نقل پر اعتماد نہیں کیا۔

۵۔ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے اگرچہ مستقلاً اس موضوع پر کچھ نہیں لکھا لیکن ان کی کتاب تحفۂ قادیانیت میں مختصر و جامع تجزیہ کئی مقامات پر موجود ہے۔ اس سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

۶۔ احتساب قادیانیت کے نام سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے چودہ جلدوں میں اکابر علماء کرام کے جو نایاب رشحات قلم شائع کیے ہیں ان کو مکمل طور پر ایک نظر دیکھ کر بعض جلدوں کے بعض مقامات سے استفادہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور قادیانیوں کے لیے ذریعہ ہدایت بنائیں۔ آمین۔

مشتاق احمد
۳ اپریل ۲۰۰۶ء
ربیع الاول ۱۴۲۷ھ

حرف آغاز

از حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم

قیام پاکستان کے بعد جولائی ۱۹۵۲ء میں قادیانیوں نے اپنے روزنامہ اخبار ''الفضل'' لاہور کا ''خاتم النبین نمبر'' شائع کیا تھا۔ اس میں انہوں نے اسلام کے اکابرین حضرات پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ حضرات بھی اجرائے نبوت کے قائل ہیں جس طرح کہ ہمارا عقیدہ ہے۔

ان الزامات کے جواب کے لیے بندہ نے ایک مختصر سا رسالہ ''مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحینؒ'' مرتب کیا تھا۔ اور اس میں قادیانیوں کے ان الزامات کے بالاختصار جوابات پیش کیے تھے۔

بعدہ بندہ تعلیم و تدریس اور دیگر تالیفات میں مصروف رہا۔ اور اس مسئلہ پر مزید کچھ تحریر نہیں کر سکا۔

لیکن اس بات کی ضرورت تھی کہ اس رسالہ کو از سر نو باصلاح و ترمیم اور جدید اضافہ جات کے ساتھ مرتب کیا جائے۔ تاکہ یہ مضمون تکمیل کو پہنچ سکے۔

چونکہ بندہ اس وقت علالت اور ضعف طبع کے باعث اس کام کی تکمیل نہیں کر سکتا تھا اس لیے اپنے عزیز مولانا مشتاق احمد صاحب (مدرس جامعہ عربیہ چنیوٹ) کو اس کام کے مکمل کرنے کے لیے آمادہ کیا۔

عزیز موصوف ان مسائل میں ماشاء اللہ عمدہ صلاحیت کے مالک ہیں۔

چنانچہ انہوں نے اس کتابچہ کو اپنی صوابدید کے موافق بہترین طریق سے اصلاح و ترمیم مع ضمیمہ جات کے کثیر اضافہ کے ساتھ جدید ترتیب سے مرتب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں۔

امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مختصر رسالہ ناظرین کے لیے بہت سود مند ہو گا۔

بندہ ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ
محمدی شریف۔ ضلع جھنگ
ربیع الاول ۱۴۲۷ھ/ اپریل ۲۰۰۶ء

مسئلہ ختم نبوّت اور سلف صالحینؒ

تمہید:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصلوۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین و علیٰ آلہٖ وآصحابہٖ واتباعہٖ باحسان الی یوم الدین ٥

امت مرزائیہ نے پیش آمدہ واقعات اور پیدا شدہ مشکلات کے تحت (جون جولائی اگست ۱۹۵۲ء) سے خاص طور پر شور برپا کر رکھا ہے۔ کہ ہم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کو خاتم النبیین ہی تسلیم کرتے ہیں۔ نبوت اور رسالت آپ پر ختم ہے۔ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اپنی برأت ثابت کرنے کے لیے ان دنوں گروپوں نے بڑے بڑے مضامین، رسالے اور مقالے شائع کیے ہیں۔ (الفضل لاہور ۲۱ جون ۱۹۵۲ء، ۱۳ جولائی ۵۲ء، ۲ اگست ۱۹۵۲ء کے پرچے اس نوعیت کے مضامین کے لیے ملاحظہ ہوں) اور الفضل لاہور کا ایک مستقل خاتم النبیین نمبر ۲۷ جولائی ۵۲ء کو طبع کیا گیا ہے۔ اس خاص نمبر کے موٹے موٹے عنوانات عموماً دو قسم کے ہیں۔ ایک طرف تو اپنی سچائی اور برأت معصومانہ انداز میں ذکر کی گئی ہے۔ کہ ہم سچے دل سے مسلمان ہیں۔ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری جان فدا ہے۔ ''محمد ہست برہان محمد'' ہمارا رسول فی الحقیقت تمام نبیوں اور رسولوں کا خاتم ہے۔ مجھ پر اور میری جماعت پر یہ افتراء عظیم ہے۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان سرخیوں کے ماتحت مرزا صاحب قادیانی کی عبارتوں کے ۲۷ حوالوں میں ان کی کتابوں سے پیش کیا گیا ہے۔

دوسری طرف ان عنوانات کے ماتحت کہ جماعت احمدیہ کا عقیدہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق وہی ہے۔ جو قرآن مجید اور احادیث اور علماء سلف صالحین کے اقوال سے ثابت ہے۔ اکابر امت و سلف صالحین کی عبارات میں لفظی و معنوی قطع برید کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی شاطرانہ سعی کی گئی ہے۔ اور ظاہر یہ کرنا مقصود ہے کہ یہ

بزرگان دین (حضرت عائشہ صدیقہؓ سیدنا علی المرتضیٰؓ، محی الدین ابن عربی شیخ اکبرؒ، مولانا جلال الدین رومیؒ علامہ طاہر صاحبؒ مجمع البحار۔ امام راغب اصفہانیؒ، شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ، ملا علی قاریؒ، امام ربانی مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی، مولانا عبدالحی لکھنوی قدس اللہ اسرارہم ونور اللہ مقابرہم بھی معاذ اللہ اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسری ذات کے لیے نبوت ملنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا عنوان کے ساتھ ایڈیٹر الفضل نے لکھا ہے۔ کہ اس مضمون میں بزرگان دین کے ایسے حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ امت کے مقتدر علماء کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں غیر تشریعی امتی نبوت جاری ہے۔ (الفضل خاتم النبیین نمبر ۱۷ جولائی ۵۲ء ص ۱۷) حالانکہ ان بزرگان دین کا وہی عقیدہ ہے۔ جو تمام جمہور اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے۔ کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کسی شخص کو شرف نبوت ورسالت حاصل نہیں ہوسکتا۔ نبوت ظلی ہو یا بروزی، حقیقی ہو یا غیر حقیقی، تشریعی ہو غیر تشریعی، مستقل ہو یا بالتبع ہر طرح سے ختم ہو چکی ہے۔ ہاں فیضان نبوت سے ہوسکتا ہے۔ اجزائے نبوت باقی ہیں۔ کمالات وانوار اور بشارتیں نبوت سے حاصل ہیں۔ (جیسا کہ آگے چل کر ان چیزوں کی تفصیل آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ) مذکورہ سلفؒ کی عبارتوں میں تحریف وتاویل کر کے قادیانی مربیوں نے سلف صالحین پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے اور بڑی چالاکی کے ساتھ یہ افتراء عظیم تیار کیا گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ خیر القرون سے لے کر تیرہویں صدی تک ہر زمانہ کے کسی نہ کسی بڑے بزرگ وعالم دین کو اس الزام میں شریک کیا گیا ہے۔

ان چند صفحات میں (بتوفیق اللہ تعالیٰ) اسی بہتان کی تردید اور افتراء علی السلفؒ کا جواب دینا مقصود ہے۔ تاکہ عام مسلمانوں کو بزرگان دین کے اس اجمالی مسئلہ میں کسی قسم کا شک وشبہ واقع نہ ہو اور سلف کے ساتھ سوءِ ظنی پیدا ہونے کا احتمال نہ رہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ پر غلط الزام اور اس کا جواب

مرزائی امت حضرت صدیقہؓ کا قول (قولوانہٗ خاتم الانبیاء ولاتقولوا لانبی بعدہٗ) پیش کر کے آپ کا اجرائے نبوت کے عقیدہ کے ساتھ متفق ہونا ثابت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا اپنے زعم میں یہ بڑا مایہ ناز استدلال ہے۔ اس پر بہت کچھ حاشیہ آرائی کی جاتی ہے۔

واضح ہو کہ کتاب مختلف الحدیث لابن قتیبہ الدینوری صفحہ ۲۳۶ میں حضرت صدیقہؓ کے قول ہذا کی توجیہہ بالفاظ ذیل منقول ہے۔ و اما قول عائشۃ قولوا الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء و لاتقولو الانبی بعدہ فانھا تذھب الیٰ نزول عیسیٰ علیہ السلام و لیس ھذا من قولھا ناقضاً لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانبی بعدہ لا نہ اراد لانبی بعدی یمسخ ماجئت بہ کما کانت الانبیاء علیھم السلام تبعث بالنسخ وارادت ھی لاتقولوا ان المسیح لاینزل بعدہٗ۔

اس کا مفہوم ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین نہ کہو اور یوں بھی نہ کہو کہ آپ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں۔'' تو آپ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے ہے۔ اور یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ''لا نبی بعدہ'' کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آپ علیہ السلام کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نبی نہیں آئے گا جو میری شریعت کو منسوخ کر دے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام سابق شرع کو منسوخ کرنے کے لیے مبعوث کیے جاتے تھے۔ جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے تم یہ نہ کہو حضرت مسیح علیہ السلام بھی نہ آئیں گے۔ (بلکہ وہ آئیں گے)

یہ واضح رہے کہ یہ مذکورہ قول درمنثور ج ۵ ص ۲۰۵ میں تحت آیت خاتم النبیین اور مجمع البحار ج ۵ کے تکملہ ص ۵۰۲ میں بلا سند و اسناد درج ہے۔ قادیانیوں نے مذکورہ

قول نقل کرتے وقت اس کو سیاق و سباق سے کاٹ کر اپنے مقصد کے موافق الفاظ ذکر کیے ہیں۔ اس کا ماقبل اور مابعد ذکر کرنے میں ان کو خسارہ تھا۔ اس لیے ترک کر دیا گیا ہے۔ اس لیے ہم ذرا تفصیل کے ساتھ تکملہ مجمع البحار کی عبارت مذکورہ کو نقل کرتے ہیں۔ تاکہ خود صاحب کتاب کی زبان سے مطلب واضح ہو جائے۔

و فی حدیث عیسیٰ انہٗ یقتل الخنزیر و یکسر الصلیب و یزید فی الحلال ای یزید فی حلال نفسہ بان یتزوج ویولد لہٗ و کان لم یتزوج قبل رفعہٖ الی السماء فزاد بعد الھبوط فی الحلال فحینئذ یومن کل احدمن اھل الکتاب یتیقن بانہٗ بشر و عن عائشہؓ قولوا انہٗ خاتم الانبیاء ولا تَقُوْلُوْا لانبی بعدہٗ و ھذا ناظراً الی نزول عیسیٰ و ھذا ایضاً لاینا فی حدیث لا بنی بعدی لانہٗ ارادلا نبی ینسخ شرعہٗ۔ (تکملہ مجمع البحار طبع ہند صفحہ ۸۵)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد خنزیر کو قتل کریں گے۔ اور صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور حلال چیزوں میں زیادتی کریں گے۔ یعنی نکاح کریں گے۔ اور ان کی اولاد ہو گی۔ آسمان کی طرف چلے جانے سے پہلے انہوں نے شادی نہیں کی تھی ان کے آسمان سے اترنے کے بعد حلال میں اضافہ ہو گا۔ (بیاہ شادی سے اولاد ہو گی) اس زمانے ہر ایک اہل کتاب ان پر ایمان لائے گا۔ یقیناً یہ بشر ہیں (یعنی خدا نہیں ہیں۔ جبکہ عیسائیوں نے عقیدہ گھڑ رکھا ہے) اور صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ حضور صلعم کو خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ یہ صدیقہؓ کا فرمان (لا تقولوا لانبی بعدہٗ) اس بات کے مدنظر مروی ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور یہ نزول علیہ السلام حدیث شریف لا بنی بعدی کے مخالف نہیں ہے۔ اس لیے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ کے دین کا ناسخ ہو (اور عیسیٰ علیہ السلام دین محمدی کی اشاعت اور ترویج کے لیے نازل ہوں گے نہ کہ اس دین کو منسوخ کرنے کے لیے)

تکملہ مجمع کی تمام عبارت پر نظر کرنے سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ حضرت

صدیقہؓ کا لا نبی بعدہٗ کہنے سے منع فرمانے کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے یقیناً ہو گا اور ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں'' کے الفاظ سے ان کے عموم کے اعتبار سے عوام کو شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ پھر تو عیسیٰ علیہ السلام بھی نہیں آئیں گے۔ اس شبہ اور وہم کو دور کرنے کے لیے حضرت صدیقہؓ نے بعض اوقات ایسا کہنے سے منع فرمایا ہے۔

ثالثاً حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ امت مسلمہ کے متفقہ عقیدہ کے موافق ختم نبوت کی قائل ہیں اور اس اجماعی عقیدہ اور اتفاقی مسئلہ پر خود انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایات بیان فرمائی ہیں۔

(۱) پہلی روایت:۔ **عن عائشۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لایبقیٰ بعدی من النبوۃ شیٌ الا المبشرات قالوا یا رسول اللہ ماالمبشرات قال الرویا الصالحہ یراھا الرجل اوتریٰ لہٗ۔**

(مسند امام احمد صفحہ ۱۲۹ ج ۶ درواہ البیہقی فی شعب الایمان وکنز العمال بروایۃ خطیب، ج ۸ ص ۳۳)

ترجمہ:۔ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ میرے بعد کچھ بھی نبوت باقی نہیں رہی۔ ہاں صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مبشرات کیا چیز ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اچھے خواب ہیں۔ آدمی ان کو خود دیکھتا ہے یا اس کے حق میں کوئی دوسرا آدمی ہی دیکھتا ہے۔

(۲) دوسری روایت:۔ **عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم مساجد الانبیاء۔**

(کنز العمال بحوالہ الدیلمی وابن النجار والبزار)

ترجمہ:۔ یعنی حضرت صدیقہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلعم نے فرمایا میں تمام نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں اور میری مسجد کے بعد کسی دوسرے نبی کی مسجد نہیں ہو گی۔

ختم نبوت کی ان احادیث کو خود عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں۔ دوسرے صحابہ کرام کی طرح کسی تاویل وتشریح کے بغیر ذکر کرتی ہیں۔ تو اس کا صاف مقصد یہ ہے حضرت ام المومنین اس مسئلہ پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہیں کہ ہر قسم کی نبوت کا

دروازہ بند ہو چکا ہے۔ تشریعی ہو یا غیر تشریعی، مستقل یا غیر مستقل۔

رابعاً:۔ یہ مرزائی امت کے استدلال کے متعلق نرالے اصول ہیں۔ ایک طرف تو حضرت صدیقہؓ کی طرف جو مجہول الاسناد قول منسوب ہے۔ معتبر و مستند مانا جا رہا ہے۔ اور اس کو بڑے آب و تاب کے ساتھ ہمیشہ پیش کیا جاتا ہے۔ اور باوجود تلاش کے اس قول کی صحیح تخریج صحیح اسناد کے ساتھ مرزائیوں کو تا حال نہیں مل سکی۔ دوسری طرف صحیح احادیث مرفوعہ کا ذخیرہ کا ذخیرہ جس میں ختم نبوت روز روشن کی طرح واضح ہے۔ نا قابل قبول ہے۔ سچ ہے کہ

جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ قادیانی جماعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صیحہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتی ہے۔ جو حدیث ان کے مسلک کے موافق ہو اس کو تسلیم کر لیا جائے اور جو روایت قادیانی مذاق کے خلاف واقع ہو اس کو رد کر دیا جائے۔

مندرجہ ذیل حوالہ جات میں مرزا صاحب نے اس مسئلہ کو بڑا صاف کر دیا ہے۔

اول:۔ اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کرے۔ (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۰)

دوم:۔ اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعوے کی دلیل حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے۔ جو میرے اوپر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں۔ اور میرے وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرف پھینک دیتے ہیں۔ (اعجاز احمدی ص ۳۰)

حضرات! مرزائیوں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پاک کو قبول اور رد کرنے کا معیار یہ ہے جو مرزا صاحب نے مذکورہ عبارت میں واضح کر دیا ہے۔ استدلال حدیث کے معاملہ میں مرزائیوں کے لیے یہی اصل الاصول ہے دوسری کوئی صحیح سے صحیح حدیث ان کے ہاں قابل قبول نہیں۔ عوام کی آگاہی کے لیے یہ تحریر کر دیا

ہے۔ یاد رہے کہ مذکوہ بالا تفصیل کے ساتھ حضرت صدیقہؓ کا نظریہ جہاں واضح ہوا ہے۔ وہاں ساتھ ہی صاحب مجمع البحار کا مسلک بھی اپنی جگہ بالکل صاف ہے۔ ان کا دوسرا اعتقاد جمہور اہل اسلام کے خلاف ہر گز نہیں ہے۔ یہ مرزائیوں کا کمال ہے۔ عبارتی ہیر پھیر کر کے انہوں نے اپنی ہمنوائی میں متعدد حضرات کو شمار کر لیا ہے۔

استدراک:

حضرت ام المومنینؓ کے پیش نظر یہ بات تھی کہ لا نبی بعدی کے ظاہری عموم کی وجہ سے عوام نزول عیسیٰ علیہ السلام اور اس حدیث کو تضاد نہ سمجھ لیں اس لیے احتیاط انہوں نے لا نبی بعدہ کہنے سے منع فرمایا۔ اسی قسم کا ایک قول حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے منقول ہے۔

عن الشعبی قال قال رجل عنده المغیرة بن شعبة صلی الله علی محمد خاتم الانبیاء لانبی بعدہٗ فقال المغیرة بن شعبة حسبك اذا قلت خاتم الانبیاء فانا کنانحدث ان عیسیٰ علیه السلام خارج فان هو خرج فقد کان قبله و بعده۔ (تفسیر در منشور ص۲۰۴ ج۵)

ترجمہ:۔ شعبیؒ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہؓ کے سامنے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ خاتم الانبیاء ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں حضرت مغیرہ نے فرمایا خاتم الانبیاء کہہ دینا کافی ہے۔ یعنی لا نبی بعدہ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پھر تشریف لائیں گے۔ پس جب وہ آئیں گے تو ایک ان کا آنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوا اور ایک آنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوگا۔

پس جس طرح مغیرہ رضی اللہ عنہ ختم نبوت کے قائل ہیں مگر محض عقیدۂ نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی حفاظت کے لیے لا نبی بعدی کہنے سے منع فرمایا اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ختم نبوت کے عقیدہ کو تو خاتم النبیین کے لفظ سے ظاہر فرمایا اور اس موہم لفظ کے استعمال سے منع فرمایا کہ جس لفظ سے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے خلاف کا ابہام ہوتا تھا اور حاشا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ حضرت

عائشہ صدیقہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کو جائز کہتی ہیں۔

مرزائی مفسر کی شہادت:

محمد علی لاہوری اپنے بیان القرآن میں لکھتے ہیں:

''اور ایک قول حضرت عائشہؓ کا پیش کیا جاتا ہے جس کی سند کوئی نہیں۔ قولوا خاتم النبیین ولاتقولو الانبی بعدہٗ خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی کچھ اور تھے اور کاش وہ معنی بھی کہیں مذکور ہوتے۔ حضرت عائشہؓ کے اپنے قول میں ہوتے۔ کسی صحابیؓ کے قول میں ہوتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہوتے مگر وہ معنی دربطن کے قائل ہیں اور اس قدر حدیثوں کی شہادت جن میں خاتم النبیین کے معنی لا نبی بعدی کیے گئے ہیں ایک سند قول پر پس پشت پھینکی جاتی ہیں۔ یہ غرض پرستی ہے خدا پرستی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس حدیثوں کی شہادت ایک بے سند قول کے سامنے رد کی جاتی ہے۔ اگر اس قول کو صحیح مانا جائے تو کیوں اس کے معنی یہ نہ کیے جائیں کہ حضرت عائشہؓ کا مطلب یہ تھا کہ دونوں باتیں اکٹھی کہنے کی ضرورت نہیں خاتم النبیین کافی ہے جیسا کہ مغیرہؓ بن شعبہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے آپ کے سامنے کہا خاتم الانبیا و لانبی بعدہ تو آپ نے فرمایا خاتم الانبیاء تجھے کہنا بس ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا مطلب ہو کہ جب اصل الفاظ خاتم النبیین واضح ہیں تو وہی استعمال کرو یعنی الفاظ قرآنی کو الفاظ حدیث پر ترجیح دو۔ اس سے یہ کہاں نکلا کہ آپ الفاظ حدیث کو صحیح نہ سمجھتی تھیں اور اتنی حدیثوں کے مقابل اگر ایک حدیث ہوتی تو وہ بھی قابل قبول نہ ہوتی چہ جائیکہ صحابیؓ کا قول ہو جو شرعاً حجت نہیں اٹھتی۔'' (بیان القرآن ج ۲ ص ۱۱۰۳۔۱۱۰۴)

فائدہ:

حضرت ام المومنینؓ نے حفظ ماتقدم کا خیال فرماتے ہوئے جو بات فرمائی تھی وہ بہت سے اکابرین نے اپنے اپنے انداز میں لکھی ہے مثلاً

ا۔ علامہ زمخشری آیت خاتم النبیین کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں (فان قلت) کیف کان اخر الانبیاء و عیسیٰ ینزل فی آخرالزمان (قلت) معنی کونہ اخر الانبیاء انہ لاینبا احد بعدہ و عیسیٰ ممن نبی قبلہ و حین ینزل ینزل عاملاً علیٰ شریعۃ محمد مصلیاً الیٰ قبلتہ کانہ بعض امتہ۔

(کشاف جلد ۲ ص ۵۴۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء)

ترجمہ:۔ اگر تو کہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کس طرح آخری نبی ہو سکتے ہیں درانحالیکہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔

میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کے آخری نبی ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں بنایا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے نبی بنائے گئے۔ اور وہ جب نازل ہوں گے تو حضور علیہ السلام کی شریعت پر عمل کریں گے۔ آپ کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے گویا کہ آپ کے امتی ہوں گے۔

۲۔ حافظ ابن حزمؒ تحریر فرماتے ہیں۔

ہذا مع سماعھم قول اللّٰہ تعالیٰ و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین و قول رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی فکیف یستجیز مسلم ان یثبت بعدہ علیہ السلام نبیافی الارض حاشا ما استثناء رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الآثار المسندۃ الثابتۃ فی نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فی آخر الزمان۔

(کتاب الفصل ص ۱۸ ج ۴ مکتبہ دارالمرفۃ شارع بلس بیروت لبنان)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" اور حضور علیہ السلام کا ارشاد "لا نبی بعدی" سن کر کوئی مسلمان کیسے جائز سمجھ سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد زمین میں کسی نبی کی بعثت ثابت کی جائے سوائے نزول عیسیٰؑ کے آخر زمانہ میں جو رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث مسندہ سے ثابت ہے۔"

چند فوائد:

(ا) حضرت عائشہؓ و حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی طرف سے لانبی بعدی کے معنی کا

انکارنہیں کیا گیا۔ یہ ایک ایسی واضح بات ہے کہ اس کے لیے کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ محدثین سے لا نبی بعدی کے ساتھ لا نبوۃ بعدی کے الفاظ روایت صحیح سے ثابت ہیں سو وہ اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا فالمعنی انہ لایحدث بعدہٗ نبی لانہ خاتم النبیین السابقین۔

(مرقات جلد۵ ص۵۶۴ طبع قدیم)

(۲) لا نبی بعدی کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس پر لفظ نبی بولا جائے اور وہ اس نام سے لوگوں کے سامنے آئے اور اس نام سے اسے ماننا ضروری ہو وہ آپ کے بعد پیدا نہیں ہوسکتا۔ لا کا لفظ جب نکرہ پر داخل ہو جیسے لا الٰہ الا اللّٰہ میں تو وہ عموم اور استغراق کا فائدہ دیتا ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی یا غیر تشریعی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔

جب نکرہ نفی کے تحت آئے تو اس میں نفی عام ہوتی ہے لیکن اس عام کا پھیلاؤ محاورات عرب کے مطابق ہوگا اگر کوئی کسی کو نصیحت کرتے ہوئے کہے کہ یہیں جتنے عمل کر سکتے ہو کر لو موت پر سب عمل ختم ہو جائیں گے اور عربی میں کہتے لا عمل بعد الموت تو اس میں لانفی عام کی دلالت یہ ہوگی کہ موت کے بعد کوئی کسی قسم کا عمل نہ ہو سکے گا۔ یہ نہیں کہ پچھلے کیے اعمال بھی سب ختم ہوگئے۔ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ پچھلے اعمال سب باقی ہوں گے اور آخرت میں سب آگے آئیں گے۔ جس طرح لا عمل بعد الموت میں پچھلے اعمال کی نفی نہیں لا نبی بعدی میں پچھلے انبیاء میں کسی کی حیات کی نفی نہیں۔

(عقیدۃ الامۃ فی معنی ختم نبوۃ ص۱۴۳، ۱۴۴۔ مع تغیر یسیر)

لا نبی بعدہ کا صحیح معنی:

لا نبی بعدہ میں بعدہ خبر کے مقام پر آیا ہے اور خبر افعال عامہ یا خاصہ میں سے ہے اور محذوف ہے۔ اس کے معنی تین طرح ہو سکتے ہیں۔

(۱) لا نبی مبعوث بعدہٗ۔ حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ مرقات شرح مشکوٰۃ میں یہی ترجمہ مراد لیا گیا ہے جو کہ صحیح ہے۔

(۲) لا نبی خارج بعدہٗ۔ حضور علیہ السلام کے بعد کسی نبی کا ظہور نہیں ہو گا یہ معنی غلط ہے اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں نزول فرمائیں گے حضرت مغیرہؓ نے انہی معنوں کے اعتبار سے لاتقولوا لا نبی بعدہ میں ممانعت فرمائی ہے جو سو فیصد ہمارے عقیدہ کے مطابق ہے۔

(۳) لا نبی حی بعدہٗ۔ اس معنی کے اعتبار سے حضرت عائشہؓ نے لاتقولوا لا نبی بعدہ میں ممانعت فرمائی ہے اس لیے کہ خود ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی روایات منقول ہیں اور ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں جو آسمان سے نزول فرمائیں گے۔

دو الزامی جوابات:

(۱) مرزا قادیانی نے لکھا ہے ''دوسری کتب حدیث صرف اس صورت میں قبول لائق ہوں گے کہ قرآن اور بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث سے مخالف نہ ہوں۔ (آریہ دھرم مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۰ص ۶۰)

جب صحیحین کے مخالف مرزا کے نزدیک کوئی حدیث کی کتاب قابل قبول نہیں تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف منسوب بے سند قول جو بخاری و مسلم کے علاوہ کتابوں میں ہے کیونکر قابل قبول ہو گا۔

(۲) مرزا قادیانی نے لکھا ہے ''اور آنحضرت ﷺ نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا'' (کتاب البریہ ص ۱۹۹ روحانی خزائن ص ۲۱۷ ج ۱۳)

سوال یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایسی مشہور صحیح حدیث کے خلاف کچھ فرمایا ہو؟

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ پر بہتان اور اس کا جواب

قادیانی الزام:

ابو عبدالرحمٰن بن سلمیٰ ذکر کرتے ہیں۔ میں حسنؓ و حسینؓ کو پڑھا رہا تھا۔ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ میرے پاس سے گزرے۔ قال لی اقرأ ھما و خاتم النبیین بفتح التاء (یعنی مجھے حضرت علی نے کہا کہ خاتم النبیین کی فتح تاء کے ساتھ ان دونوں کو پڑھانا) یہاں سے اجرائے نبوت کے متعلق قادیانیوں کا استدلال سننے کے قابل ہے۔ زیر کے ساتھ پڑھانے سے حضرت علی کو اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں بچوں کے ذہن میں نبوت کے متعلق خلاف حقیقت عقیدہ نہ بیٹھ جائے (الفضل لاہور ۲۷ جولائی ۵۲ء)

سبحان اللہ پختگیٔ استدلال پر قربان جایئے۔ کہاں ہے فن تجوید میں قرأت کا مسئلہ کہاں اجرائے نبوت کے متعلق مرزائیوں کا اختراعی احتمال۔ صاف بات ہے۔ بچوں کو تعلیم کے وقت مختلف قرأۃ جتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن مجید کی عبارت ضبط کرانی ان کو فی الحال مقصود ہوتی ہے۔ لہٰذا معلم کو حضرت علیؓ نے ہدایت فرما دی ایک ہی مشہور قرأۃ پر عبارت قرآن ضبط کرائی جائے۔ بکسر تاء والی قرأۃ سکھلانے کی ان کو فی الحال کوئی حاجت نہیں۔ مرزائی حضرات یہاں سے جو دوسرا راہ اختیار کر رہے ہیں خواہ مخواہ سیدنا علی المرتضیٰ پر اجرائے نبوت کا افتراء اور بہتان باندھ رہے ہیں۔ اس پر ان کے پاس کون سے دلائل موجود ہیں۔ یہ مذکورہ عبارت میں ''خطرہ ہی خطرہ'' والا استدلال تو ماشاء اللہ بڑا قوی ہے۔ اس کو تو رہنے دیجیے۔ کوئی اور دلیل آپ کے پاس ہے تو بیان فرمایئے گا۔ ہم سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ کا مسلک مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اس علم کی زبانی واضح کرتے ہیں۔ تا کہ ''خطرات'' پیدا کرنے اور احتمالات نکالنے کی ضرورت ہی نہ پیش آئے۔

پہلی روایت:

(۱) حضرت علیؓ حضور نبی کریم ﷺ کے بدن مبارک کا حلیہ شریف بیان

فرماتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ بین کتفیہ خاتم النبوۃ و ہو خاتم النبیین۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۱۷ بحوالہ ترمذی) یعنی آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوۃ تھی۔ اور آپ تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔

دوسری روایت:

اس میں حضرت علیؓ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ بمع اپنے صحابہ کرامؓ و مجاہدین اسلام جہاد کے لیے مدینہ شریف سے تبوک کی طرف روانہ ہونے لگے تو نبی کریم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا۔ کہ میں تجھے اس مدۃ سفر تک اپنا خلیفہ اور قائم مقام تجویز کر کے مدینہ میں چھوڑ جانا چاہتا ہوں۔ اس پر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے ساتھ لے جانے کی بجائے پیچھے چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں۔ تو حضور علیہ السلام نے مجھے تسلی دلاتے ہوئے فرمایا الا تری ان تکون منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہٗ لانبی بعدی (اس واقعہ کو بخاری۔ مسلم و طبرانی صاحب کنز الاعمال وغیرہ ہم محدثین نے سعد بن ابی وقاصؓ سے خود حضرت علیؓ سے اور حضرت عمرؓ سے ابن عباسؓ سے حبشی ابن خیارہؓ سے اسماء بنت عمیسؓ سے ذکر کیا ہے) ترجمہ: اے علیؓ تیرا مقام اور درجہ میری بہ نسبت وہی ہے۔ جیسے ہارون کو موسیٰؑ کی بہ نسبت حاصل ہوا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

حضرت علیؓ کی اس روایت کے بعد بشرط انصاف اس خیال کی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ علی مرتضیٰؓ بھی نبوت کے اجراء کو صحیح تسلیم کرتے ہوں۔ ہر گز نہیں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ دوسرے تمام صحابہ کرام کی طرح نبی کریم ﷺ کو آخری نبی یقین کرتے ہیں۔ جب کہ انہوں نے خود امت مسلمہ پر مذکورہ بالا روایات کے ذریعہ اس چیز کو روشن فرما دیا ہے۔

بلکہ یہاں اس روایت (ان تکون منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی) نے اس تاویل و توجیہ کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ جو مرزائی صاحبان ذکر کیا کرتے ہیں۔ کہ حدیث لانبي بعدی میں مستقل نبی صاحب شریعت نبی کی نفی حضور ﷺ نے فرمائی ہے۔ غیر مستقل اور غیر تشریعی نبی بالتبع کی نفی مراد نہیں ہے۔

حضرات! ہر ایک اہل علم جانتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام مستقل صاحب شریعت اور صاحب کتاب نبی تھے اور ہارون علیہ السلام ان کے بھائی غیر مستقل اور امدادی نبی تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے تابع ہو کر تبلیغ دین کا کام کرتے تھے۔ ان دونوں پیغمبروں کے آپس میں نائب مناب ایک دوسرے کا خلیفہ اور تابع متبوع ہونے کی حیثیت کو آنحضور صلعم نے اپنے بعد علی المرتضیٰؓ کے درمیان تشبیہہ دی۔ اس پر شبہ ہوسکتا تھا۔ ہارون جیسے تابع ہو کر نبی ہیں۔ ایسے ہی حضرت علی کو بھی تابع ہو کر نبوت حاصل ہوسکتی ہے۔ تو اس وہم فاسد اور خیال کو آپ نے رد فرمایا۔ **الا انہٗ لانبی بعدی۔** جس کا صاف مطلب ماقبل کے اعتبار ہی ہے۔ کہ میرے بعد بالتبع نبوت اور غیر مستقل نبوت بھی کسی کو ہرگز حاصل نہیں ہے اور قیامت تک کسی قسم کا کوئی نبی ظلی ہو بروزی بالتبع ہو یا مستقل نہیں ہو گا۔ ناظرین کرام خیال فرما دیں خاتم النبیین کو فتح التا کے ساتھ تعلیم دینے کے متعلق حضرت علیؓ کے ارشاد فرمانے سے ان کے اجرائے نبوت کے عقیدہ کو استنباط کرنا کہاں تک درست ہوسکتا ہے؟

استدراک

ختم نبوت پر حضرت علیؓ کی مزید روایات:

حضرت علیؓ کے عقیدۂ ختم نبوت کو واضح کرنے کے لیے مزید چند روایات مع ترجمہ لکھی جاتی ہیں۔ (۱) **عن علیؓ قال وجعت فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقامنی فی مقامہ و قام یصلی والقیٰ علی طرف ثوبہ ثم قال برئت یا ابن ابی طالب فلاباس علیک ما سالت باللہ لی شیئا الا سالت لک مثلہ ولا سالت اللہ شیئا الا اعطانیہ غیرانہ قیل لی انہ لانبی بعدی فقمت کانی ما اشتکیت۔** (المعجم الاوسط للطبرانی، کنز العمال)

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے سخت درد ہوا، میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ نے کپڑے کا ایک کنارہ میرے

اوپر ڈال دیا پھر فرمایا کہ اے علی تم شفایاب ہو گئے۔ اب تم میں کوئی مرض باقی نہیں رہا جو کچھ تم اللہ سے میرے لیے دعا کرو گے میں تمہارے لیے وہی دعا کروں گا اور میں جو کچھ دعا کروں گا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ اس کے سوا کہ مجھ سے کہہ دیا گیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا (اس لیے تمہارے لیے بھی نبوت کی دعا نہیں کر سکتا) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں وہاں سے ایسا تندرست ہو کر اٹھا کہ گویا بیمار تھا ہی نہیں۔

(۲) حضرت علیؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں (ان پانچ میں سے ایک یہ ہے کہ) مجھے تمام دنیا کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(کنز العمال ج ۶ ص ۱۰۹)

شیخ محی الدین ابن عربی پر اجرائے نبوت کا الزام اور اس کا جواب

اولاً۔ قبل اس کے کہ ہم شیخ اکبر پر افتراء کا جواب ذکر کریں اس سے مطلع کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مرزائیوں کو شیخؒ کی عبارت سے اپنے مسلک کی تائید حاصل کرنے کا انصافاً کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اس لیے کہ مرزا صاحب نے جو اس طبقہ کے روحانی باپ ہیں اپنی تصانیف (فتویٰ الحاد ایک خط اور تقریر) میں شیخ اکبر کو مسئلہ وحدۃ الوجود کے سلسلہ میں ملحد اور زندیق (بے دین) قرار دیا ہے۔ مرزائیوں کو شرم کرنی چاہیے کہ جس شخص کو آپ کا ابا جان ملحد زندیق، بے دین یقین کرتا ہو۔ اس کی عبارات سے سہارا پکڑنا تمہارے لیے قطعاً ناجائز ہے۔ بلکہ ایسا کرنے میں اپنے نبی کی عملاً نافرمانی ہے۔ لہٰذا اس وبال نافرمانی سے آپ لوگوں کو خوف کرنا چاہیے۔

شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ دوسرے جمہور اہل اسلام کی طرف قائل ہیں کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ نبی کریم ﷺ سب نبیوں کے آخری پیغمبر ہیں۔ حضور علیہ السلام کے بعد دروازہ نبوت بند ہو چکا ہے۔ آسمان سے وحی دین الٰہی کسی آدمی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ہرگز نہیں آسکتی ہاں کمالات نبوت، انوار نبوت، فضائل و شمائل رسالت اور بشارتیں نبوت سے اس فیضان کو شیخ ہمیشہ جاری تسلیم کرتے ہیں اور اکابر امت بھی ان چیزوں کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان نبوت کے فضائل و کمالات کو اجزائے نبوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ:

(۱) **ذهبت النبوة وبقيت المبشرات** (نبوت گزر چکی ہے البتہ اس کے مبشرات باقی ہیں) (ابن ماجہ باب الرؤیا الصالحہ ص ۲۷۸)

(۲) اور حدیث میں فرمایا گیا۔ **الرويا الصالحة جزءٌ من ستة واربعين جزأ من النبوة** (یعنی اچھا خواب اجزائے نبوت میں سے چھیالیسواں جزو ہے)

(مشکوۃ شریف ص ۳۹۴ مسلم ج ۲۴۲، بخاری ج دوم ص ۱۰۳۵)

(۳) **قال السمت الحسن و التؤدة والا قتصاد جزءٌ من اربع و عشرين**

جزءً من النبوت (مشکوۃ بحوالہ ترمذی ص۴۳۰)

(یعنی اچھا خلق اور آہستگی سے کام کرنا اور ہر امر میں میانہ روی اختیار کرنا نبوت کے اجزاء میں سے چوبیسواں جز ہے)

یہ روایات صحیحہ صاف بتلا رہی ہیں کہ کمالات نبوت اور فضائل رسالت کو آنحضور صلعم نے نبوت کی جزؤں کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔ اور اس قسم کے اجزائے نبوت ہر زمانہ میں بعد اختتام نبوت بھی باقی ہیں اور خالص مومنوں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے ان اجزائے نبوت کے پائے جانے سے خود نبوت کے اجزاء کو تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ اور کہا جا سکتا ہے کہ نبوت باقی ہے؟

ثانیاً۔ اس گزارش کے بعد اب فتوحات مکیہ میں سے شیخ کی دو عبارتیں پیش کی جاتی ہیں۔ جس میں شیخ اکبرؒ نے اس مسئلہ کے متعلق خاص تحقیق ذکر کی ہے۔

فاخبر رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرئویا جزءٌ من اجزاء النبوت فقد بقی للناس فی النبوۃ ھذا وغیرہ ومع ھذا لایطلق اسم النبوۃ والا النبی الا علی المشرع خاصۃً فحجر ھذا الاسم لخصوص و صفٍ معین فی النبوۃ.

(فتوحات مکیہ ص۴۹۵ ج۲)

نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ نبوت کی جزؤں میں سے اچھا خواب ایک جز ہے۔ پس نبوت میں سے لوگوں کے لیے یہ رویا وغیرہ باقی رہ گیا ہے۔ مگر اس کے باوجود خصوصی طور پر بجز صاحب دین و شریعت کے کسی دوسرے پر لفظ نبوت اور نبی کے نام کا اطلاق قطعاً درست نہیں۔ ایک خاص وصف معین کی بنا پر اس نام (نبی) کی بندش کر دی گئی ہے۔

فما تطلق النبوۃ الالمن اتصف بالمجموع فذالک النبی و تلک النبوۃ التی حجزت علینا انقطعت فان جملتھا التشریع بالوحی المکی فی التشریع و ذالک لایکون الا لنبی خاصۃ

(فتوحات ص۵۶۸)

"نبوت کا اطلاق صرف اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ وہ ذات تمام اجزائے نبوت کے ساتھ متصف ہو۔ پس اس قسم کا نبی اور ایسی نبوت (جو تمام اجزاء کو جامع اور سب کو شامل ہو) ہم (اللہ کے صالح بندوں) سے بند کر دی گئی اور بالکل منقطع ہو گئی ہے۔ اس لیے

کہ اس نبوت کے جملہ اجزاء میں سے احکام دینی و شرعی ہیں۔ جو فرشتہ کی وحی سے ہوں اور یہ کام صرف نبی کے ساتھ مخصوص ہے اور کسی کے لیے نہیں ہوسکتا۔''

خلاصہ یہ ہے کہ (۱) شیخ کے نزدیک کمالات واجزائے نبوت لوگوں میں باقی ہیں۔

(۲) اجزائے نبوت کے بقا کے باوجود اس پر اسم نبوت اور لفظ نبی کا اطلاق شیخؒ کے نزدیک بالکل ناجائز ہے۔

(۳) ہاں صرف اس وقت نبی کا لفظ اور نبوت کا اطلاق درست ہے جس وقت تمام اجزائے نبوت بتمامہا مجتمع ہوں۔ اور ان جملہ اجزاء میں سے احکام دینی و شرعی ہیں جو فرشتہ کی وحی سے نازل ہوتے ہیں۔

(۴) نبوت کا اصل دارومدار احکام شرعیہ پر ہے۔ جس نبوت میں یہ اجزاء (یعنی احکام شرعی و دینی جو وحی ملکی سے حاصل ہوتے ہیں) نہ پائے جائیں۔ اس کو شیخ نبوت ہی نہیں قرار دیتے اور بغیر ان احکام کے شیخؒ کے نزدیک نبوت متحقق ہی نہیں ہوسکتی۔

الغرض شیخ اکبرؒ جس چیز کے اجرا و ابقاء کے قائل ہیں (اجزاء نبوت ومبشرات وکمالات وغیرہ ہا) وہ نبوت نہیں ہے۔ اور جو نبوت ہے اس کے اجراء و ابقاء کے قائل نہیں۔

ثالثاً۔ اس مقام میں شیخ اکبرؒ کی وہ عبارت جو علامہ عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر میں نقل کی ہے۔ وہ قابل ملاحظہ ہے۔ اس کو بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے۔

واعلم ان الملك یاتی النبی بالوحی علی حالین تارۃً یاتیہ فی صورۃٍ جسدیۃ من خارج فیلقی ماجاء بہ الی ذالك النبی علی اذنہٖ فیسمعہٗ فیحصل لہٗ من النظر مثل لیحصل لہٗ من السمع سواء قال (شیخ اکبرؒ) ہذا بابٌ اغلق بعد

''ترجمہ:۔ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ نبی کے پاس وحی دو طریقوں پر نازل ہوتی ہے۔ کبھی فرشتہ وحی کو نبی کے دل پر نازل کرتا ہے اور کبھی صورت جسدیہ کے ساتھ خارج میں آ کر اس وحی کو اس کے کانوں پر اور آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ پس اس نبی کو آنکھوں کے دیکھنے

موت محمد صلی الله علیه وسلم فلا یفتح لاحد الی یوم القیامه لکن بقی للاولیاء وحی الالهام الذی لا تشریع فیه۔
(الیواقیت والجواہر بعد الوہاب شعرانی) جلد دوم ص ۳۷ طبع مصر

اور کانوں سے سننے سے پورا یقین حاصل ہو جاتا ہے اور کوئی شک نہیں رہ جاتا۔ شیخ اکبرؒ نے فرمایا یہ دروازہ (وحی کے نزول کا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بند کر دیا گیا ہے۔ پس اب قیامت تک کسی کے لیے یہ دروازہ نہیں کھل سکتا۔ لیکن اولیاء اللہ کے لیے الہام (اور کشف) کا القاء جس میں کوئی احکام دینی نہیں ہوا کرتے باقی ہے۔''

مذکورہ عبارت میں شیخ اکبرؒ اور شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ دونوں حضرات کا نظریہ بالکل عیاں ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد قیامت تک وحی ختم ہو چکی ہے۔ اور اولیاء اللہ کو الہام یا کشف ہوا کرتا ہے۔ اس کا نام نبوت نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب تک احکام شرعی و دینی (یعنی تشریع) نہ پائے جائیں تب تک نبوت متحقق نہیں ہوتی۔ (جیسا کہ شیخ نے سابقاً واضح کر دیا ہے) لہٰذا الہامات وکشوف وغیرہ سے ختم نبوت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ نیز شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ کی کسی دوسری عبارت سے ان کی ایسی تصریح وتشریح کے بعد بزور اجرائے نبوت ثابت کرنا مصنف کے مقصود کے خلاف ہے۔ مرزائیوں کا استدلال اسی طرح ہوتا ہے کہ ایک واضح بیان کو چھوڑ کر ایک موہوم عبارت کو پکڑ کر بڑا شور مچایا کرتے ہیں۔

رابعاً۔ یہ بھی یاد ہے کہ شیخ اکبرؒ نے جن جن چیزوں کی نفی کر دی ہے اور ان کے انقطاع اور اختتام کا قول کرتے ہیں۔ مرزا صاحب ان سب کے ایک ایک کر کے اجرا کے مدعی ہیں۔ انصاف کے ساتھ مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرما کر شیخؒ کے عقائد ونظریات اور مرزا صاحب کے مزعومات کا توازن کیجیے۔

(۱) اوائل میں میرا بھی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تھا تو میں اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی تو اس نے مجھ کو اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریحی طور

نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹،۱۵۰ روحانی خزائن ج ۲۲، ص ۱۵۳،۱۵۴)

(۲) مگر میں خدا تعالیٰ کی ۲۳ برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں۔ میں اس کی پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰، روحانی خزائن ج ۲۲، ص ۱۵۴)

(۳) حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صد ہا دفعہ..... (ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں کہ) چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک وحی الٰہیہ یہ ہے۔ **ھوالذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ** دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۲۔۳ روحانی خزائن ۱۸/ ۲۰۶، ۲۰۷)

(۴) ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر و نہی بیان کیے۔ اور اپنی امت کے لیے قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی، مثلاً یہ الہام **قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظو فروجھم ذالك ازکی لھم**۔ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے۔ اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی...... الخ

(اربعین نمبر ۴ ص ۶، روحانی خزائن ج ۱۷، ص ۴۳۵)

حضرات! شیخ اکبرؒ غیر مبہم اور صاف الفاظ میں بار بار کہہ رہے ہیں کہ وحی ملکی جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی تھی اس کا دروازہ قیامت تک حضور نبی کریم ﷺ کے بعد قطعاً بند ہو چکا ہے۔ اور کسی شخص کے لیے کھولا نہیں جا سکتا۔ صرف اولیاء اللہ اور صلحاء امت کے لیے الہام و کشف و دیگر اوصاف و کمالات نبوت باقی ہیں۔ جو یقیناً

نبوت نہیں۔ ادھر مرزا صاحب بیچارے بڑے زور شور سے کہہ رہے ہیں۔ کہ مجھ پر بارش کی طرح وحی نازل ہوتی ہے۔ اور میری وحی میں جو ۲۳ برس سے متواتر نازل ہو رہی ہے امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور میرا نام وحیوں میں نبی اور رسول اور مرسل رکھا گیا ہے۔ اگر ذرہ بھر بھی انصاف ہے تو

ع به بین تفاوت راه از کجاست تا بکجا

خامساً۔ اب ضروری ایک چیز یہ باقی ہے۔ کہ شیخ اکبرؒ کی بعض عبارتیں موہم اور مجمل ہوتی ہیں۔ ان کو مرزائی لے کر ساتھ کچھ حاشیہ آرائی کر کے اور اپنے مقصد موافق تشریح کر کے بڑے بڑے جلی عنوانوں سے اور موٹی سرخیوں سے پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک حوالہ فتوحات مکیہ جلد دوم صفحہ ۳ والا ہے۔ جس کو الفضل والے اور دوسرے صاحبان بھی مکرر سہ کرر پیش کر رہے ہیں۔ اس کی وضاحت مختصراً ضروری معلوم ہوتی ہے۔

"ہذا معنی قوله صلی اللّٰه علیه وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولانبی ای لانبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی۔"

(فتوحات مکیہ ص ۳، ج ۲)

قادیانی کہتے ہیں۔ اس حدیث کا ترجمہ و تشریح شیخ جو کر رہے ہیں اس سے صاف مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے لانبی بعدی میں اس شریعت کے خلاف کوئی دوسری شریعت لانے والے نبی کی نفی ہے۔ ہاں ایسا نبی جو اس شریعت کے تحت ہو وہ ہوسکتا ہے اور یہی اجرائے نبوت ہے اور کیا ہے؟

ہم اس کے متعلق شیخ کی اس عبارت اور دوسری عبارات پر بھی نظر کرنے کے بعد پورے وثوق کے ساتھ عرض کرتے ہیں۔ کہ شیخؒ نے یہ تشریح ہی نزول عیسیٰ علیہ السلام کے پیش نظر کی ہے۔ چونکہ شیخؒ آسمان سے نزول مسیحؑ کے جمہور اہل اسلام کی طرح صحیح طور پر قائل ہیں۔ اس وجہ سے حدیث ان الرسالة و النبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی کا مطلب ایسا بیان کر رہے ہیں۔ جس کی بنا پر قیامت سے قبل جو عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اس کے متعلق کوئی اشتباہ کوئی اعتراض پیدا نہ

کیا جا سکے۔ مطلب یہ ہے۔ لا رسول بعدی و لا نبی کے ظاہری عموم سے یہ وہم ہوتا ہے۔ کہ کسی قسم کا کوئی رسول نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔ حالانکہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے خلاف ہے۔ تو اس کا رفع وہم کیا گیا۔ کہ جب وہ آئیں گے اس وقت کوئی اپنی شریعت پر الگ عملدرآمد نہیں کریں گے بلکہ اسی شریعت کی ترویج و اشاعت کریں گے۔

ناظرین کرام یاد رکھیں ہمارا یہ کہنا کہ شیخ بھی نزول مسیح کے جمہور کی طرح قائل ہیں۔ اور مذکورہ حدیث کی تشریح بھی انہوں نے نزول مسیح کے پیش نظر ہی کی ہے۔ کوئی دوسرا مطلب اس کا نہیں ہے۔ اس کے متعلق شیخ اکبرؒ کی عبارت جو انہی صفحات پر درج ہے۔ شاہد ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

وقد علمنا ان عیسیٰ ینزل و لا بدمنه مع کونه رسولاً و لکن لایقول بشرعٍ بل یحکم فینا بشرعنا فعلمنا انهٔ ارادبا نقطاع الرسالة و النبوة بقوله لا رسول بعدی ولانبی ای لا مشرع ولاشریعة۔

(فتوحات مکیہ ص۳، ج۲، بحوالہ ''الفضل'' ۲۷ر جولائی ۵۲ء)

رہا یہ سوال کہ اپنی شریعت جو نبی نہیں رکھتا ہے۔ دوسرے نبی کا ماتحت ہوکر آتا ہے۔ (جیسا کہ مرزائی بغیر شریعت کے نبی ہونے کے قائل ہیں) سو اس کے متعلق شیخ کی سابقہ عبارات میں جواب آ چکا ہے کہ جب تک تمام اجزائے نبوت نہ پائے جائیں شیخ کے نزدیک نبوت متحقق ہی نہیں ہوسکتی اور تشریح (احکام شرعیہ دینیہ) نبوت کے اعظم جزوں میں سے ایک جز ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ جو صاحب تشریع اور صاحب شریعت نہیں ہے۔ وہ نبی ہی نہیں ہے۔ لہٰذا جس طریقہ سے مرزائی اپنا مطلب شیخ کی عبارت سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ شیخ کی ہی تصریحات کے پیش نظر ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔

استدراک:

شیخ ابن عربیؒ کی عبارات سے قادیانی استدلال کے متعدد جوابات ہیں جن میں سے پانچ پہلے ذکر کیے جا چکے ہیں۔ بقیہ جوابات درج ذیل ہیں۔

جواب ۶:۔ شیخ ابن عربیؒ کی کتابوں میں خفیہ طور پر اضافے کیے گئے ہیں بہت سے ایسے عقائد ان کی طرف منسوب کیے گئے ہیں جو کہ شیخ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔ شیخ ابن عربیؒ کے ترجمان خاص شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے اس دسیسہ کاری کا متعدد جگہ ذکر کیا ہے۔ چند عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) وقد اخبرنی العارف باللّٰہ تعالیٰ الشیخ ابو طاہر المزنی الشاذلی رضی اللّٰہ عنہ ان جمیع مافی کتب الشیخ محی الدین ممایخالف ظاہر الشریعۃ مدسوس علیہ۔

(الیواقیت والجواہر ص۳)

ترجمہ:۔ شیخ ابو طاہر مزنی شاذلیؒ نے مجھے بتایا کہ تمام وہ عبارات جو شیخ محی الدین (ابن عربی) کی کتابوں میں مخالف شریعت ہیں وہ الحاقی ہیں۔

الیواقیت والجواہر کے صفحہ۷ پر مذکورہ بات کا اعادہ کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں۔

ثم اخرج لی نسخۃ الفتوحات التی قابلھا علیٰ نسخۃ الشیخ التی بخطہ فی مدینۃ فلم ارشیئا مماکنت توقفت فیہ وحذفتہ حین اختصرت الفتوحات۔

ترجمہ:۔ پھر شیخ ابو طاہر نے میرے لیے فتوحات مکیہ کا وہ نسخہ نکالا جس کا انہوں نے شیخ ابن عربی کے نسخہ سے تقابل کیا تھا وہ نسخہ شیخ ابن عربی کے اپنے خط میں لکھا ہوا تھا۔ وہ مسائل جن میں متردد تھا اس میں بالکل نہ پائے اور جب میں نے فتوحات کا اختصار کیا تو وہ مسائل حذف کر دیئے۔

جعل سازوں نے صرف شیخ ابن عربیؒ کی کتابوں میں ہی اضافے نہیں کیے بلکہ امام غزالیؒ امام احمد بن حنبلؒ قاضی عیاضؒ اور شیخ عبدالوہابؒ شعرانی کی کتابوں پر بھی ہاتھ صاف کیے اور ہر ایک کی بعض کتابوں میں الحاق عبارتیں داخل کیں۔ (دیکھیے الیواقیت والجواہر ص۷)

علامہ شعرانیؒ کی اس تحقیق سے شیخ ابن عربی کے متعلق تمام منقولہ حوالہ جات ناقابل اعتبار ٹھہرتے ہیں۔ فتوحات مکیہ و دیگر کتب میں انکار ختم نبوت کا شبہ ڈالنے والی تمام عبارات شیخ ابن عربی کی نہیں ہوسکتیں۔

جواب ۷:۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

حضرات صوفیاء کرام اور مسئلہ ختم نبوت:

علماء شریعت کی طرح تمام صوفیا کرام بھی اس پر متفق ہیں کہ نبوت و رسالت خاتم النبیین ﷺ پر ختم ہوگئی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور حضور پُرنور ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ مرتد اور دائرۂ اسلام سے قطعاً خارج ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ:

اور یہی شیخ محی الدین ابن عربی کا مسلک ہے کہ نبوت و رسالت بالکل ختم ہو چکی، البتہ نبوت و رسالت کے کچھ کمالات اور اجزاء باقی ہیں کہ جو اولیا امت کو عطا کیے جاتے ہیں مثلاً کشف اور الہام اور رویائے صادقہ (سچا خواب) اور کرامتیں۔ اس قسم کے کمالات کی وجہ سے کسی شخص پر نبی کا اطلاق کسی طرح جائز نہیں۔ اور نہ ان کے کشف اور الہام پر ایمان لانا واجب ہے۔ ایمان فقط کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ہے۔ نبی کا تو خواب بھی وحی ہے مگر ولی کا خواب اور الہام شرعاً حجت نہیں۔ نبی کے خواب سے ایک معصوم کا ذبح کرنا اور قتل کرنا بھی جائز ہے۔ مگر ولی کے الہام سے قتل کا جواز تو کیا ثابت ہوتا اس سے استحباب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر کسی شخص میں کچھ کمالات اور خصلتیں بادشاہ اور وزیر کی سی پائی جائیں تو اس بنا پر وہ شخص بادشاہ اور وزیر نہیں بن سکتا۔ اور اگر کوئی اس بنا پر بادشاہت اور وزارت کا دعویٰ کرے اور اپنے کو وزیر اور بادشاہ کہنے لگے تو فوراً گرفتاری کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ اس طرح اگر کسی شخص میں نبوت کے برائے نام کچھ کمالات پائے جائیں تو اس سے اس شخص کا منصب نبوت پر فائز ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اگر کوئی شخص اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ مرتد اور اسلام کا باغی سمجھا جائے گا۔ شیخ محی الدین ابنؒ عربی کی صاف صاف تصریحات موجود ہیں کہ نبوت ختم ہوگئی ہے۔ اب قیامت تک کسی کو منصب نبوت نہیں مل سکتا اور نہ کسی پر نبی اور رسول کا اطلاق جائز ہے۔ البتہ نبوت کے کچھ کمالات اور اجزاء باقی ہیں مگر کمالات نبوت اور

اجزاء رسالت سے متصف ہونا اتصاف بالنبوۃ کو مستلزم نہیں۔ تفصیل اگر درکار ہو تو مسک الختام فی ختم النبوۃ علی سید الانام کی طرف مراجعت کریں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ الشہاب ص ۸ میں فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر نے اپنی خاص اصطلاح میں ولایت اور محدثیت کو نبوت غیر تشریعی کے لفظ سے تعبیر کر دیا۔ مگر اس گروہ کو نبی نہیں کہا جا سکتا۔

(اس مقام پر مولانا کاندھلویؒ نے شیخ ابن عربیؒ کے وہ دو حوالے تحریر فرمائے ہیں جو کہ استدراک کے عنوان سے پہلے جواب ۲ کے تحت گزر چکے ہیں۔ اس لیے انہیں حذف کیا جاتا ہے...... احقر مرتب)

صوفیائے کرام کے شطحیات:

حضرت صوفیاء کرام کے یہاں ایک خاص باب ہے جس کو شطحیات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور خود فتوحات مکیہ میں اس کا ایک باب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرات صوفیہؒ پر کچھ باطنی حالات گزرتے ہیں۔ جو ایک سکر اور بیخودی کی حالت ہوتی ہے اس حالت میں ان سے ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جو قواعد شریعت اور کتاب وسنت کے نصوص پر چسپاں نہیں ہوتے۔ جیسے انا الحق اور سبحان ما اعظم شانی اور جب ہوش میں آتے ہیں تو ایسے کلمات سے توبہ اور استغفار کرتے ہیں۔

خود حضرات صوفیاء کی ان شطحیات کے بارہ میں تصریحات موجود ہیں کہ کوئی شخص ہماری ان باتوں پر ہرگز عمل پیرا نہ ہو کہ جو ہم سے ان خاص حالات میں بے اختیار صادر ہوئی ہیں۔ بلکہ جس شخص پر یہ حالات نہ گزرے ہوں اس کو ہماری کتابوں کا مطالعہ بھی جائز نہیں۔ اور یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ ہمارا کشف اور الہام کسی پر حجت نہیں۔ ہمارا کشف صرف ہمارے لیے ہے اور اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر یہ حکم بذریعہ وحی نازل ہوا ہے۔ خواہ وہ حکم شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔ اگر وہ مدعی عاقل بالغ ہے تو قابل گردن زدنی ہے اور اگر عاقل بالغ نہیں تو اس سے اعراض کریں گے۔

حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا تو فاروقؓ اعظم جیسے شخص

کا بیخودی میں یہ حال ہوا کہ تلوار لے کر بیٹھ گئے اور یہ کہنے لگے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ محمد رسول اللہ کا انتقال ہو گیا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ صدیق اکبرؓ آئے اور ان کلمات کو سنتے ہوئے گزر گئے۔ اور منبر نبوی پر جا کر خطبہ دیا۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم انک میت و انهم میتون۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ابو بکر صدیقؓ کے خطبہ سے ہماری آنکھیں کھل گئیں اور فاروقؓ اعظم کو بھی اس حالت سے افاقہ ہو گیا۔

اب قابل غور امر یہ ہے کہ فاروق اعظمؓ کی زبان سے جو کلمات نکلے وہ غلبہ حال میں نکلے حقیقت کے بالکل خلاف تھے۔ مگر چونکہ وہ ایک سکر اور بیخودی کی حالت تھی اس لیے صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کو معذور سمجھ کر سکوت کیا اور کسی قسم کی ملامت نہیں کی اور اتباع صدیق اکبرؓ کا کیا، کیونکہ وہ مغلوب الحال نہ تھے۔

شیخ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ صدیق اکبرؓ خلیفہ بلا فصل ہوئے۔ نبیؐ کا خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو حال پر غالب ہو اور جس پر حال غالب آ جائے وہ خلیفہ بلافصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام کبھی مغلوب الحال نہیں ہوتے انبیاء کرامؑ ہمیشہ حال پر غالب رہے ہیں۔ اس لیے حضرات صوفیاءؒ کے اس قسم کے شطحیات شرعاً حجت نہیں اور نہ ان کا اتباع جائز ہے۔ البتہ وہ حضرات معذور ہیں۔ اور ان پر ملامت جائز نہیں۔ جیسے حضرات صحابہؓ نے نہ تو فاروق اعظمؓ کا اس قول میں اتباع کیا اور نہ ان پر کوئی ملامت کی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ حضرات صوفیاء کے ان اقوال کا ہرگز اتباع نہ کریں۔ جو ان سے خاص حالات میں بے اختیار نکل گئے ہیں۔ بلکہ ان اقوال کا اتباع کریں جو انہوں نے سلسلہ عقائد کے بیان میں لکھے ہیں۔ (احتساب قادیانیت ج ۲، ص ۱۴۳ تا ۱۴۷)

مولانا کاندھلویؒ مزید لکھتے ہیں۔

شیخ محی الدین بن عربیؒ اور کل اولیاءؒ اور عارفینؒ اور تمام صوفیائے کرامؒ اس پر متفق ہیں کہ نبوت ختم ہو گئی اور نبی اکرم ﷺ خاتم الانبیاء اور آخری نبی ہیں اور جو شخص آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر اور مرتد اور واجب القتل ہے۔ نبوت بالکلیہ منقطع ہو گئی آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کی کوئی نبوت باقی نہیں رہی البتہ نبوت کے

کچھ اجزاء اور کچھ کمالات امت کے افراد میں باقی ہیں حضور ﷺ کے بعد نبوت کی کوئی قسم باقی نہیں کہ جس کے ملنے سے کسی کو نبی کہا جا سکے۔ البتہ نبوت کے کچھ اجزاء اور کچھ خصائل اور کچھ شمائل باقی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

ذهبت النبوة و بقيت المبشرات

ترجمہ:۔ نبوت تو جاتی رہی اور بشارت دینے والے خواب باقی رہ گئے۔

حدیث میں ہے کہ رویائے صالحہ نبوت کا چالیسواں جز ہے اور کمالات نبوت کے ساتھ متصف ہونا اتصاف بالنبوۃ کو مستلزم نہیں۔ جس طرح سر انسان کا جزء ہے مگر سر کو انسان نہیں کہہ سکتے اسی طرح رویائے صالحہ نبوت کا جزء ہے مگر اس کو نبوت نہیں کہہ سکتے اور سچا خواب دیکھنے والے کو نبی نہیں کہہ سکتے اور صوفیاءؒ حضرات کا یہ کلام عین شریعت کے مطابق ہے اور کوئی عالم، علماء شریعت میں سے ان کا منکر نہیں۔

جاننا چاہیے کہ یہاں آیات اور احادیث میں دو مضمون آئے ہیں۔ ایک مضمون تو یہ ہے کہ یہ عہدہ ہی ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا۔ قیامت تک عہدۂ نبوت کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ دوسرا مضمون یہ ہے کہ نبی امی فداہ نفسی و ابی و امی اشخاص انبیاء تمام کے خاتم ہیں۔ پیغمبروں کے جس قدر افراد دنیا میں آنے تھے وہ آ چکے اور نبی اکرم ﷺ اس سلسلہ کے آخر نبی فرد ہیں۔ پہلے مضمون کو حدیث میں اس عنوان سے بیان کیا گیا۔

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يايها الناس انه لم يبق من النبوة الا المبشرات رواه البخاری فی كتاب التعبير۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! نبوت میں سے صرف مبشرات (بشارت دینے والے خواب) باقی رہ گئے ہیں بخاری نے کتاب التعبیر میں روایت کیا ہے۔

اور دوسری حدیث میں ہے ذهبت النبوة و بقيت المبشرات۔

اس قسم کی احادیث عہدۂ نبوت کے ارتفاع اور انقطاع کے بیان کے لیے آئی ہیں اور دوسرا مضمون کو نبی امی ﷺ سلسلہ نبوت کے افراد اور اشخاص کے خاتم ہیں اس کو قرآن کریم نے خاتم النبیین کے عنوان سے اور حدیث نے خاتم الانبیاء اور آخر

الانبیاء اور لا نبی بعدی کے عنوان سے بیان کیا ہے اور یہ دوسرا مضمون پہلے مضمون کے منافی تو کیا ہوتا بلکہ غایت درجہ موید اور مستلزم ہے۔

شیخ محی الدین بن عربیؒ کی یہی مراد ہے کہ نبوت ختم ہوگئی اور نبوت کے کچھ اجزاء اور کمالات اور مبشرات باقی ہیں۔ (احتساب قادیانیت ج ۲، ص ۵۴ تا ۵۶)

علاوہ ازیں جب صد ہا نصوص اور احادیث نبویہ اور آثار صحابہؓ اور تابعینؒ اور کل علماءؒ شریعت و طریقت کی تصریحات سے یہ معلوم ہو گیا کہ ختم نبوت امت محمدیہ ﷺ کا اجتماعی عقیدہ ہے اور خود شیخ اکبرؒ کی بے شمار تصریحات نصوص اور فتوحات وغیرہ میں موجود ہیں کہ نبوت حضور ﷺ پر ختم ہوگئی اور آپ ﷺ آخری نبی ہیں تو پھر ان تصریحات کے بعد شیخ کی مجمل اور مبہم عبارات کو پیش کرنا اور ختم نبوت کے بارے میں شیخ کی صریح عبارات کو نظر انداز کر دینا اور نصوص شریعت اور اجماع امت کے خلاف راہ نکالنا کون سا دین اور عقل ہے۔ (احتساب قادیانیت ج ۲، ص ۵۴ تا ۵۸)

مولانا تھانویؒ کا فتویٰ:

سوال: شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ "لا نبی بعدی" کے یہ معنی ہیں کہ تشریعی نبوت ختم ہو چکی۔ لیکن غیر تشریعی نبوت ختم نہیں ہوئی یہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: شیخ محی الدین ابن عربی کا قول استدلال میں پیش کرنا اولاً تو اصولی غلطی ہے۔ کیونکہ مسئلہ ختم نبوت عقیدہ کا مسئلہ ہے جو باجماع امت بغیر دلیل قطعی کے کسی چیز سے ثابت نہیں ہوسکتا اور دلیل قطعی قرآن کریم اور حدیث متواتر اور اجماع امت کے سوا کوئی نہیں۔ ابن عربی کا قول ان میں سے فرمایئے کس میں داخل ہے۔ اس لیے اس استدلال میں پیش کرنا ہی اصولی غلطی ہے۔ ثانیاً خود ابن عربیؒ اپنی اسی کتاب فتوحات (ج ۳، ص ۳۸ مطبوعہ دارالکتب مصر) میں نیز فصوص میں اس کی تصریح کرتے ہیں کہ نبوت شرعی ہر قسم کی ختم ہو چکی ہے اور جس عبارت کو سوال میں پیش کیا ہے۔ اس کا صحیح مطلب خود فتوحات کی تصریح سے یہ ہے کہ نبوت غیر تشریعی ایک خاص اصطلاح شیخ اکبرؒ کی ہے جو مرادف ولایت ہے۔ نہ وہ نبوت جو مصطلح شرع ہے۔ کیونکہ جمیع اقسام نبوت کے انقطاع پر خود فتوحات کی بے شمار عبارتیں شاہد ہیں۔ ابن

عربی اور دوسرے حضرات کی عبارتیں صریح وصاف رسائل مذکورۃ الصدر میں کچھ مذکور ہیں اور قلمی احقر کے پاس منقول لیکن سب کے نقل کرنے کی فرصت وضرورت نہیں۔

اسی طرح صاحب مجمع البحار اور ملا علی قاری بھی اپنی دوسری تصانیف میں اس کی تصریح کرتے ہیں جو جمہور کا مذہب ہے۔ یعنی ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی ہے۔ آئندہ یہ عہدہ کسی کو نہ ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(امداد الفتاویٰ ج ۲، ص ۱۳۴)

جواب ۸:۔ شیخ ابن عربیؒ اس بات کے معترف ہیں کہ کسی ولی کو نبوت کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔

کسی ولی کو نبوت نہ ملنے پر چھ حوالے:

حوالہ ۱: "وقال الشیخ (ای محی الدین ابن العربی) اعلم ان مقام النبی ممنوع لناد خوله و غایة معرفتنابه من طریق الارث النظر الیه کما ینظرمن هو فی اسفل الجنة الی من هو فی اعلیٰ علیینً و کماینظر اهل الارض الی کواکب السماء۔ وقد بلغنا عن الشیخ ابی یزید انه فتح له من مقام النبوة قدر حزم ابرة تجلیا لا دخولا فکادان یحترق۔"

(الیواقیت والجواہر ص ۷۲، ج ۲)

ترجمہ:۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے فرمایا۔ خوب جان لو نبوت کے مقام میں داخل ہونا ہمارے لیے بالکل ممنوع ہے اور اس مقام کی انتہائی معرفت بطریق ارث کے یہ ہو سکتی ہے کہ ہم اس مقام کی طرف محض نظر کر سکتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے جنت کے تحتانی حصہ والا شخص اعلیٰ علیین والوں کو دیکھتا ہے اور جیسا زمین والے آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ اور ہمیں شیخ ابی یزید سے یہ تحقیقی بات پہنچی ہے کہ درحقیقت نبوت کا مقام سوئی کے ناکے کے برابر (محض) تجلی کی حد تک کھولا گیا ہے۔ داخل ہونے کی حد تک نہیں۔ (اس پر بھی) انسان جل جانے کے قریب ہو جاتا ہے۔

حوالہ ۲: "وقال الشیخ (ای محی الدین العربی) من قال ان اللّٰہ

تعالیٰ امرہ بشئی فلیس ذلک بصحیح انما ذلک تلبیس لان الامر من قسم الکلام و وصیغته و ذلک باب مسدود دون الناس...... فقد بان لک ان ابواب الامر الالهیه و النواهی قدسدت و کل من ادعاها بعد محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم فهو مدعی شریعة اوحی بها الیه سواء وافق شرعنا اوخالف فان کان مکلفا ضربنا عنقه والاضربنا عنه صفحاً۔"

(الیواقیت ص ۳۸، ج ۲)

شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں چیز کا حکم کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ یہ سراسر تلبیس اور فریب ہے کیونکہ حکم دینا کلام کی ایک قسم ہے اور یہ دروازہ لوگوں پر بند ہو چکا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اوامر و نواہی خداوندی کے دروازے اب بند ہو چکے ہیں۔ اب رسول اللہ ﷺ کے بعد جو شخص اس قسم کا دعویٰ کرے تو وہ ایک شریعت کا جو اس کے پاس وحی کے ذریعہ پہنچی دعویدار ہے چاہے وہ ہماری شریعت کے بالکل موافق ہو یا مخالف اور اس قسم کا شخص اگر مکلّف ہو گا تو ہم اس کی گردن مار دیں گے ورنہ ہم اس سے اعراض کریں گے اور اس کو پس پشت ڈال دیں گے۔

حوالہ ۳: شیخ اکبر، اپنے شیخ ابوالعباس کی دعا نقل کرتے ہیں۔

"اللهم انک سددت باب النبوة والرسالة دوننا ولم تسد باب الولایة۔"

(فتوحات مکیہ ج ۲ باب ۲۷ ص ۹۷ سوال ۹۳)

اے اللہ تو نے ہمارے لیے نبوت و رسالت کا دروازہ تو بند کر دیا ہے مگر ولایت کا دروازہ بند نہیں کیا۔

حوالہ ۴: "انما انقطع الوحی الخاص بالرسول و النبی من نزول الملک علیٰ اذنه و قلبه و تحجیر لفظ اسم النبی و الرسول۔"

(فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۱۵۵، ص ۲۵۳)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں شبہ نہیں کہ جو وحی انبیاء اور رسولوں پر آتی تھی وہ موقوف ہو گئی اور کسی کو نبی اور رسول کہنا ممنوع ہو گیا۔

حوالہ ۵: "واعلم انّ لنا من اللّٰہ الالهام لا الوحی فان سبیل الوحی

قد انقطع بموت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقد کان الوحی قبلہ ولم یجیٔ خبر الٰھی ان بعدہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) وحیا کما قال اللّٰہ تعالیٰ ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک ولم یذکر وحیاً بعدہ۔"

(فتوحات مکیہ ج ۳ باب ۳۵۳، ص ۲۳۸)

اے مخاطب! تو معلوم کرلے کہ امت محمدیہ کے لیے اللہ کی طرف سے الہام ہے وحی نہیں ہے، وحی کا آنا رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد سے بند ہو گیا البتہ آپ ﷺ سے پیشتر انبیاء کو وحی آتی تھی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر آپ ﷺ سے پیشتر انبیاء علیہ السلام پر وحی آنے کی خبر دی ہے اور آپ ﷺ کے بعد کسی پر وحی آنے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں آیا۔

حوالہ ۶: "زال اسم النبی بعد محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔"

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد نبی کا نام اٹھایا گیا ہے یعنی اب کوئی شخص امت محمدیہ میں سے نبی نہیں کہلا سکتا۔ (فتوحات مکیہ ج ۲، ص ۶۴)

عقیدۃ الامت سے چند اقتباس:

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے شیخ ابن عربیؒ کے حوالے سے عقیدۃ الامتہ میں عمدہ بحث کی ہے، ذیل میں ان کی تحقیقات کے چند نمونے نقل کیے جاتے ہیں۔

فما بقی للاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوت الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر الالھیۃ والنواھی فمن ادعا ھابعد محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم فھو مدع شریعۃ اوحی بھاالیہ سواء وافق بھا شرعنا اوخالف۔

ترجمہ:۔ پس نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد اولیاء کے لیے صرف معارف باقی رہ گئے ہیں اور اوامر ونواہی کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ پس اگر کوئی محمد ﷺ کے بعد یہ دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی حکم دیا ہے یا کسی بات سے منع کیا ہے تو وہ مدعی شریعت ہے۔ خواہ اس کی وحی شریعت محمدیہ کے موافق ہو اور خواہ مخالف۔ وہ مدعی شریعت ضرور ہے۔ (فتوحات مکیہ ج ۳، ص ۳۹)

اس عبارت نے واضح کر دیا کہ

(۱) شیخ اکبرؒ کے نزدیک مدعی شریعت صرف وہی نہیں جو شریعت محمدیہ کے بعد احکام جدیدہ یکسر لے کر آئے بلکہ وہ مدعی نبوت جس کی وحی بالکل شریعت محمدیہ کے موافق ہو وہ بھی مدعی شریعت ہے اور یہ دعویٰ بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔

(۲) آنحضرت ﷺ کے بعد جس طرح نئی شریعت کا دعویٰ ختم نبوت کا انکار ہے شریعت محمدیہ کی موافق وحی کا دعویٰ بھی ختم نبوت کا انکار ہے۔ حضور کے بعد یہ سلسلہ وحی منقطع ہے۔

(۳) شیخ اکبرؒ کے نزدیک تشریعی نبوت سے مراد وہ نبوت ہے جسے شریعت نبوت کہے خواہ وہ نبوت شریعت جدیدہ کی مدعی ہو اور خواہ شریعت محمدیہ کی موافقت کا دعویٰ کرے پس غیر تشریعی نبوت سے مراد وہ کمالات نبوت اور کمالات ولایت ہوں گے جن پر شریعت نبوت کا اطلاق نہیں کرتی اور وہ نبوت نہیں کہلاتے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ) کی مذکورہ بالا عبارت ہم نے علامہ شعرانی کے حوالے سے لکھی ہے۔ اصل کتاب الفتوحات المکیہ میں یہ عبارت مختلف الفاظ میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شعرانی نے شیخ اکبر کی باتوں کو کہیں کہیں اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ لیجیے ہم یہ عبارت شیخ اکبر کے اصل الفاظ سے پیش کرتے ہیں۔

اعلم ان لنا من اللہ الالھام لا الوحی فان سبیل الوحی قد انقطع بموت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان وحی قبلہ ولم یجیٔ خبر الٰھی ان بعدہ وحیا کما قال و لقد اوحی الیک والی الذین من قبلک ولم یذکرو حیا یعدہ و ان لم یلزم ھذا اوقد جاء الخبر النبوی الصادق فی عیسیٰ علیہ السلام وقد کان ممن اوحی الیہ قبل رسول اللہ انہ علیہ السلام لایومنا الابنا ای بسنتنا فلہ الکشف اذانزل والالھام کما لھذہ الامۃ ولایتخیل فی الالھام انہ لیس بخبر الٰھی۔

(فتوحات ج۳، ص۲۳۸، باب ۳۵۳)

ترجمہ:۔ جان لو کہ اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف الہام ہے وحی نہیں...... وحی کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کی وفات پر منقطع ہو چکا ہے...... آپ

سے پہلے بے شک یہ وحی کا سلسلہ موجود تھا...... اور ہمارے پاس کوئی الٰہی خبر نہیں پہنچی کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی کوئی وحی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ ولقد اوحی الیك والی الذین من قبلك لئن اشرکت لیحبطن عملك۔

(پ۲۴ الزمر آیت ۶۵ ع ۷)

ترجمہ:۔ اور وحی کی گئی تیری طرف اور تجھ سے لوگوں کو اگر تم نے شریک مان لیا تو اکارت جائیں گے تیرے عمل اور تو ہو گا خسارہ میں۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے بعد کسی وحی کا ذکر نہیں کیا۔

ہاں آنحضرت ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ سچی خبر پہنچی ہے اور آپ بے شک ان لوگوں میں ہیں جن کو حضور ﷺ سے پہلے نبوت ملی کہ آپ جب اس امت کی قیادت کریں گے تو ہماری شریعت کے مطابق عمل کریں گے...... آپ جب نازل ہوں گے تو آپ کے لیے مرتبہ کشف بھی ہو گا اور الہام بھی...... جیسا کہ یہ مقام امت کے اولیاء اللہ کے لیے ہے...... الہام میں یہ بات خیال میں نہیں آتی کہ یہ الٰہی خبر نہیں ہے الہام کا سرچشمہ بھی تو اسی کی ذات ہے۔

دیکھیے یہاں کس صراحت سے اس امت کے لیے سلسلہ وحی بند بتلایا گیا ہے۔ اگر حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کی کوئی وحی جاری ہوتی تو شیخ اکبر ابن عربی اس کے یہاں اس طرح مطلقاً بند ہونے کو بیان نہ کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی آمد ثانی پر اگر کوئی وحی اترے تو وہ الہام کے معنی میں ہو گی وحی اصطلاحی نہ ہو گی جو صرف نبیوں پر آتی ہے وہ نئی شریعت کے ساتھ ہو یا پہلی شریعت کے ساتھ...... وحی آخر وحی ہے کسی قسم کی ہو اور اب یہ سلسلہ وحی ابن عربی کے ہاں قیامت تک کے لیے مسدود ہے۔ وحی کے یہ دونوں پیرائے ہم ابن عربی کے الفاظ میں پہلے نقل کر آئے ہیں۔

سواء وافق بھا شرعنا اوخالف (فتوحات مکیہ ج ۲، ص ۳۹)

ترجمہ:۔ وحی شریعت ہے ہماری شریعت کے مطابق ہو یا اس سے مختلف

چند فوائد

ختم نبوت کے متعلق ابن عربی کی وضاحت:۔

☆ قدختم اللہ تعالیٰ بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم جمیع الشرائع فلارسول بعدہ یشرع ولانبی بعدہ یرسل الیہ بشرع یتعبد بہ فی نفسہ انما یتعبد الناس شریعتہ الیٰ یوم القیامۃ۔
(فتوحات مکیہ باب ۴۶۲، بحوالہ الیواقیت والجواہر ج ۲، ص ۳۷)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت محمد پر تمام شرائع ختم کر دی ہیں پس ان کے بعد کوئی صاحب شریعت رسول نہیں اور نہ ہی کوئی نبی ہے جس کی طرف شریعت بھیجی جائے کہ وہ اس کے مطابق بذات خود عبادت کرے۔ تحقیق لوگ قیامت تک حضور علیہ السلام کی شریعت کے مطابق عبادت کرتے رہیں گے۔

☆ ھذا باب اغلق بموت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلا یفتح لاحد الیٰ یوم القیامۃ ولکن بقی الاولیاء وحی الالھام لاتشریع فیہ۔
(ایضاً بحوالہ بالا)

ترجمہ:۔ یہ دروازہ حضور علیہ السلام کے وصال کے ساتھ بند کر دیا گیا پس وہ قیامت تک کسی کے لیے نہ کھولا جائے گا لیکن اولیاء کے لیے وحی الہام باقی ہے اس میں شریعت نہیں ہے۔

شیخ ابن عربیؒ نے مختلف تعبیر کیوں اختیار کی؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بظاہر نظر حدیث لانبی بعدی اور حدیث لم یبق من النبوۃ الاالمبشرات میں تضاد محسوس ہوتا ہے۔
شیخ ابن عربیؒ نے اس حوالہ سے لکھا "قالت عائشۃ اول مابدی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤ یافکان لایری الرؤ یا الاخرجت مثل فلق الاصباح وہی التی ابقی اللہ علی المسلمین وھی من اجزاء

النبوة لما ارتفعت النبوة بالكلية و لهذا قلنا انما ارتفعت نبوة التشريع فهذا معنى لانبي بعده۔ (فتوحات مکیہ ج ۲ باب ۷۳، سوال ۲۵)

ترجمہ:۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو وحی سے پہلے سچے خواب نظر آتے تھے جو چیز رات کو خواب میں دیکھتے تھے۔

وہ خارج میں صبح روشن کی طرح ظہور پذیر ہو جاتی تھیں اور یہ وہ چیز ہے جو مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ نے باقی رکھی ہے اور یہ سچا خواب نبوت کے اجزاء میں سے ہے۔ پس اس اعتبار سے نبوت کلی طور پر بند نہیں ہوتی اور اس وجہ سے ہم نے کہا کہ لا نبی بعدی کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت تشریعی باقی نہیں رہی۔

شیخ ابن عربی کی مذکورہ تحریر سے معلوم ہوا کہ:

- حضور علیہ السلام پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔
- اجزائے نبوت و کمالات نبوت میں سے اچھے خوابوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔
- شیخ اکبر، اولیاء اللہ کے الہامات و مبشرات کو اگرچہ اپنی مخصوص اصطلاح کے مطابق نبوت کا نام دیتے ہیں جو کہ لغوی اعتبار سے ہے۔ لیکن وہ کسی ولی کو غیر تشریعی نبی اور مفترض الطاعۃ نہیں کہتے۔ نہ ہی کسی ولی کے انکار کو کفر کہتے ہیں۔ اولیاء کی نبوت ان کے ہاں بمعنی خبر و ولایت ہے جس کا احکام امر، نہی، شریعت و رسالت سے کوئی تعلق نہیں۔
- شیخ اولیاء اللہ کے لیے جس الہام و اخبار من اللہ کو نبوت سے تعبیر کر رہے ہیں وہ اس نبوت کو حیوانات میں بھی جاری مانتے ہیں۔

"وهذا النبوة جارية سارية فى الحيوان مثل قوله تعالىٰ واوحىٰ ربك الى النحل۔" (فتوحات مکیہ ج ۲، باب ۱۵۵، ص ۲۵۴)

ترجمہ:۔ اور یہ نبوت حیوانات میں بھی جاری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔"

- اصطلاحی نبوت جس میں جبرائیل علیہ السلام انبیاء پر وحی لے کر آئے ہیں

اسے وہ ختم سمجھتے ہیں۔فرماتے ہیں۔اسم النبی زال بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فانہ زال التشریع المنزل من عنداللّٰہ بالوحی بعدہ۔

(فتوحات مکیہ ج ۲، ص ۵۸، باب ۷۳، سوال ۲۵)

ترجمہ:۔ آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا لفظ کسی پر نہیں بولا جا سکتا اس لیے کہ آپ کے بعد وحی جو تشریعی صورت میں صرف نبی پر آتی ہے ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی ہے۔

خلاصۂ بحث:

حاصل کلام کے طور پر چند نکات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

- حضور علیہ السلام پر نبوت ختم ہو چکی ہے البتہ بعض کمالات نبوت باقی ہیں جیسے مبشرات یعنی اچھے خواب...... نبوت کے بعض اجزاء باقی رہ جانے کی وجہ سے نبوت کے جاری ہونے پر استدلال کرنا ایسا ہی ہے جیسے جزو کو کل، ایک انگلی کو ہاتھ ایک بازو کو انسان کہہ دینا۔
- شیخ ابن عربیؒ کا ختم نبوت کے متعلق وہی نظریہ ہے جو جمہور امت کا ہے۔ البتہ شیخ نے صرف تشریعی نبوت بند ہونے کی بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر لکھی ہے۔
- شیخ اکبرؒ نے بعض جگہ اجزائے نبوت کو نبوت سے تعبیر کیا ہے۔ اگر ایسی عبارات کی نسبت ان کی طرف صحیح تسلیم کر لی جائے تو جواب یہ ہے کہ شیخ اکبر کی مخصوص اصطلاح ہے۔ ہمارے دعویٰ کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ امت میں سے الہامات ومبشرات کا درجہ پانے والوں کو شیخ نے کسی جگہ ایسا نبی نہیں قرار دیا جس پر جبرائیل علیہ السلام وحی لائے ہوں اور وہ واجب الاتباع ہو۔
- علامہ شعرانیؒ کے نزدیک یہ بات یقینی اور ناقابل تردید ہے کہ شیخ ابن عربیؒ کی کتب میں کافی ردو بدل کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے بھی اجرائے نبوت کا شبہ پیدا کرنے والی عبارات ان کی طرف منسوب کرنا درست نہ ہوگا۔
- مرزا قادیانی نے شیخ ابن عربی کو ملحد اور زندیق قرار دیا ہے جبکہ مرزا کے

ماننے والے اجرائے نبوت کے اثبات کے لیے ابن عربی کا سہارا لیتے ہیں۔ انہیں کچھ شرم نہیں آتی کہ وہ بقول مرزا ایک ملحد کی عبارات سے سہارا لے رہے ہیں۔

● شیخ ابن عربی اپنی مخصوص اصطلاحات کے باوجود متعدد مقامات پر واضح الفاظ میں ختم نبوت کا اعتراف کرتے ہیں، اس کے حوالہ جات گزر چکے ہیں۔

امام راغب اصفہانیؒ کا مذہب

تفسیر بحر محیط میں امام راغبؒ کی ایک عبارت نقل ہے۔ ''الفضل'' والے نے اصل عبارت بمعہ ترجمہ اپنے مطلب کے موافق ذکر کیا ہے۔ ہم آپ کو ''الفضل'' کی زبانی اس عبارت کا ترجمہ پیش کر دیتے ہیں...... امام راغبؒ نے کہا ہے کہ خدا تعالیٰ ان چار گروہوں میں شامل کرے گا۔ مقام اور نیکی کے لحاظ سے نبی کو نبی کے ساتھ اور صدیق کو صدیق کے ساتھ شہید کو شہید کے ساتھ اور صالح کو صالح کے ساتھ اور راغبؒ نے جائز قرار دیا ہے۔ کہ من النبیین کا تعلق و من یطع اللّٰہ و الرسول سے ہو۔ (تفسیر بحر محیط ص ۲۸۷ ج ۳ مطبوعہ مصر ''الفضل'' خاتم النبیین نمبر ۲۷، جولائی ۵۲، ص ۱۸ کالم ۲)

حضرات! امام راغبؒ نے یہ ایک احتمال ذکر کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو نبی نبیوں میں سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔ تو وہ اللہ سے انعام پانے والوں کے ساتھ ہوگا۔ اس میں اشکال کیا ہے۔ اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول کے بعد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کر کے انعام پانے والوں کی جماعت میں شامل ہوں گے۔ مگر بات یہ ہے۔ کہ اس ضعیف سے احتمال سے امام راغب کو خواہ مخواہ اجرائے نبوت کے مدعیوں کی صف میں کیوں شمار کیا جا رہا ہے امام راغبؒ تو صاف طور پر خود اپنی تصنیف ''مفردات القرآن'' میں علی الاعلان ختم نبوت کے قائل ہیں۔ آنحضور ﷺ کی آمد سے نبوت کے اتمام و اختتام پر بالتصریح اقرار کرتے ہیں۔ مرزائیوں کو کیا حق ہے۔ کہ ان اعلانات واضح کے بعد بھی ان کے مسلک کو احتمالات و اشارات میں ڈال کر مشتبہ بنا دیں۔ سنیے کہتے ہیں کہ۔

• خاتم النبیین لانہٗ ختم النبوۃ ای تممھا بمجیئہ (مفردات امام راغب ص ۱۴۲ تحت معنی ختم)

ترجمہ:۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اس لیے آپ نے اپنی آمد سے اس نبوت کو

تمام کر دیا۔ اور مکمل کر دیا ہے۔

مرزائیو! آپ کے ہاتھوں ہی انصاف ہے۔ وہ اشارہ و احتمال بہتر ہے۔ جو امام راغب کا کوئی دوسرا شخص نقل کر رہا ہے۔ یا یہ صاف، تصریح اچھی ہے جس کو خود امام راغبؒ نے اپنی مصدقہ تصنیف میں بلا احتمال ذکر کیا ہے۔

استدراک:

قادیانی استدلال کی مزید تحقیق:

امام راغب اصفہانیؒ کے حوالے سے چند نکات قابل غور ہیں۔

(۱) تفسیر البحر المحیط میں امام راغبؒ کی طرف غلط نسبت کی گئی۔ آیت کی ایسی توجیہ جو نحوی اور معنوی دونوں اعتبار سے غلط ہو، امام راغب جیسا مفسر اختیار نہیں کر سکتا۔

(۲) مَنْ یطع اللہ و الرسول الخ کی تفسیر میں امام راغبؒ نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "الذریعة الیٰ مکارم الشریعة" اگر مذکورہ بات امام راغب نے لکھنی ہوتی تو وہ اس کتاب میں ضرور لکھتے۔ ان کا اس کتاب میں نہ لکھنا اس امر کی دلیل ہے کہ مذکورہ عبارت ان کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے۔

(۳) قادیانیوں کی بددیانتی کی داد دیجیے کہ وہ مذکورہ عبارت تو پیش کرتے ہیں لیکن اس کے فوراً بعد علامہ اندلسیؒ نے جو اس کا رد لکھا ہے وہ پیش نہیں کرتے...... علامہ اندلسیؒ لکھتے ہیں۔

هذا الوجه الذی هو عنده ظاهر، فاسد من جهة المعنی و من جهة النحو اما من جهة المعنی فان الرسول هنا هو محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم اخبر اللّٰہ تعالیٰ ان من یطیعه و یطیع رسوله فهو مع من ذکر و لو کان من النبیین متعلقا بقوله و من یطع اللّٰہ والرسول لکان قوله من النبیین تفسیراً لمن فی قوله و من یطع فیلزم ان یکون فی زمان الرسول او بعده انبیاء یطیعونه و هذا غیر ممکن لانه قد اخبر اللّٰہ تعالیٰ ان محمداً هو خاتم

النبیین و قال ھو صلی اللّٰہ علیہ وسلم لانبی بعدی و اما من جھۃ النحوفما قبل فاء الجزاء لایعمل فیما بعد ھا۔

(البحر المحیط ۳/۲۸۷)

ترجمہ:۔ یہ بات جو اس کے ہاں واضح ہے معنوی اور نحوی ہر لحاظ سے غلط ہے معنوی لحاظ سے اس طرح کہ رسول سے مراد یہاں حضور اکرم ﷺ ہیں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو اس کی اور اس کے اس رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان کے ساتھ ہوگا جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر من النبیین متعلق ہو من یطع اللہ والرسول کے تو من النبیین سے مراد من یطع کی تفسیر ہوگی اور لازم آئے گا کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں یا آپ کے بعد بھی کچھ اور انبیاء ہوں جو آپ کی پیروی کرتے رہیں اور یہ ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور حضور ﷺ نے لانبی بعدی فرمادیا۔ اور اس ترکیب کا نحوی لحاظ سے غلط ہونا اس وجہ سے ہے کہ فاجزائیہ سے پہلے کی بات، فاء جزائیہ کے بعد عمل نہیں کرتی۔

علامہ اندلسیؒ کی اس وضاحت کے بعد امام راغب کی طرف منسوب اس عبارت اور ان پر الزام کی وہی حیثیت رہ جاتی ہے جو کہ مرزا قادیانی کی نبوت کی ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ کے اشعار مثنوی سے بے جا استدلال

مثنوی شریف سے چند اشعار مختلفہ نقل کر کے ایسے ترتیب دے دیئے ہیں کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک ہی مقام سے علی الترتیب منقول ہیں پہلا شعر یہ ہے۔

فکر کن در راہ نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر اُمتے

دوسرا شعر ہے

عقل کامل را قرین کن باخرد
تاکہ بازآئد خردزان خوئے بد

دوسرا شعر عقل کامل را الخ پہلے شعر فکر کن کے قریب کہیں نہیں ملتا۔ آس پاس بہتیری تلاش کے باوجود کوئی پتہ نہیں چلا۔ اسی طرح متصل کر کے انہوں نے یہاں یہ شعر ذکر کیے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہ سب متفرق مقامات سے لے کر ان کو یکجا کیا گیا ہے۔ ذکر میں سیاق سباق کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ اس قسم کی چھوٹی موٹی چالاکیاں مرزائیوں کا ادنیٰ سا کرتب ہے۔ ان کے لیے یہ معمولی بات ہے کہ کہیں کا شعر کہیں سے جوڑ دیا کوئی بڑی بات نہیں۔ بہر کیف اول الذکر شعر سے اجرائے نبوت کے مسلک کی تائید حاصل کرنا مرزائیوں کا مقصد ہے۔ ترجمہ شعر مذکور یہ ہے۔ کہ ”اچھی خدمت کے راستہ میں تو فکر اور تدبیر کرتا کہ امت کے اندر نبوت پا سکے گا۔“
(دفتر پنجم مثنوی ص ۴۰۲ باب در تفاوت عقول از اصل فطرت الخ طبع نولکشور لکھنؤ)

ہم جواباً عرض کرتے ہیں۔

کہ ساری مثنوی شریف میں یہی دو چند اشعار آپ کو نظر آئے ہیں۔ دوسرے مواقع جہاں مولانا رومؒ نے اس مسئلہ ختم نبوت کو صاف ظاہر کیا ہے۔ وہ اشعار بھی ساتھ ساتھ ذکر کر دیتے ہیں۔ تاکہ ہر ایک نتیجہ اخذ کرنے میں متردد نہ ہوتا اور ٹھیک اور صحیح مطلب مولانا کی کلام سے بسہولت حاصل کر سکتا۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ صاحب

مثنوی اس مسئلہ میں جمہور مسلمانوں کے ساتھ بالکل متفق ہیں۔

(۱) چنانچہ دفتر چہارم کی آخری حکایت میں یہود و نصاریٰ کی حالت جو حضور ﷺ کی بعثت کے وقت تھی۔ اس کو بیان کرتے ہوئے مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

ایں ہمہ انکار کفراں زاد شان
چوں درآمد سید آخر زمان

(دفتر چہارم حکایت دربیان اعتقاد یہود ونصاریٰ طبع نولکشور لکھنؤ)

یعنی جب سردار آخر الزمان ﷺ تشریف لائے۔ اس زمانہ یہود و نصاریٰ کا سارا سرمایہ کفران ہی کفران تھا۔

اس لقب کے ساتھ مولانا کا حضرت نبی کریم صلعم کو تعبیر کرنا صاف ختم نبوت جتلا رہا ہے۔ اور بغیر کسی تاویل کے یہ الفاظ مستعمل ہیں۔

(۲) دوسری جگہ دفتر پنجم میں نبی کریم ﷺ کے ایک مہمان کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یا رسول اللہ رسالت راتمام
تو نمودی ہمچو شمس بے غمام

یعنی اے اللہ کے رسول جیسے بادل کے بغیر سورج چمک رہا ہو۔ ایسے آپ نے رسالت کو تمام فرما دیا ہے۔ رسالت کی تمامیت میں کوئی شبہ و اشتباہ باقی نہیں رہا۔

(دفتر پنجم ص ۳۹۸، ایمان عرض کردن مصطفیٰ علیہ السلام مہمان را۔ طبع نولکشور لکھنؤ)

مولانا کے ان اقوال و اشعار کو سامنے رکھنے کے بعد اس مذکورہ بیت کا مطلب بشرط انصاف اپنی جگہ صحیح اور درست ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ نیک راہ میں سعی و تدبیر کرنے سے فیضانِ نبوت اور کمالات رسالت سے مومن شرف یاب ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ اہل اللہ لوگ حسب استعداد مراتب حاصل کرتے ہیں۔

(۳) نیز مولانا روم اپنی مثنوی میں نبوت کے دعویٰ کرنے والوں کے کئی مقامات میں واقعات ذکر کرتے ہیں۔ اور ان کے جھوٹ اور کذب پر پورا تبصرہ فرماتے ہیں۔ اگر مولانا کے نزدیک نبوت کا سلسلہ جاری رہا تو ایسے لوگوں کے حالات کی تائید کرنی چاہیے تھی۔ اور ان کے واقعات کو درست قرار دینا چاہیے تھا۔ الٹا ان کی

کذب بیانی واضح کی جاتی ہے۔

استدراک:

ایک شعر کی تحقیق:

فکر کن در راہ نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر امتے

مولانا روم کے اس شعر کو قادیانی اپنی مایۂ ناز دریافت سمجھتے ہیں اور مولانا روم کی طرف اجرائے نبوت کے عقیدہ کی غلط نسبت کرتے ہیں۔ شرح مثنوی سے اس کا صحیح مفہوم لکھا جاتا ہے تاکہ قادیانی دجل وفریب واضح ہو سکے۔

مطلب:۔ شعر کے لفظ امتے میں یائے مصدری ہے یعنی امت ہونا مگر ترجمہ میں یہ لفظ ضرورۃً بیائے نسبت استعمال ہوا ہے۔ نبوت یابی سے کمالات نبوت کا حصول مراد ہے اور ان کا حصول امتی کے لیے جائز ہے کہ اس سے امتی کا نبی ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ نبی کے لیے کمالات نبوت اصالۃً ثابت ہوتے ہیں اور امتی کے لیے تبعاً مفتاح العلوم کے مصنف کے نام درج کرنا چاہیے۔

(مثنوی مولانا روم دفتر پنجم ص ۹۸ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

مولانا قاضی سجاد حسین میرٹھیؒ مثنوی مترجم کے حواشی میں شعر مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں ”انسان خدمت گزاری کی تدبیر اختیار کرے تو انبیاء کے اخلاق سے متصف ہو جائے گا اور امتی ہوتے ہوئے اس میں انبیاء کے اوصاف پیدا ہو جائیں گے۔“

(مثنوی مولانا روم مترجم از قاضی سجاد حسینؒ میرٹھی
دفتر پنجم ص ۵۷ مطبوعہ الفیصل اردو بازار لاہور)

ان دونوں حوالوں سے معلوم ہوا کہ مذکورہ شعر میں نبوت سے کمالات نبوت اور اوصاف نبوت مراد ہیں۔ نبوت مراد نہیں ہے۔

مولانا روم کا عقیدہ ختم نبوت:

(الف) زیں حکایت کرد آں ختم رسل　　از ملیک لایزال ولم یزل
سکہ شاہاں ہمی گردد دگر　　سکہ احمد بیں تامستقر
ایں ہمہ انکار کفراں زاد شاں　　چوں درآمد سید آخر الزمان

(بحوالہ احتساب قادیانیت ج۱، ص۱۴۳)

(ب) مولانا روم نے مثنوی کے کئی مقامات پر مدعیان نبوت کے واقعات تحریر کیے ہیں مثلاً۔

(۱) آپ نے عنوان باندھا ہے قصہ آں شخصے کہ دعوی پیغمبری مے کرد گفتندش کہ چہ خوردۂ کہ گیج شدۂ ویا وہ میگوئی الخ

اس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

آں یکے مے گفت من پیغمبرم　　وز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم
گردنش بستند و بر دندش بشاہ　　کایں ہمی گوید رسولم ازالٰہ
خلق بروے جمع چوں مور و ملخ　　کہ چہ مکرست وچہ تزویر وچہ فخ

(مثنوی دفتر پنجم ص ۶۵ مع شرح بحر العلوم مطبوعہ نول کشور لکھنو)

(۲) آپ نے عنوان باندھا ہے "پرسیدن شاہ ازاں مدعی نبوت کہ آنکہ رسول براستیں باشد و ثابت شود باوچہ باشد کہ کسے را بخشد الخ۔" اس عنوان کے تحت انیس اشعار میں بادشاہ کی نصیحت تفصیلی طور پر نقل کی ہے جو اس نے ایک مدعی نبوت کو کی تھی، دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

(مثنوی دفتر پنجم ص ۶۹، مع شرح بحر العلوم مطبوعہ نول کشور لکھنو)

مولانا روم کی ان وضاحتوں کے باوجود ان کی طرف اجرائے نبوت کے عقیدہ کی نسبت کرنا اول درجہ کی بے حیائی و دیدہ دلیری ہے۔

تتمہ بحث:

مذکورہ بالا شعروں کے علاوہ مولانا رومؒ کے درج ذیل اشعار بھی قادیانی

اجزائے نبوت کے اثبوات کے لیے پیش کرتے ہیں۔

(ا) معنی ختم علیٰ افواھھم این شناس این ست را ہرورا مہم

کہ ختم علی افواھھم کے معنی سمجھنے کی کوشش کرو کیونکہ یہ رسالت کے راستہ میں ایک مشکل ہے۔

(ب) تازِ راہِ خاتمِ پیغمبراں بو کہ خیز د زلب ختم گراں

یعنی تا کہ ممکن ہے کہ لب ہلانے سے خاتم النبیین کے راستے سے ایک بھاری ختم اٹھ جائے۔

(ج) ختمہائے کا نبیاء بگذاشتند آں بدین احمدی برداشتند

بہت سے ختم جو پہلے نبی چھوڑ گئے تھے وہ سب دین احمدی میں اٹھا دیئے گئے۔

(د) قفلہائے ناکشودہ ماندہ بود از کف انا فتحنا برکشود

یعنی بہت سے تالے بند پڑے ہوتے تھے مگر آنحضرت صلعم نے اِنَّـا فَتَحْنَا کے ہاتھ سے سب کھول دیئے۔

(ہ) او شفیع است ایں جہان وآں جہاں ایں جہاں در دین و آنجا در جناں

یعنی آنحضرت ﷺ دونوں جہانوں میں شفیع ہیں اس جہان میں دین کے اور اگلے جہان میں جنت کے۔

(و) پیشہ اش اندر ظہور و در مکون اِهْدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

ظاہر و باطن میں آنحضرت صلعم کا وظیفہ یہی تھا کہ اے خدا میری قوم کو ہدایت دے کہ انہیں علم نہیں ہے۔

(ز) باز گشتہ از دم او ہر دو باب در دو عالم دعوت او مستجاب

آپ ﷺ کے دم سے دونوں دروازے کھل گئے اور دونوں جہان میں آپ ﷺ کی دعا مستجاب ہوئی۔

(ح) بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود مثل او نے بود نے خواہند بود

آپ ﷺ ان معنوں میں ''خاتم'' ہیں کہ بخشش میں نہ آپ ﷺ کے برابر کوئی ہوا اور نہ ہو گا۔

(ط) چونکہ در صنعت برد استاد دست نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست

جس طرح جب کوئی استاد صنعت میں سبقت لے جاتا ہے تو کیا تم یہ نہیں کہتے کہ اے استاد! تجھ پر کاریگری ختم ہے؟

(ی) ورکشادِ ختمہا تو خاتمی   درجہان روح بخشاں حاتمی

اے نبی صلعم! تو ہر قسم کے "ختموں" کو کھولنے کی وجہ سے "خاتم" (یعنی افضل) ہے اور روح پھونکنے والوں میں تو حاتم کی طرح ہے۔

(ک) ہست اشارات محمد ﷺ المراد   کل کشاد، اندر کشاد، اندر کشاد

الغرض محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم یہ ہے کہ سب رستے کھلے ہی کھلے ہیں کوئی بھی بند نہیں ہے۔

(ل) صد ہزاراں آفریں برجانِ او   ہر قدوم و دور فرزندان او

آنحضرت صلعم اور آپ ﷺ کے فرزندوں کی تشریف آوری اور ان کے دور پر لاکھوں آفریں۔

(م) آں خلیفہ زادگانِ مقبلش   زادہ انداز عنصر جان ودلش

وہ اس کے اقبال مند جانشین اس کے عنصر جان و دل سے پیدا ہوئے ہیں۔

(ن) گرز بغداد دہرے و از رے اند   بیمزاجِ آب و گل نسل وے اند

وہ خواہ بغداد یا ہرے یا رے کے رہنے والے ہوں۔ مٹی اور پانی کے اثر سے بے نیاز ہو کر وہ حضور ﷺ ہی کی نسل سے ہیں۔

(س) شاخ گل ہر جا کہ روئید ہم گل است   خم مل ہر جا کہ جو شد ہم مل است

گلاب کی شاخ جہاں بھی اگے وہ گلاب ہی ہے اور شراب کا مٹکا جہاں بھی جوش مارے وہ مٹکا ہی ہے۔

(ع) گرز مغرب برزند خورشید سر   عین خورشید است نے چیزے دگر

اگر آفتاب مغرب سے نکلے تو بھی وہ آفتاب ہی ہے۔

(مثنوی مولانا روم دفتر ششم ص۸ مطبع نولکشور ۱۹۱۶ء)

(احمدیہ پاکٹ بک ص ۲۷۷، ۲۷۸، طبع جدید)

تجزیہ:

ہم مذکورہ سولہ اشعار کا صحیح معنی و مطلب مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا رومؒ سے نقل کر کے قارئین کو دعوت انصاف دیتے ہیں۔

معنی نختم علیٰ افواھھم　　　ایں شناس انیست رہرو راا ھم

ترجمہ:۔ (آیہ) نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ (یعنی ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے) کے معنی یہی سمجھو۔ (اور) یہ بات سالک کے لیے (سمجھنا) بہت ضروری ہے۔

مطلب:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور یہ بات نہیں کرنے پائیں گے۔ اور جیسے کرتوت یہ لوگ کر رہے تھے ان کے ہاتھ ہم کو بتا دیں گے اور ان کے پاؤں بھی گواہی دیں گے (سورہ یٰس ۴) یہ آیت کافروں کی حالت کا نقشہ کھینچ رہی ہے جو قیامت کے روز ہو گی۔ مگر یہاں مولانا قدس سرہٗ نے دوسرے معنی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اہل اشارہ کسی آیت سے ایک خاص اسلوب میں اشارہ اخذ کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے مونہوں پر مہر لگا دی تا کہ معارف کا قند ان کے شکم اور قلب میں نہ جانے پائے (بحر العلوم بلفظہ) پس ختم علیٰ افواہ سے مراد اس توجیہہ پر اقناع من التکلم نہیں اور قرینہ ترجیح اس توجیہ کا خصوصیت مقام کی ہے۔ پس اس بنا پر یہ ہم معنی ہو گیا۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قلوبِهِمْ ○۔ لیکن نہ بمعنی فساد استعداد مخصوص ہے بعض کفار کے ساتھ بلکہ بمعنی نقصان استعداد نہ عام ہے عوام مومنین کو بھی جو اسرار کے اہل نہ ہوں (کلید) دوسرے مصرعہ میں یہ فرمایا ہے کہ یہ بات سمجھنا سالک کے لیے ضروری ہے کہ نقصان استعداد نافع فہم اسرار ہے۔

تاز راہ ختم پیغمبراں　　　بو کہ برخیزد زلب ختم گراں

ترجمہ:۔ حتیٰ کہ ممکن ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے سے یہ بھاری مہر لب سے اٹھ جائے۔

مطلب:۔ اس مہر کا ٹوٹنا صرف انبیاء علیہم السلام خصوصاً خاتم انبیاء علیہ السلام کے اتباع میں منحصر ہے یعنی علوم فلاسفہ محض مجاہدات و مکاشفات اس میں ناکافی

ہیں۔صرف صاحب وحی کے اتباع سے ایسی استعداد پیدا ہوسکتی ہے۔اور ہر چند کہ ہر نبی کے اتباع کا یہی خاصہ ہے۔مگر حضور ﷺ کی تخصیص اس لیے ہے کہ اس وقت آپ کا دورہ ہے دوسرے اس لیے کہ ایسی استعداد کا حصول جو اس مہر کے توڑنے کے لیے لازم ہے مختلف مراتب رکھتا ہے۔اور دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کے اتباع سے جس قدر استعداد حاصل ہوسکتی ہے۔حضور ﷺ کے اتباع میں اس سے ازید و اکمل استعداد حاصل ہوگی۔اور عجب نہیں کہ شعر ہذا میں اس لیے ختم گراں کی قید لگائی ہو۔یعنی آپ کی ایسی برکت ہے کہ کیسا ہی عجیب حجاب ہو وہ بھی رفع ہو جاتا ہے اور لب سے مراد یا تو مخاطب کا لب ہے جیسا کہ اوپر شعر میں اَفْوَاهِهِمْ کی توجیہہ گزری ہے یا لب متکلم بالاسرار۔کیونکہ نقص استعداد مخاطب جیسا فہم سے مانع ہے اسی طرح متکلم کو تکلم سے بھی مانع ہے۔(کلید)

ختم ہائے کانبیا بگذاشتند
آں بدین احمدی برداشتند

ترجمہ:۔ جو مہریں (پہلے) انبیاء علیہم السلام (بے کھلی) چھوڑ گئے تھے۔ان کو دین محمدی علیٰ صاحبہ السلام والتحیۃ کی بدولت اٹھا دیا گیا۔

مطلب:۔ یہ حجابات انبیاء سابقین علیہم السلام کے اتباع سے بھی مرتفع ہوئے جس سے ان کے تابعین کو استفاد کامل عطا ہوئی لیکن بعض حجابات ابھی باقی تھے۔وہ حضور ﷺ کے اتباع سے اٹھ گئے۔جس سے آپ کے تابعین کو استعداد مکمل حاصل ہوئی اور علوم بھی اکمل حاصل ہوئے۔چنانچہ مشکوٰۃ کے باب فضل ھذہ الامۃ میں حدیث آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُعْطِيْهِمْ مِنْ عِلْمِیْ یعنی ان کو اپنے علم سے بھی بہرہ مند کروں گا۔(کلید) پہلی امتوں کے اولیاء کا درجہ اس امت کے اولیاء سے کم ہے۔پس اس امت کے اقطاب کا اس امت مرحومہ کے اقطاب کے ساتھ عرفان میں مساوی ہونا لازم نہ آئے۔اس کے بعد واضح ہو کہ امم سابقہ بعض اسرار کے انکشاف سے استعداداً قاصر تھیں۔ان اسرار کے متعلق ان کے دل و دماغ پر ایک مہر لگی ہوئی تھی۔جس سے وہ ان پر منکشف نہیں ہوسکتے تھے۔انبیاء نے ان مہروں کو نہیں اٹھایا اور یوں ہی چھوڑ گئے۔پھر جن لوگوں نے دین محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام اختیار کیا۔ان کے دل و دماغ سے وہ مہر اٹھ گئی جیسے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ (بحر العلوم)

قفلہائے ناکشادہ ماندہ بود   از کفِ اِنَّا فَتَحۡنَا برکشود

ترجمہ:۔ (اسرار و رموز کے بہت سے) قفل بے کھلے رہ گئے تھے۔ جو صاحب اِنَّافَتَحۡنَا کے دست مبارک سے کھل گئے۔

مطلب:۔ چونکہ سورہ اِنَّا فَتَحۡنَا حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس لیے آپ کو صاحب انافتحنا کہہ دیا۔ اور خاص .... میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح دینے کی خبر دی ہے یہ فتح عام ہے۔ فتح ظاہری فتح بلاد کو اور فتح باطنی فتح قلوب کو جیسا ایک حدیث میں ہے۔ یفتح اللّٰہ بہ اعیناً عُمۡیاوَ اٰذانًا صُمًّا وَقُلوبًا غلفاً اونحوہ (کلید)

او شفیع ست این جہاں وآن جہاں   ایں جہاں دردین وآں جا در جناں

ترجمہ:۔ (پس) آپ (اپنی امت کے) شفیع (یعنی دعائے خیر کرنے والے) ہیں۔ اس جہاں میں بھی اور اس جہاں میں بھی اس جہان میں تو دین کے بارہ میں (کہ دین اکمل کی طرف ہماری رہبری کی) اور اس جہان میں جنت کے باب میں (کہ جنت کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی)

ایں جہاں گوید کہ تورہ شاں نما   واں جہاں گوید کہ تومہ شاں نما

ترجمہ:۔ اس جہاں میں حضور (یوں) دعا کر رہے ہیں کہ (الٰہی) ان کو ہدایت دے اور اس جہان میں (یوں) دعا کریں گے کہ الٰہی ان لوگوں کو (اپنا دیدار جو مشابہ بہ) ماہ تمام (ہے) دکھا۔

مطلب:۔ ایک شارح صاحب نے گوید کا فاعل ایں جہاں وآں جہاں کو ٹھہرایا ہے اور یہ باتیں جو ان کی زبان حال سے کہلانے کا تکلف کیا ہے۔ حالانکہ یہ شعر اوپر کے شعر۔ او شفیع است ایں جہان وآں جہاں الخ کی تفسیر اور آپ کی شفاعت کی تفصیل ہے۔ فافہم۔ دوسرے مصرعہ میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے سَتَرَوۡنَ رَبَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ كَمَا تَرَوۡنَ الۡقَمَرَ لَيۡلَةَ الۡبَدۡرِ یعنی تم اپنے پروردگار کو قیامت کے روز اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں رات میں چاند کو دیکھتے ہو۔ (مشکوٰۃ) ان دونوں شعروں میں حضور ﷺ کی دعاؤں کا ذکر ہے جو آپ دنیا و آخرت

میں امت کے لیے کر رہے ہیں۔ آگے ان دعاؤں کا خلاصہ ایک خاص دعا کے الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں۔

پیشہ اش اندر ظہور و در کموں   اِهْدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْن

لغات:۔ ظہور۔ ظاہر ہونا۔ عالم ظہور جس سے عالم شہادت یا دنیا مراد ہوتی ہے۔ کُمُون پوشیدہ ہونا۔ پوشیدگی مراد عالم آخرت کیونکہ ابھی اس کے ظہور کا وقت نہیں آیا اور وہ پوشیدگی میں ہے۔

ترجمہ:۔ آپ کا دستور تھا کہ عالم دنیا اور عالم آخرت (کے باب) میں (یہی دعا کرتے کہ) الٰہی میری امت کو ہدایت دے کیونکہ وہ بے خبر ہیں۔

مطلب:۔ دنیا کے تعلق سے اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ وہ دین پر قائم رہیں۔ یا اگر اس دین میں داخل نہیں ہوئے۔ تو داخل ہو جائیں اور آخرت کے تعلق سے یہ مطلب ہے ان کو جنت میں جانے کی توفیق دے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ دعا آپ نے اپنے مخالفین کے حق میں کی تھی۔ لہٰذا مومنین کے حق میں اس کو فرض کرنا خلاف واقع ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ کلمات دعا میں کوئی خصوصیت کفار کی نہیں۔ ہدایت کی ضرورت کفار و مومنون سب کو ہے نماز میں ہر مومن دعا کرتا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اور قومی کا لفظ ظاہر کر رہا ہے کہ اگر اس میں مخالفین و کفار داخل ہیں تو مومنین بطریق اولیٰ داخل ہیں۔ اگر ظہور و مکون کے معنوں میں یہ تکلف نہ کیا جائے۔ جو اوپر ترجمہ میں کیا گیا ہے تو صاف سیدھا ترجمہ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کا دستور تھا کہ علانیہ اور خفیہ یہ دعا کرتے تھے کہ اللّٰھم اھد الخ مگر چونکہ دنیا و آخرت کا ذکر اوپر سے ہر شعر میں بالمقابلہ چلا آ رہا ہے اور اس سے اگلے شعر میں بھی یہی ذکر و تقابل موجود ہے۔ لہٰذا بعید نہیں کہ مولانا کی مراد ظہور و کمول سے دنیا و آخرت ہی ہو۔ پس یہ تکلف بے محل نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باز گشتہ از دم او ہر دو باب   در دو عالم دعوت او مستجاب

ترکیب:۔ دوسرے مصرعہ میں کلمہ در یا تو ظرفیہ ہے یا اجلیہ۔ لہٰذا ترجمہ دو طرح ہوسکتا ہے اور مطلب بھی دو طرح۔

ترجمہ:۔ آپ کی دعا سے (دنیا و آخرت کے) دونوں دروازے کھل گئے۔

دونوں جہاں میں آپ کی دعا مقبول ہے یا یوں کہو کہ دونوں جہانوں کے بارے میں آپ کی دعا مقبول ہے۔

مطلب:۔ دونوں جہانوں میں آپ کی دعا مقبول ہونے کا مطلب پہلی تقدیر پر یہ ہے کہ دنیا میں جب آپ نے امت کی ہدایت کے لیے دعا کی تو وہ مقبول ہوگئی۔ اور جب آخرت میں ان کی نجات کے لیے دعا کریں گے تو وہ بھی مقبول ہو جائے گی۔ جیسے کہ احادیث اس پر شاہد ہیں۔ دوسری تقدیر پر یہ مطلب ہے کہ امت کی دنیوی واخروی بہبودی کے لیے آپ نے جو دعا کی وہ مقبول ہوگئی۔

انتباہ:۔ مفتاح العلوم کی پہلی جلد جب اطراف تک میں شائع ہوئی۔ اور ہر طبقہ و جماعت کے لوگوں کو اس کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ تو ایک دوست نے راقم کو ایک خاص شعر کے متعلق لکھا کہ مثنوی کے اس شعر اور اس کی شرح سے جو آپ نے لکھی ہے مرزائی لوگ ختم نبوت کے خلاف سند پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو تمہارے مولانا بھی اپنی شرح میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا۔ وہ شعر یہ ہے۔

شعلہ آں جانب رو دہم کاں بود　　شعلہا با گوہراں گرداں بود

یہ شعر بادشاہ عبور دیگر کی حکایت کے آغاز میں ہے۔ ہر چند کہ اس شعر اور اس کی شرح سے مرزائیہ قادیانیہ کا اپنے مذہب پر استدلال کرنا ان کی کم فہمی ہے۔ تاہم عوام کی غلط فہمی رفع کرنے کے لیے تیسرے ایڈیشن میں اس مقام کو اور واضح کر دیا گیا۔ ہمیں تعجب آتا ہے ان لوگوں کی ستم ظریفی پر جو ایک مصنف کے مسئلہ و مشہور عقیدہ اور اس کے واضح و روشن مسلک کے خلاف کوئی بات اپنے مذہب کی تائید میں استنباط کرنے لگتے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ جس طرح خدا سے شرم کرنے میں بے نیاز ہیں۔ اسی طرح دنیا کی شرم سے بھی مستغنی ہیں۔ اب قادیانیہ کو چاہیے۔ کہ مثنوی کے ان اشعار میں جو آگے آتے ہیں۔ معلوم کرلیں کہ مولانا کا عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں کیا ہے۔

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود　　مثل او نے بود و نے خواہند بُود

ترجمہ:۔ آپ خاتم (النبیین) اسی لیے ہوئے ہیں۔ کہ فیض رسانی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا۔ اور نہ آئندہ آپ کی مثل ہوں گے۔

مطلب:۔ پیچھے آنحضرت ﷺ کے تمام انبیاء سے افضل واکمل ہونے کی یہ دلیل دی تھی کہ انبیائے سابقین نے جو مہر قلب غیر کشادہ چھوڑ دی تھی۔ وہ آپ کی بدولت کشادہ ہوئی۔ نیز آپ کی شفاعت دونوں جہانوں پر حاوی ہے اور یہ بات کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں۔ یہاں سے آپ کے خاتم النبیین ہونے سے آپ کی افضلیت کا ثبوت پیش فرماتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کے آخر میں مبعوث فرمایا ہے۔ اور اب آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا تو اس میں ایک یہ نکتہ مرکوز ہے کہ آپ خاتم کمالات بھی ہیں یعنی جس طرح آپ کے ساتھ سلسلہ نبوت ختم ہو گیا۔ اسی طرح ترویج دین، تکثیر مومنین، علوم، اصلاح رسوم، ہدایت نام، تخفیص اصنام اضلاح خلق ایصال الی الحق، تہذیب نفوس، تطہیر قلوب وغیرہ باتیں بھی آپ سے بوجہ اکمل ظہور میں آئیں۔ جس کی نظیر کسی دوسرے نبی سے ظاہر نہیں ہوئی آگے اس کی مزید توضیح فرماتے ہیں۔

چونکہ در صنعت بُرد استاد دست نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

ترجمہ:۔ جب کوئی استاد (فن) کسی صنعت میں فائق ہوتا ہے۔ تو کیا تم اس کو بطور طرح یہ) نہیں کہتے کہ (یہ) صنعت تم پر ختم ہے۔

در کشاد ختمہا تو خاتمی در جہان روح بخشاں تو حاتمی

ترجمہ:۔ (اسی طرح تم آنحضرت ﷺ سے بھی عرض کرو کہ یا حضرت فداک اسی..........) آپ ان مہروں کے کشادہ کرنے میں خاتم ہیں۔ اور (ایمان و عرفان کی) روح بخشنے والوں کے عالم میں حاتم ہیں۔

مطلب:۔ ایمان و عرفان کی روح بخشا انبیاء علیہم السلام کا کام ہے۔ جس طرح حاتم طائی سیم وفد بخشنے میں تمام اسخیا سے افضل تھا۔ اسی طرح آپ کمالات باطن کی دولت بخشنے میں تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

ہست اشاراتِ محمد المراد کل کشاد اندر کشاد اندر کشاد

ترجمہ:۔ غرض حضرت محمد ﷺ کی (فرمائی ہوئی) رموز سب کی سب فتوح در فتوح...... در فتوح ہیں۔

مطلب:۔ ممکن ہے کہ اشارہ سے مطلق امر و ارشاد مراد ہو۔ جیسے کہ عربی

میں أَشَارَ اِلَیْہِ بکذا بمعنی أَمَرَبِہٖ آتا ہے (کذافی القاموس) پھر کسی توجیہہ وتاویل کی ضرورت نہیں اور مطلب صاف ہے کہ آپ کے ارشادات فتوح در فتوح ہیں لیکن اگر اشارہ سے ایماء و کنایہ اور سخن سر بستہ مراد ہو جیسے کہ متبادر ہوتا ہے تو مطلب یوں ہوگا کہ آپ کے واضح ارشادات اسرار سر بستہ کی مہر خفا کیوں نہ توڑیں۔ جبکہ آپ کے اشارات بھی ان اسرار کو واشگاف کر دیتے ہیں۔

سوال:۔ اوپر کے اشعار سے آپ کے نزدیک قادیانیوں کے عقیدہ استمرار نبوت کا ابطال ہوتا ہے۔ اگر بظاہر ان اشعار سے اس عقیدہ کی تائید ہو رہی ہے یعنی ان اشعار کا مطلب یوں نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ہی خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ اس لحاظ سے نہیں کہ سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہو گیا۔ بلکہ اس اعتبار سے کہ انبیاء کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے ہیں آپ کا خاتم الانبیاء ہونا اس بات کا مانع نہیں کہ آپ کے بعد اور انبیاء مبعوث ہوں مگر آپ اس کے برابر باکمال نہ ہوں چنانچہ کسی کامل الفن استاد کو جو کہتے ہیں کہ تم پر یہ صنعت ختم ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم سا کامل الفن نہ پہلے ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ آئندہ اس صنعت کا ماہر مطلق کوئی پیدا نہ ہوگا اور یہ صنعت دنیا سے ناپید ہو جائے گی۔ اس کا کیا جواب؟

جواب:۔ مولانا کے کلام سے یہ مفہوم اخذ کرنا سراسر نادانی ہے اول تو یہ مفہوم ان اشعار سے جب اخذ ہو سکتا تھا۔ کہ یہاں خاتم کے اکمل و افضل کے معنی میں منحصر ہونے کے اثبات اور خاتم بمعنی زماناً کی نفی صراحتاً ہوئی ہو ولیس کذالک دوسرے یہ مفہوم اخذ کرنا جب صحیح ہوتا کہ مثنوی کے کسی دوسرے مقام سے یا مولانا کے احوال زندگی سے ثابت ہوتا کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہ تھے یہ فکر بھی محال ہے بلکہ مثنوی کے دیگر مقامات نے ختم نبوت زماناً کی تائید پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی کے مقام میں چند اشعار اوپر یہ شعر گزرا ہے جس میں بالتصریح آپ کے عقیدہ ختم نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔

تاز راہِ خاتم پیغمبراں　　بود کہ بر خیزد ز لب مہر گراں

تیسرے ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت جب پیش آتی ہے کہ پہلے نبی کی شریعت مردہ ہو چکی ہو۔ مگر مولانا کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ

شریعت کبھی بھی مردہ نہ ہوگی۔ پھر کیونکر باور ہوسکتا تھا کہ مولانا کسی اور نبی کے مبعوث ہونے کا امکان مانتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ؎

گر بمیری تو نمیرد ایں سبق مصطفیٰ وعدہ کرد الطاف حق

حقیقت میں یہ بیان کا موقع ہی ایسا ہے کہ قائل کے نزدیک پہلے آنحضرت ﷺ کا زمانا خاتم النبیین ہونا مسلم ہو۔ پھر وہ کہتے کہ آپ زمانا تو خاتم ہیں ہی۔ مگر آپ کی اس ختمیّت میں ایک گراں قدر نکتہ یہ بھی مرکوز ہے کہ آپ ہر پہلو سے خاتم ہیں۔ تمام کمالات کے خاتم ہیں۔ علومرتبہ اور قرب حق کے خاتم ہیں۔ جیسے کسی شاعر نے آپ کے ختم نبوت سے آپ کے لاثانی قرب پر شاعرانہ استدلال کیا ہے۔ اور خوب کہا ہے ؎

ہر چند کہ آخر بظہور آمدۂ اول زہمہ بہ شکل نور آمدہ
دیر آمدۂ راہ دور آمدۂ اے ختم رسل قرب تو معلوم شد

سچ پوچھو تو مولانا نے اس مقام میں آنحضرت ﷺ کی افضلیت کو جس قوت و شوکت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کی روح ہی ختم نبوت کا مفہوم ہے۔ اگر یہاں اس مفہوم کی نفی مقدر سمجھی جائے تو پھر یہ افضلیت کا بیان نہیں بلکہ بحث عقائد کا ایک باب بن جائے گا۔ **ہذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب۔**

مولانا بحر العلوم نے اس مقام کو بڑی شرح و بسط سے لکھا ہے فرماتے ہیں۔

''از بودن جود منحصر درونہ صلی اللہ علیہ وسلم لازم آمد کہ ہر کہ باشد در فرمان او صلی اللہ علیہ وسلم و مابعد او صلی اللہ علیہ وسلم تبع شرع او باشد و نیست ممکن کہ بہ شرح دیگر باشد این منطوق این حدیث است لوکان موسیٰ ابن عمران حیاً لما وسعہ الا اتباعی شیخ ولی محمد شارح مثنوی کو بھی اس مقام میں دھوکا ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس بیان سے استمرار نبوت کی طرف اشارہ سمجھ لیا۔ اور اس اشارہ کی تائید میں شیخ اکبرؒ کے اس قول کو پیش کیا ہے کہ نبوۃ عامہ باقی ہے۔ مولانا بحر العلومؒ نے اس خیال کی پر زور تردید کی ہے۔ اور شیخ اکبر کے قول کی بدلائل یہ تاویل کی ہے کہ یہ شیخ کی ایک خاص اصطلاح ہے اور اس سے امت محمدیہ علی صاحبہا السلام والتحیہ کے ملہم و محدث مراد ہیں۔ جیسے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ تھے اور قرب قیامت میں حضرت عیسیٰؑ بعد نزول اور

حضرت امام محمد مہدیؑ بھی اسی درجہ پر فائز ہوں گے۔ اور اس میں کچھ بھی شائبہ نبوت تشریعی کا نہیں ہے۔ غرض ثابت ہوا کہ مولانا رومؒ بمثل دیگر کمل صوفیہ حضور ﷺ کو نبوت کے ہر مرتبہ میں خاتم مانتے ہیں خواہ وہ تشریع ہو یا غیر تشریع آگے آنحضرت ﷺ پر درود دعا اور آپ کی معنوی اولاد جو شرق و غرب میں پھیلی پڑی ہے اس کی مدح فرماتے ہیں۔

صد ہزاراں آفریں بر جان اُو برقدوم و دور فرزندانِ اُو

ترجمہ:۔ آپ کی روح پاک پر لاکھوں رحمتیں نازل ہوں (اور) آپ کے فرزندوں کی تشریف آوری اور گشت فرمائی پر (بھی)

مطلب:۔ فرزندوں سے بالخصوص نسبی فرزند مراد نہیں۔ بلکہ معنوی اولاد یعنی آپ کی امت کے ائمہ و شیوخ اور علماء و فضلاء اور اولیاء و صلحا امراء ہیں۔ چنانچہ آگے خود اس کی تصریح فرمائیں گے۔ خواہ ان میں نسبی فرزند بھی داخل ہوں۔ اور ان کے لیے قدوم و دور کی تخصیص بدیں وجہ فرمائی کہ حکام سے رعایا کو فائدہ اسی طرح ہوتا ہے کہ وہ تشریف لاتے ہیں اور دورہ کرتے اور ٹھہرتے ہیں۔

آں خلیفہ زادگانِ مقبلش زادہ انداز عنصرِ جان و دلش

ترجمہ:۔ (یعنی) آ کے وہ با اقبال شہزادے جو آپ کی روح اور قلب کے عنصر سے پیدا ہوئے ہیں۔ (یعنی آپ کے باطنی جوہر سے مستفید ہیں)

گرز بغداد و ہرے یا از رے اند بے مزاج آب و گل نسل وے اند

لغات:۔ ہرے مکسیر ہار دیائے مجہول ہرات کا دوسرا نام ہے۔ جو خراسان کا مشہور شہر ہے اور مدتوں اس کا دارالسلطنت رہا ہے۔ رے بفتح رائے مہملہ عراق عجم کا ایک شہر ہے۔ رازی اسی کا اسم منسوب ہے۔

ترجمہ:۔ اگرچہ وہ بغداد اور ہرات سے بارے سے ہیں (تاہم) پانی مٹی (وغیرہ عناصر بدن) کی ترکیب کے بدون آپ کی نسل ہیں (یعنی اگرچہ ظاہری وجود کے اعتبار سے وہ آپ کی اولاد نہ ہوں مگر باطنی نسب سے اولاد ہیں۔ آگے اس کی تین مثالیں ارشاد ہیں)۔

شاخِ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست ختم مل ہر جا کہ جوشد ہم مل ست

ترجمہ:۔ (پہلی مثال) پھول کی شاخ جہاں بھی پیدا ہو (اس پر) پھول ہی (لگتا) ہے۔ (دوسری مثال) شراب کا خم جہاں بھی جوش کھائے (اس کے اندر) شراب ہی ہے۔

گرز مغرب برزند خورشید سر　　عین خورشید ست نے چیز دگر

ترجمہ:۔ (تیسری مثال) اگر سورج مغرب سے نکلے (جیسے کہ قرب قیامت میں نکلے گا) تو پھر بھی وہ ایک سورج ہی ہے۔ کچھ اور نہیں۔

مطلب:۔ شاخ گل کا مقام باغ اور خمل مل کی جگہ میخانہ اور آفتاب کا مطلع مشرق ہے۔ مگر ان چیزوں کے اپنے محل و مقام سے باہر کسی دوسری جگہ ظاہر ہونے سے ان کی ہستی متعارفہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسی طرح آپ کی معنوی اولاد کا ظہور خواہ کسی ملک اور قوم سے ہو۔ مگر جب اس کا روحی انتساب آپ کے ساتھ ہے تو وہ آپ کی اولاد ہی ہے۔

(مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم دفتر ششم ص۵۳ تا ۵۹ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

مولانا قاضی سجاد حسینؒ میرٹھی ان اشعار کی تشریح اس طرح کرتے ہیں۔

(۱) معنی ختم علیٰ افواہہم الخ...... علیٰ افواہہم۔ قرآن پاک میں ہے الیوم نختم علیٰ افواہہم۔ آج ہی ان کے مونہوں پر مہر لگائیں گے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انہیں اسرار ہضم کرنے کی استعداد نہیں ہے۔

(۲) تا زراہِ...... الخ...... اگر یہ بے استعداد لوگ آنحضورﷺ کا طریقہ اختیار کرلیں تو ہوسکتا ہے ان میں استعداد پیدا ہو جائے اور وہ مہر جو ان لوگوں کے منہ پر لگی ہے آنحضورﷺ کی برکت سے اکھاڑ دی جائے۔

(۳) قفلہای ناکشودہ...... الخ...... قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ ’’بے شک ہم نے ان کے لیے فتح کر دیا‘‘ اس میں صرف مکہ کی فتح مراد نہیں ہے بلکہ قفلوں کا کھلنا بھی مراد ہے۔

(۴) او شفیع ست ایں جہاں و آنجہاں الخ...... آنحضورﷺ دونوں جہانوں کے شفیع ہیں دنیا میں ان کی سفارش سے اسرار دین تک رسائی ہوئی ہے اور آخرت میں

جنت تک رسائی ہوگی۔

(۵) ایں جہاں گوید...... دنیا بزبان حال آپ سے کہتی ہے کہ ان کو راہ ہدایت دکھایئے اور آخرت کہے گی کہ ان کو دیدار خداوندی کرایئے۔

(۶) پیشہ اش...... آنحضور ﷺ کی دعا تھی کہ خدا میری قوم کو ہدایت دے وہ نہیں جانتے۔

(۷) باز گشتہ از دم او...... الخ آنحضور ﷺ کی دونوں دعائیں قبول ہیں۔

(۸) بہر ایں خاتم شد...... الخ...... آنحضور ﷺ کو خاتم النبیین محض اس لیے نہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا بلکہ اس لیے بھی کہا گیا ہے کہ فیض رسائی میں نہ آپ جیسا کوئی ہوا اور نہ ہوگا یعنی جس طرح آپ خاتم زمانی ہیں اس طرح آپ کمالات کے بھی خاتم ہیں۔

(۹) چونکہ در صنعت...... جب کوئی استاد کسی دستکاری میں انتہائی کمال پیدا کر لیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ دستکاری اس پر ختم ہے۔

(۱۰) در کشاد ختمہا...... آنحضور ﷺ کو مہریں کھولنے میں اس درجہ کمال تھا کہ آپ کو خاتم کہا گیا۔

(۱۱) ہست اشارات محمد ﷺ المراد...... آنحضور ﷺ کے کلام میں وہ اشارے ہیں جن سے مہروں کی کشادگی ہی کشادگی ہے۔

(۱۲) صد ہزاراں آفریں...... فرزندان او سے حضور علیہ السلام کے روحانی فرزند مراد ہیں۔

(۱۳،۱۴) آں خلیفہ زادگان...... نسل وے اند...... آپ کے عنصر سے بنے ہیں۔ وہ خواہ کسی ملک کے ہوں آپ ﷺ کی روحانی اولاد ہیں۔

(۱۵) شاخ گل...... کسی درخت کی قلم جہاں بھی لگاؤ وہ اسی درخت کا فرد ہے۔ شراب کسی بھی برتن میں ہو وہ شراب ہی ہے۔ لہٰذا اولاد میں باپ ہی کا اثر ہے۔

(۱۶) گرز مغرب...... سورج جہاں سے بھی طلوع کرے وہ سورج ہی ہے۔

(مثنوی مترجم دفتر ششم ص ۲۹۔۳۰، مطبوعہ الفیصل پبلشرز لاہور)

ان حوالہ جات سے مولانا روم پر قادیانی کذب و افتراء واضح ہوا اور معلوم ہوا کہ مذکورہ حقائق کے ہوتے ہوئے بھی اجرائے نبوت پر قادیانیوں کا استدلال کرنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص لاتقربوا الصلوٰۃ سے نماز نہ پڑھنے پر استدلال کرے۔

ملا علی قاریؒ اور مسئلہ ختم نبوت

قادیانی دجل:

ملا علی قاریؒ نے اپنے موضوعات کبیر صفحہ ۱۰۰ پر حدیث لو عاش ابراہیم لکان نبیاً کے متعلق قوت وضعف کے اعتبار سے بحث کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔ کہ قلت و مع وہذا لوعاش ابراہیم و صار نبیاً و کذا لوصار عمر نبیاً لکاناً من اتباعہ علیہ السلام کعیسیٰ و خضر والیاس علیہم السلام۔ فلا نیاقض قولہ تعالیٰ خاتم النبین اذالمعنی انہٗ لایاتی نبی بعدہٗ ینسخ ملتہٗ و لم یکن من امتہ و یقوی حدیث لوکان موسیٰ علیہ السلام حیاً لما وسعۃ الاتباعی...... ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ قبل اس کے کہ اس مسئلہ پر ملا علی قاری کی تحقیقات پیش کریں۔ مذکورہ حوالہ مرزائیوں نے پیش کرتے وقت کعیسیٰ و خضر و الیاس علیہم السلام کا ٹکڑا کاٹ دیا ہے۔ یہ حضرات سمجھدار ہیں۔ اس ٹکڑا کو روایت کرنے میں انہیں ایک سخت خسارہ پڑتا ہے۔ اس لیے کہ عیسیٰ و خضر و الیاس کی مثال ان کی حیات اور زندگی کی بنا پر دی گئی ہے اس طرح کہ اگر صاحبزادہ ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہوتے۔ اسی طرح اگر حضرت عمر نبی ہوتے تو ہر دو نبی کریم ﷺ کے متبعین اور تابعداروں میں سے ہوتے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ، حضرؑ، الیاسؑ زندہ ہیں اور ان لوگوں کی نبوت و نبی ہونا ان کا آنحضور ﷺ کے متبعین کی صورت میں ہے۔ قادیانی ان کی حیات کے قائل نہیں بلکہ ممات کے قائل ہیں۔ تو حوالہ پیش کردہ کا آدھا حصہ ان کی تردید کرتا تھا۔ اور بقیہ سے تائید حاصل کرنی تھی۔ سو اس صورت میں چار و ناچار رنگ میں بھنگ ڈالنے والے فقرے انہوں نے حذف ہی کر دیئے۔

اس کے بعد اصل مطلب کی طرف آیئے۔ وہ یہ ہے کہ ملا علی قاریؒ نے خاتم النبیین کے مفہوم کی وضاحت میں جو معنی ذکر کیا ہے۔ کہ ایسا نبی جو آپ کے بعد آپ

کی ملت کا ناسخ ہو اور آپ کی امت میں سے نہ ہو نہیں آئے گا۔ یہ بھی نزول حضرت عیسیٰؑ کے پیش نظر کلام کیا گیا ہے۔ باقی یہ مطلب لینا کہ تابع ہو کر نبی آنے کے جواز اور اجرائے نبوت غیر مستقلہ کی خاطر ان کا یہ کلام ہے۔ اس چیز کے متعلق ہم اپنی طرف سے کچھ ذکر کرنے کی بجائے خود صاحب کلام کی تشریح کی خاطر ان کی ہی کلام ان کی تصانیف سے چند حوالوں کی صورت میں پیش کی جاتی ہے۔

ختم نبوت کے متعلق ملا علی قاری کے تین حوالے:

(۱) انہٗ ختمھم ای جاء آخرھم فلا نبی بعدہٗ ای لایتنباء احد بعدہ فلا ینافی نزول عیسیٰ علیہ السلام متابعاً شریعتہٖ مستمداً من القرآن والسنۃ الخ۔ (جمع الوسائل شرح شمائل ص۳۳ ج۱ باب ۱)

ترجمہ:۔ تحقیق نبی ﷺ نے انبیاء کو ختم کیا ہے۔ اس طرح کہ آپ سب سے آخر میں تشریف لائے ہیں۔ پس آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ یعنی کسی ایک کو حضور کے بعد نبوت نہیں دی جائے گی۔ پس نزول عیسیٰؑ کے مخالف نہ ہوا جبکہ وہ آپ کے تابع شریعت ہو کر اور قرآن وسنت سے امداد حاصل کرنے والے ہو کر آئیں گے۔

اس مقام میں ملا علیؒ نے واضح کر دیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت مل ہی نہیں سکتی۔ اور عیسیٰؑ تو پہلے ہی سے نبوت کے حامل ہیں البتہ نزول کے بعد عمل اپنی شریعت کے بجائے شریعت مصطفویہ ﷺ پر کریں گے۔ کیا اسی کا نام اجرائے نبوت کا قول کرنا ہے۔ گرچہ ظلی ہو یا اصلی۔

(۲) ملا علیؒ مرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں نبی کریم ﷺ کے اسماء گرامی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ والمقفی بکسر الفاء المتشددہ فی جمیع الاصول المصحۃ ای المتبع من قفا اثرہٗ اذا تبعہٗ یعنی انہٗ آخر الانبیاء الآتی علی اثرھم لانبی بعدہٗ۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ج۱۱، ص۱۷)

ترجمہ:۔ مُقَفِّی کا لفظ تمام صحیح طرق میں فاء مکسورہ شد والی کے ساتھ پڑھنا درست ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ پیچھے آنے والا قفا اثرہ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ جب کوئی کسی کے پیچھے چلے۔ اس وقت قفا اثرہ کہتے ہیں۔ یعنی نبی کریم ﷺ تمام

انبیاء سے آخری پیغمبر ہیں۔ ان سب انبیاء کے نقش قدم پر تشریف لائے ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

مرزائیو! یہ وہ علی قاری ہیں۔ جن کو آپ کی مسلمہ کتابیں دسویں صدی کا مجدد یقین کرتی ہیں۔ اگر شک ہو تو کتاب عسل مصفی صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰ کا پھر ملاحظہ کر لیا جائے۔ آپ کا یہ دسویں صدی کا مجدد کس صفائی کے ساتھ ختم نبوت کے مسئلہ کو تمام کر رہا ہے۔ آپ لوگوں کی تمام تاویلات من گھڑت کو ایک ایک کر کے ختم کر رہا ہے۔ اسی پر بس نہیں۔ اور وضاحت سنیئے۔ یہ قرن عاشر میں دین کی تجدید کرنے والا فاضل حضور ﷺ کے بعد وحی الٰہی کو بالکل منقطع تسلیم کرتا ہے۔ اور مرزا صاحب ۲۳ برس سے اپنے اوپر وحی کو بارش کی طرح برسا رہے ہیں۔ لو علی قاریؒ کا فتویٰ سن لو۔ حدیث شریف لم یبق من النبوۃ الاالمبشرات الخ کی شرح میں امام سیوطیؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

(۳) قال السیوطیؒ ای الوحی منقطع بموتی و لا یبقی مایعلم منہ ما سیکون الاالرویا۔ (مرقات شرح مشکوۃ شریف ج۹، ص۲۳)

ترجمہ:۔ سیوطی نے کہا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ میری موت (وفات) کے ساتھ وحی خداوندی منقطع ہو جائے گی اور آئندہ چیزوں کے معلوم کرنے کی رؤیا صالحہ کے بغیر کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔

مرزائیوں کے متعلق مزید لطف کی بات یہ پیدا ہوگئی۔ ان کے نزدیک امام سیوطیؒ بھی نویں صدی کے مجدد ہیں۔ (عسل مصفیٰ بصفحہ ۱۶۴، ۱۶۵ ملاحظہ ہو) اور علی قاریؒ دسویں کے مجدد۔ پھر دو مجدد مل کر ایک مسئلہ کو واضح کر دیں۔ تو پھر انحراف کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ دو مسلمہ مجدد اس پر اتفاق کر رہے ہیں۔ کہ حضور صلعم کی وفات کے ساتھ وحی الٰہی منقطع ہوگئی ہے۔ اگر نبوت غیر مستقلہ کے اجراء کے یہ بزرگ قائل ہوں۔ تو بغیر وحی خداوندی کے وہ نبوت کیسے چلے گی؟

مدعی نبوت کے کافر ہونے کا فتویٰ:

اگر اب بھی کچھ خفاء باقی ہو تو اس مجدد قرن عاشر کا فتویٰ یا مرزائی الزامات

سے برأت کا اعلان صاف لفظوں میں بگوش ہوش سن لیجیے۔

ودعوىٰ النبوة بعد نبينا صلى الله عليه وسلم كفر بالاجماع

(شرح فقہ اکبر لعلی قاریؒ طبع مجتبائی دہلی ص۲۰۲)

ترجمہ:۔ ہمارے نبی پاک ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاتفاق کفر ہے۔

مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت ورسالت:

اس کے بعد صرف تین دعویٰ مرزا صاحب کی زبان سے ان کے اپنے متعلق دل پر ہاتھ رکھ کر سن لیجیے۔

(۱) یعنی محمد صلعم اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس نام محمد اور احمد سے مسمیٰ ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۷ روحانی خزائن ص ۴۲۶، ج ۱۷ ضمیمہ حقیقۃ النبوت ص ۲۶۵)

(۲) خدا وہی ہے۔ جس نے اپنے رسول یعنی اس عاجز کو ہدایت دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔ (اربعین ۳ ص ۳۶)

(۳) اور اس بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول رکھا۔ مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں ہے۔ بلکہ محمد ﷺ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس رہی۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۲، خزائن ۱۸/ ۲۱۶، ضمیمہ حقیقۃ النبوت ص ۲۶۹)

مجدد ملا علی قاریؒ کے فتویٰ اور مرزا صاحب آنجہانی کے دعویٰ پر کسی تبصرہ کی غالباً کوئی حاجت نہیں۔ اہل اسلام غور و فکر کے بعد خود فیصلہ فرمائیں گے۔

استدراک:

لوعاش ابراہیم کا پس منظر:

لوعاش ابراہیم الحدیث پر بحث کرنے سے پہلے مولانا بدر عالمؒ میرٹھی کی تحریر سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جس سے زیر بحث عبارت کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

"جب مرزائی مذہب میں خاتم المرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد بھی رسولوں کی آمد جائز ہے تو پھر ختم نبوت کا عنوان ٹھیک اسی طرح بے معنی رہ جاتا ہے جیسا کہ عیسائیوں اور آریوں کا دعویٰ توحید یعنی جس طرح اقانیم ثلاثہ کو مان کر، مادہ اور روح کو قدیم کہہ کر توحید کا دعویٰ محض لفظی ہے اس طرح رسولوں کی آمد تسلیم کر کے ختم نبوت کا لفظ بھی صرف مسلمانوں کی دل فریبی کا ایک آلہ ہے اور بس قرآن کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شان میں خاتم النبیین کا لفظ اسی درجہ میں اہم اور قابل ایمان ہے جیسا کہ رسول اللہ کا اسی لیے ایک ہی آیت میں ان دونوں عقیدوں کو بایں طور جمع کر دیا گیا ہے "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" (الاحزاب ۴۰) یعنی بیک وقت آپ اللہ تعالیٰ کے رسول بھی ہیں اور خاتم النبیین بھی۔ بلکہ غور کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کا ذکر بعض وجوہ سے زیادہ مہتم بالشان ہے۔ کیونکہ مضمون یہ بیان کرنا ہے کہ نبی عربیؐ گو تم میں سے کسی مرد کا باپ نہ سہی مگر اس کے بجائے اللہ کا رسول اور نبیوں کا ختم کرنے والا ہے۔ اہل علم اتنا سمجھ سکتے ہیں کہ جب انبیاء سابقین مردوں کے باپ ہو کر پھر رسول اللہ بھی ہوتے رہے تو معلوم ہوا کہ ان دو باتوں میں تو کوئی تنافی اور عدم مطابقت نہیں ہے۔ لہٰذا اگر آپ بھی رسول اللہ ہو کر مردوں میں سے کسی کے باپ ہو جاتے تو کیا مضائقہ تھا۔ اس لیے قرآن نے رسول اللہ کے ساتھ خاتم النبیین کا اور اضافہ کر کے بتلا دیا کہ آپ صرف رسول اللہ نہیں ہیں بلکہ اس کے ساتھ خاتم النبیین بھی ہیں۔ اس لیے اگر آپ کے بھی پسری اولاد ہوتی تو جس طرح اسرائیلی سلسلہ میں انبیاء کی ذریت میں نبوت جاری رہی اسی طرح اسماعیلی سلسلہ میں بھی بقائے نبوت مناسب ہوتا۔ حالانکہ آپ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا گیا تھا۔ نفی ابوت اور اثبات خاتمیت کے اس ارتباط کو دیکھ کر صحابہؓ صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ کے فرزند اس لیے زندہ نہ رہے کہ آپ خاتم النبیین تھے۔ اگر آپ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو آپ کے فرزند حضرت ابراہیم ضرور زندہ رہتے اور نبی ہوتے لیکن عالم تقدیر میں چونکہ تناقض نہیں ہے اس لیے اگر ایک طرف ختم نبوت مقدر ہوا تو دوسری طرف آپ کے لیے پسری اولاد کا سلسلہ منقطع ہو جانا بھی مقدر ہوا اور اعلان کر دیا گیا کہ انبیاء سابقین کی طرح آپ صرف رسول اللہ نہیں ہیں بلکہ آپ

پر نبوت کا ختم کرنا بھی مقصود ہے۔ انبیاء سابقین چونکہ صرف رسول اللہ تھے مگر خاتم النبیین نہ تھے اس لیے پسری اولاد میں ان کے لیے مضائقہ بھی نہ تھا۔ لیکن اس اولوالعزم نبی کے اگر کوئی پسری اولاد بلوغت کو پہنچتی تو اس کی عظمت کے شایان شان یہی تھا کہ سب سے اول اسی کو منصب نبوت سے نوازا جاتا اور یہ نامناسب تھا کہ بنی اسرائیل میں تو انبیاء کی ذریت میں نبوت رہے اور اسماعیلی سلسلہ میں اس افضل ترین رسول کے پسری اولاد رجولیت کی حد کو پہنچے اور پھر نبی نہ ہو۔ یہی باعث تھا کہ انبیاء سابقین نے اپنی ذریت میں بقاء نبوت کی دعائیں مانگی ہیں اور حق تعالیٰ نے بھی انہیں ''وجعلنا فی ذریتھما'' کی بشارتیں سنائی ہیں مگر اس نے جس کے حق میں قرآن نے ''حریص علیکم'' الخ فرمایا ہے۔ اپنی امت میں ایک نبی کے لیے بھی دعا نہیں کی اور نہ خود حق تعالیٰ نے پہلوؤں کی طرح اس کو انبیاء کی آمد کی کوئی بارش دی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ دیگر انبیاء فقط رسول اللہ تھے اور محمد عربی ﷺ رسول اللہ کے ساتھ خاتم النبیین بھی تھے۔ پھر جس کو خدا نے آخری نبی بنایا تھا وہ کیسے اپنی امت یا ذریت کے حق میں نبوت کی دعا کرتا اور کیسے مناسب تھا کہ اس کی ذریت میں کوئی بلوغت کی حد کو پہنچتا اور وہ ان کا باپ کہلاتا۔ ''ماکان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔'' (احزاب ۴۰)

محمد ﷺ کے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ وہ تم میں سے کسی مرد کا باپ ہوتا لیکن وہ تو اللہ کا رسول اور انبیاء میں سب سے آخر آنے والا ہے۔

عن عامر الشعبی فی قول اللہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم قال ماکان لیعیش لہ فیکم ولد ذکر۔

(رواہ الترمذی ج ۲، ص ۵۶ ابواب التفسیر)

عامر شعبیؒ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد۔ ''ماکان محمد ابا احد من رجالکم'' کا یہ مطلب ہے کہ تم میں اے لوگو ان کی کسی نرینہ اولاد کا زندہ رہنا مناسب ہی نہ تھا۔

ہمارے اس بیان سے دو امر اور ظاہر ہو گئے۔ اول یہ کہ صحابہؓ کے نزدیک بھی ختم نبوت کے یہ معنی تھے کہ اب آئندہ کوئی رسول نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے وفات ابراہیمؓ

کا انہوں نے یہ نکتہ بیان کیا۔ دوم یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نبوت جاری ہوتی تو اس کے اولین مستحق صحابہؓ کے نزدیک بھی آپ کے فرزند حضرات ابراہیم ہی تھے۔ اسی کو حدیث میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ "لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا۔"
(کنزالعمال ج ۱۱، ص ۴۶۹ حدیث نمبر ۳۲۲۰۴)

(اگر حضور کے صاحبزادے ابراہیم زندہ رہتے تو وہ صدیق اور نبی ہوتے)

میرا بیٹا ابراہیمؓ اگر زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ اس لیے کہ جب بنی اسرائیل میں انبیاء کی ذریت میں نبوت رہی تو یہ نامناسب تھا کہ آپ کے فرزند کو نبوت نہ ملتی، یا ملتی مگر کسی بعید پشت میں ظاہر ہوتی اور یہ تو کیسا ہی نامناسب تھا کہ ذریت محمد ﷺ سے نکل کر مثلاً مرزائیوں کے خاندان میں جا گھستی۔ اس جگہ اتنا بیان کر دینا اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ سرور کائنات کے وجود نے دیگر انبیاء کی آمد کو روک دیا ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ علم ازلی میں جتنے رسول مقدر تھے وہ ایک ایک کر کے سب آ چکے۔ اب ایک دن آخر اس عالم کو ختم کرنا تھا اس لیے آخری دنیا کے لیے وہ رسول جو سب کے آخر میں رکھا گیا تھا بھیج دیا گیا تاکہ اس کی آمد جس طرح رسولوں کی مردم شماری کے خاتمے کی دلیل ہے اسی طرح قیامت کے قرب پر بھی برہان قاطع ہو جائے۔ یہی مطلب ہے "انا والساعة کھاتین" میں اور قیامت ان دو وسطی اور شہادت کی انگلیوں کی طرح متصل ہیں۔

حالانکہ معلوم ہے کہ قیامت آج تک نہیں آئی مگر چونکہ دنیا کی مجموعہ عمر کے مقابلہ میں آپؐ کی بعثت قیامت سے انتہائی قرب رکھتی تھی اس لیے اس کے کھاتین سے ادا کیا۔

(مسک الختام از مولانا بدر عالم میرٹھیؒ بحوالہ احتساب قادیانیت ج ۴، ص ۶۴۶ تا ۶۴۸)

موضوعات کبیر کی عبارت کا تجزیہ:

ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں جو کچھ لکھا ہے سمجھانے کے لیے ہم اس کے چار حصے کریں گے۔

حصہ ۱: قال النووی فی تهذیبه هذا الحدیث باطل و جسارة علی الکلام بالمغیبات و مجازفة و هجوم علیٰ عظیم و قال ابن عبدالبرفی تمهیده لا ادری ماهذا۔

حصہ ۲: وقد اخرج ابن ماجة وغیره من حدیث ابن عباس قال لمامات ابراهیم بن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و قال ان له مرضعاً فی الجنة و لوعاش لکان صدیقاً نبیا...... فی مسند ابی شیبة ابراهیم بن عثمان الواسطی و هو ضعیف لکن له طرق ثلاثة یقوی بعضها بعضاً...... خاتم النبیین۔

حصہ ۳: و اما قول ابن حجر المکی...... فافهم

حصہ ۴: اعلم ثم یقرب من هذا الحدیث فی المعنی حدیث لو کان بعدی نبیّاً لکان عمر بن الخطاب و قدرواه احمد والحاکم عن عقبة بن عامر به مرفوعاً قلت و مع هذا لوعاش ابراهیم و صار نبیا و کذا لوصار عمر نبیًّا لکان من اتباعه علیه السلام کعیسٰی والخضر و الیاس علیهم السلام فلاینا قض قوله تعالیٰ خاتم النبیین اذا المعنی انه لایاتی نبی بعده ینسخ ملته ولم یکن من امته و یقوی حدیث لوکان موسیٰ علیه السلام حیاً لما وسعه الا اتباعی۔ (الموضوعات الکبیر ص ۵۸، ۵۹، مطبع مجتبائی)

تجزیہ عبارت:

(۱) ملا علی قاریؒ نے مذکور عبارت کے پہلے حصہ میں محدثین کی جو تنقید ذکر کی ہے۔ قادیانی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے مکمل طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

(۲) عبارت کے دوسرے حصہ میں ملا علی قاری اس حدیث کی صحت پر زور دیتے نظر آتے ہیں لیکن ناقد محدثین کا پلڑا بھاری محسوس ہوتا ہے۔

مثلاً سنن ابن ماجہ ص ۱۱۰ (مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور) کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

قال ابن عبدالبر ما معنی هذا القول لان اولاد نوح علیه السلام ما کانوا

انبیاء قال الشیخ دہلوی وھذہ جرأۃ عظیمۃ۔

ابن ماجہ کی روایت میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی القاضی ہے جو کہ متروک الحدیث ہے (تقریب التہذیب ص۲۵) تذکرۃ الموضوعات ص۲۳۳ میں بھی اسے متروک الحدیث لکھا گیا ہے۔ مدارج النبوت ج۲ ص۶۷۷ پر شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحت کو نہیں پہنچتی۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ امام احمد، امام داؤد، امام یحییٰ وغیرہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ امام نسائی اسے متروک الحدیث کہتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج۱، ص۱۴۴، ۱۴۵)

ایسے راوی اور ایسی ضعیف روایت کے سہارے قادیانی اجرائے نبوت کا عقیدہ درست ثابت کرنا چاہتے ہیں فیا للعجب!

حالانکہ عقائد صحیح خبر واحد کے ذریعہ بھی ثابت نہیں کیے جا سکتے چہ جائیکہ ایک ضعیف روایت کا سہارا لیا جائے۔

موضوعات کبیر کی عبارت کے تیسرے حصہ میں بھی اگرچہ ملا علی قاری نے زیر بحث حدیث کو قوی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اکثر محدثین کی جرح کے سامنے ان کی تعدیل نا قابل قبول ہے۔

(۴) چوتھے حصہ میں وہ کہتے ہیں کہ زیر بحث حدیث کی مانند اور حدیثیں بھی ہیں مثلاً لو صار عمر نبیًا لکان من اتباعہ علیہ السلام...... اسی عبارت کے آخر میں ملا علی قاریؒ لو عاش ابراہیم لکان صدیقا نبیا اور آیت خاتم النبیین میں تطبیق دیئے ہوئے فرماتے ہیں کہ لا نبی بعدی کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد ایسا کوئی نبی نہ آئے گا جو آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کر دے اور وہ آپ کا امتی نہ ہو اس تاویل کی تائید لو کان موسیٰ حیاً لما وسعہ الا اتباعی سے بھی ہو رہی ہے۔

ایک قابل غور نکتہ

سنن ابن ماجہ کے باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و

ذکر وفاتہ سے جو ضعیف حدیث قادیانی پیش کرتے ہیں جبکہ اسی باب کی پہلی حدیث نظر انداز کر دیتے ہیں جو کہ یہ ہے۔

”حدثنا محمد بن عبداللّٰہ بن نمیر ثنا محمد بن بشر ثنا اسمٰعیل بن ابی خالد قال قلت بعید اللّٰہ بن ابی اوفیٰ رأیت ابراھیم ابن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال مات و ھو صغیر و لوقضی ان یکون بعد محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم نبی لعاش ابنہ و لکن لانبی بعدہٗ۔“

یہ حدیث صحیح ہے جسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں باب من سمی باسماء الانبیاء کے تحت نقل کیا ہے۔

صحیح حدیث کو نظر انداز کر دینا اور ضعیف حدیث سے استدلال کرنا قادیانی علم الکلام کی ایک درخشاں روایت ہے۔

ع خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

عقیدۃ الامت سے ایک اقتباس:

فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب، ملا علی قاریؒ پر قادیانی اتہام کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں۔

بات اصل میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت زمانی کو دو امور لازم ہیں۔

(۱) کوئی نیا نبی پیدا نہ ہو۔ یعنی آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ ملے۔

(۲) پہلے نبیوں سے اگر کوئی آ جائے تو وہ آپ کی شریعت کا تابع اور امتی ہو کر رہے۔ امر اول کے اس ضمن میں کہ حضرت عیسیٰؑ کی آمد حدیث ”لا نبی بعدی“ کے مخالف نہیں۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

فالمعنیٰ انہ لا یحدث بعدہ نبی لانہ خاتم النبیین السابقین۔

(مرقات ج۵، ص۵۶۴)

ترجمہ:۔ پس معنی یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ پہلے نبیوں کے آخر یعنی خاتم النبیین ہیں۔

اور امر ثانی کے متعلق حضرت خضرؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسے نبیوں کی آمد کے

بارے میں لکھتے ہیں۔

فلا یناقض قوله تعالیٰ خاتم النبیین اذا المعنی انه لایاتی نبی بعده و ینسخ ملته و لم یکن من امته و یقویه حدیث لوکان موسیٰ علیه السلام حیا لما وسعه الاتباعی۔

(موضوعات کبیر ص ۵۱)

ترجمہ:۔ پس یہ امر آیت خاتم النبیین کے معارض نہیں۔ کیونکہ اس امر (یعنی اگر حضرت خضرؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسا کوئی پہلا نبی آ جائے گا) کا معنیٰ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد کسی ایسے پچھلے نبی کی آمد نہیں ہو سکتی جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی ملت میں سے ہو کر نہ رہے۔

ملا علی قاریؒ یہاں یہ سمجھا رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ یا حضرت علیؓ یا حضور علیہ السلام کے بیٹے حضرت ابراہیم جیسے کسی اور بزرگ کو نبی بناتا تو اسے بھی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی طرح تاجدار ختم نبوت سے پہلے نبی بناتا۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا اور اس فرض صورت میں یہ ضروری نہیں کہ ان بزرگوں کے تشخصات بھی وہی ہیں ہوں جو اب تھے۔ یعنی حضرت ابراہیم حضور علیہ السلام کے بیٹے بھی ہوں اور پھر آنحضرت علیہ السلام سے پہلے کے نبی ہوں بنا بر فرض نبوت حضرت ابراہیم کا یہ تشخص لازم نہیں۔ یعنی ان کے فرزند رسول ہونے سے صرف نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر رب العزت انہیں یا حضرت عمرؓ کو نبی بناتے تو یہ بزرگ یقینی طور پر حضرت عیسیٰؑ، حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ کی طرح حضور علیہ السلام سے پہلے کے نبی ہوتے۔ اور حضور علیہ السلام کے بعد تک موجود رہنے کی صورت میں حضور علیہ السلام کے تابع شریعت ہو کر رہتے اور اس طرح کا اگر کوئی پچھلا نبی آ جائے تو اس کا آنا خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہو گا۔ البتہ اس کے لیے یہ ضروری ہو گا کہ وہ آپ کی شریعت کے ماتحت رہے اور اس کی اپنی شریعت نافذ نہ ہو۔ جیسے ایک صوبے کا گورنر دوسرے گورنر کے صوبے میں چلا جائے تو وہ گورنر وہاں بھی ہو گا لیکن اس کی حکومت وہاں نافذ نہ ہو گی۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے اس خیال سے کہ "لا یأتی نبی بعده" کے معنی پچھلے نبیوں کی آمد ہی کے لیے جائیں پہلے حضرت عیسیٰؑ، حضرت خضرؑ اور حضرت

الیاسؑ کے نام ذکر فرما دیئے اور آخر میں احتیاطاً حضرت موسیٰؑ کا ذکر کر دیا ہے اور وہ بھی فرضی اور تقدیری طور پر کیونکہ یہ سب حضرات حضور علیہ السلام سے پہلے کے نبی ہیں۔ اس مثال سے واضح ہو گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد آیت خاتم النبیین کے مخالف نہیں۔ کیونکہ ختم نبوت کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا۔

یقین کیجیے کہ ملا علی قاریؒ کی ایسی تشریحات نزول مسیح کے پیش نظر ہیں جنہیں مرزائی حضرات اپنے خود ساختہ معانی پر محمول کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس امر ثانی کو آیت خاتم النبیین کے خلاف سمجھ کر یہ تاویل کر دی کہ حضرت عیسیٰ بعد از نزول نبی نہیں ہوں گے۔ اور وہ اس بات کو نہ سمجھے کہ ان کا نبی ہونا اور بات ہے اور ان کی نبوت کا نافذ ہونا اور بات ہے پس اگر حضرت عیسیٰؑ بعد نزول نبی تو ہوں لیکن ان کی نبوت نافذ نہ ہو تو یہ مفہوم آیت خاتم النبیین کے مخالف نہیں۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

اقول لامنافاة بین ان یکون نبیاً و یکون متابعاً نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی بیان احکام شریعته و اتقان طریقته ولو بالوحی الیه کمایشیر الیه قوله صلی اللہ علیه وسلم لو کان موسیٰ حیا لما وسعه لا اتباعی ای مع وصف النبوة والرسالة والا فمع سلبها لایفید زیاده المزیة فالمعنی انه لا یحدث بعده نبی لانه خاتم النبیین السابقین۔ (مرقات ج۵،ص۵۶۴)

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر موسیٰؑ بھی (زمین پر) زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا یعنی وہ نبوت اور رسالت سے موصوف ہونے کے باوجود میری اطاعت کرتے۔ کیونکہ نبوت اور رسالت کے بغیر موسیٰ کے مطیع ہونے سے حضور تاجدار ختم نبوت کے مطاع ہونے میں کسی فضیلت کا اظہار نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ مقام مدح ہے پس واضح ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کی آمد ثانی پر ان کا نبی ہونا آیت "خاتم النبیین" اور حدیث "لانبی بعدی" کے خلاف نہیں کیونکہ ان دونوں کا صحیح مطلب جوامت نے سمجھا ہے یہی کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا۔

ملا علی قاریؒ تو یہ سمجھا رہے تھے کہ کسی پچھلے نبی کا امتی نبی بن کر آنا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے لیکن مرزائی حضرات اسے اس تحریف کے ساتھ پیش کر رہے

ہیں کہ حضرت ملا علی قاریؒ حضور کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کے پیدا ہونے کو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں سمجھتے معاذ اللہ۔ یاد رکھیے حضور تاجدار ختم نبوت کے بعد کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو ممکن سمجھنا خواہ غیر تشریعی ہی کیوں نہ ہو کفر، ارتداد اور زندقہ و الحاد ہے۔

(عقیدۃ الامۃ ص ۲۴۲ تا ۲۴۵)

امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ کیا اجرائے نبوت (مستقلہ یا غیر مستقلہ) کے قائل ہیں؟

مرزائیوں نے الفضل ''خاتم النبیین'' نمبر ۲۷ جولائی ۱۹۵۲ میں جہاں اور بزرگان دین رحمہم اللہ تعالیٰ کی جو ان کے نزدیک قائلین اجرائے نبوت سمجھے گئے ہیں فہرست تحریر کی ہے۔ وہاں امام ربانی صاحبؒ کو بھی ان میں بزور شمار کر ڈالا ہے۔ جس عبارت امام ربانی سے ان لوگوں نے استدلال اخذ کیا ہے وہ یہ ہے۔

''حصول کمالات نبوت مر تابعان رابطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ وعلی جمیع الانبیاء و الرسل الصلوٰۃ والتحیات منافی خاتمیت اونیست فلاتکن من الممترین۔'' (مکتوبات ج ا، مکتوب ۲۷۱) (الفضل لاہور ص ۸۱ کالم ۳)

جواب ۱: پہلے تو دیکھنا ہے کہ امتی نبی ہونے اور غیر مستقل نبوت کے اجراء کے جواز کو کس طرح عبارت مذکورہ سے ثابت کر لیا گیا ہے۔ امام ربانیؒ فرما رہے ہیں۔ کہ خاتم الانبیاء صلعم کے بعد دین کے صحیح تابعدار لوگوں کو اس اتباع کے بدولت نبوت سے کمالات اور فضائل حاصل ہوں۔ تو یہ حضور کی ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ فضائل و کمالات اجزائے نبوت ہیں۔ اور بعض اجزاء شئ کے حصول و تحقق سے کل شئ کا تحقق لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں رویا صالحہ کو اجزاء نبوت شمار کیا گیا ہے۔ کون اس بات کا قائل ہے۔ کہ جسے رویا صالحہ نصیب ہوا اسے نبوت مل گئی۔ ٹھیک اسی طرح کمالات نبوت کے حصول سے نبوت نہیں مل جاتی۔ لہٰذا ان فضائل کا حصول ختم و اختتام نبوت کے منافی و مناقض نہیں ہے۔

جواب ۲: دوسری بات یہ ہے اسی عبارت میں امام ربانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الرسل کہہ رہے ہیں۔ اور یہ لفظ کیوں نہ کہا جائے کہ امام کے عقیدہ کو واضح کر رہا ہے۔ اب ہم امام ربانی صاحبؒ کے مکتوبات شریف سے ان کا عقیدہ پیش کرتے ہیں۔ تا کہ ہر قسم کا شک و شبہ زائل ہو سکے۔

(۱) دفتر دوم صفحہ ۴۴ حصہ ہفتم مکتوبات شصت ۶۷ و ہفتم میں اعتقادیات اہل

سنت بیان فرماتے رہے ہوئے دہم عقیدہ میں ذکر کرتے ہیں کہ:

''دخاتم انبیاء محمد رسول اللہ است ﷺ وعلیٰ وآلہ علیہم اجمعین۔ و دین او ناسخ ادیان سابق ست و کتاب او بہترین کتب ماتقدم ست و شریعت اورا ناسخے نخواہد بود بلکہ تا قیام قیامت خواہد ماند وعیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ نزول خواہد نمود عمل بشریعت او خواہد کرد۔ و بعنوان امت او خواہد بود۔'' (ص ۴۴ مطبوعہ امرتسر تختی کلاں)

(۲) دفتر سوم حصہ ہشتم عقیدہ ہشتم ص ۳۴ و ۳۵ (طبع امرتسر تختی کلاں) میں اعتقادیات کو واضح فرمایا ہے کہ:

اول انبیاء حضرت آدم ست علی نبینا و علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و التحیات و ''آخر ایشان و خاتم نبوت شان حضرت محمد رسول اللہ است'' بہ جمیع انبیاء ایمان باید آورد علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و ہمہ را معصوم و راست گو باید دانست۔ عدم ایمان بیکے ازیں بزرگواران مستلزم عدم ایمان است۔ جمیع ایشان علیہم الصلوات و التسلیمات چہ کلمۂ ایشاں متفق است و اصول دین ایشاں واحد و حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ از آسمان نزول خواہد فرمود متابعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔''

خط کشیدہ عبارات مجدد شیخ احمد صاحبؒ کا مذہب کتنا صاف بیان کر رہی ہیں۔ قارئین کرام کو معلوم ہو کہ امام ربانی کو بھی مرزائیوں نے گیارہویں صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو عسل مصفیٰ ص ۱۱۸ تا ۱۲۰) اور مجدد دین کا قول ماننا مرزائیوں کو لازم ہے۔ دیکھو ''شہادت القرآن'' میں مرزا صاحب نے کہا ہے کہ۔

''اور یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں خدا تعالیٰ کے حکم سے انحراف ہے۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذَالِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْن۔'' (شہادت القرآن ص ۴۰، روحانی خزائن ج ۶، ص ۳۴۴)

مجدد الف ثانیؒ نے مذکورہ عبارات میں فرمایا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے آخری نبی ہیں۔ اور آپ ﷺ ان کی نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہو کر آپ ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔ اس کے بعد مرزائیوں کو تو ضرور تسلی ہونی چاہیے۔ یہ اعتقادیات مذکورہ درست ہیں۔ آخر

مجدد اور مسلمہ مجدد کا قول ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ہدایت نصیب فرما دیں۔

استدراک:

عقیدہ ختم نبوت کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی کی مزید عبارات:

سب سے پہلے قارئین کرام کی خدمت میں ختم نبوت کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی کی چند عبارات مع ترجمہ پیش کی جاتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) چوں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول خواہد فرمود متابعت شریعت خاتم الرسل علیہما الصلوٰۃ والسلام خواہد نمود۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی مکتوب ۲۰۹، دفتر اول حصہ سوم، ص ۱۰۶)

ترجمہ:۔ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے خاتم الرسل ﷺ کی شریعت کی پیروی کریں گے۔

(۲) دریں امت کہ خیر الامم است و پیغمبر ایشاں خاتم الرسل علیہ وعلیٰ الہ الصلوات والتسلیمات علماء را مرتبہ انبیاء بنی اسرائیل دادہ اند۔

(مکتوبات ج ۱، دفتر چہارم ص ۳۴۳، مکتوب ۲۳۴)

ترجمہ:۔ اس امت میں جو کہ بہترین امت ہے اور اس کے پیغمبر آخری رسول ﷺ ہیں، علماء کو انبیاء بنی اسرائیل کا مقام دیا گیا ہے۔

(۳) مقرر است کہ مقصود از آفرینش خاتم الرسل است علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیم۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی مکتوب ۲۹۴، ص ۱۲۸، دفتر اول، حصہ پنجم)

یہ بات طے شدہ ہے کہ تخلیق کائنات سے مقصود آخری رسول ہیں ﷺ۔

(۴) نبوت عبارت از قرب الٰہی است کہ شائبہ ظلیت ندارد...... و خاتم ایں منصب سید البشر است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ بعد از نزول متابع شریعت خاتم الرسل خواہد بود۔

(مکتوبات نمبر ۳۰۱، دفتر اول حصہ پنجم ص ۱۴۰)

ترجمہ:۔ نبوت قرب الٰہی کا نام ہے اس میں ظلیت کا کوئی شبہ نہیں ہے...... اور اس منصب کو ختم کرنے والے تمام انسانوں کے سردار ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت عیسیٰ نزول کے بعد خاتم الرسل ﷺ کی شریعت کی پیروی کریں گے۔

کیا قادیانی اس سوال کا جواب دیں گے؟

(۵) شرکت در نبوت و مساوات با نبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کفراست۔
(مکتوبات ج ۲، مکتوب ۹۹، دفتر دوم حصہ ہفتم ص ۱۱۸۔۱۱۹)

ترجمہ:۔ نبوت میں شرکت اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ برابری کا دعویٰ کفر ہے۔

(۶) لوازم وکمالاتے کہ در نبوت درکار است ہمہ را عمر دارد اماچوں منصب نبوت بخاتم الرسل ختم شدہ است علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام بدولت منصب نبوت مشرف نہ گشت۔

(مکتوبات، دفتر سوم حصہ ہشتم ص ۵۷ مکتوبات نمبر ۲۴)

ترجمہ:۔ وہ لوازم و کمالات جو کہ نبوت میں ضروری ہیں تمام حضرت عمر کو حاصل تھے لیکن چونکہ منصب نبوت خاتم الرسل ﷺ پر ختم ہو چکا ہے اس لیے حضرت عمر منصب نبوت حاصل نہ کر سکے۔

(۷) اجماع بر افضلیت خاتم الرسل است علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔
(مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم ص ۳۰، مکتوب ۸۸)

خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل ہونے پر اجماع امت ہے۔

قادیانیوں سے ایک سوال:

آنحضرت ﷺ کی پیروی سے بقول حضرت مجدد الف ثانیؒ سات قسم کے درجات حاصل ہو سکتے ہیں جن کی تفصیل مکتوبات دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۵۴ میں موجود ہے۔ ان سات درجات میں ظلی بروزی نبوت کا قطعاً نام نہیں ہے۔ مرزا قادیانی کے بقول ظلی بروزی نبوت جو اسے حاصل تھی۔ اگر واقعتاً اس کا کوئی وجود تھا تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ان سات روحانی درجات میں اس کا نام کیوں نہیں لکھا؟

عقیدۃ الامت سے ایک اقتباس:

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے عقیدہ کی وضاحت کے لیے اگرچہ مذکورہ حوالہ جات کافی ہیں۔ لیکن قادیانیوں پر اتمام حجت کے لیے حضرت علامہ خالد محمود صاحب کی تنقیحات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت امام ربانی اپنے مکتوبات میں یہ تحقیق بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی امت کے کاملین کو حضور اکرم ﷺ کے کمالات سے حصہ ملتا ہے اور یہ حضرات کاملین کمالات ولایت کے ساتھ ساتھ کمالات نبوت سے بھی فیضیاب ہوتے ہیں۔ حضرت امام ربانی کے ہاں یہ کمالات نبوت حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کو بھی بدرجہ اتم حاصل ہوئے اور مقام محمدی کی کامل تجلی بطور وراثت اور کمال متابعت ان کاملین امت پر اتری۔ ان کاملین امت نے اس کمال پیروی فرط محبت بلکہ عنایت ربانی اور موہبت یزدانی سے حضور اکرم ﷺ کے جمیع کمالات کو اپنے اندر اس طرح جذب کیا کہ اصل وظل اور اصالت و تبعیّت کے سوا کوئی فرق محسوس باقی نہ رہا۔ بایں ہمہ ان حضرات میں سے کسی نے نہ کسی ظلی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور نہ بطور انعکاس کوئی نبی اور رسول ہوا۔ کمالات نبوت سے بہرہ ور ہونے اور مقام محمدی کی کامل تجلی کے باوجود یہ حضرات ہرگز ہرگز نبی یا رسول نہ ہوئے۔ کیونکہ حضور خاتم النبیین ﷺ پر نبوت ہر اعتبار سے ختم ہو چکی تھی۔

حضرت امام ربانی اپنے مکتوبات میں کئی مقامات پر کاملین امت کے لیے ان کمالات نبوت کا حصول مانتے ہیں اور ان کے کامل مصداق کے طور پر بار بار حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کا نام پیش کرتے ہیں حضرت امام ربانی کے ہاں کمالات نبوت کے حصول کو نبوت کا حصول ہرگز لازم نہیں۔ کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ بالاتفاق نبی و رسول نہ تھے۔ ان حضرات قدسی صفات کے کمالات نبوت کا ثبوت حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے ہرگز منافی نہیں کمالات نبوت اور لوازم نبوت میں جوہری فرق ہے جو بات ختم نبوت سے متصادم ہے وہ منصب نبوت کا حصول ہے۔ کیونکہ حضور خاتم النبیین کے بعد کسی نبی اور رسول کا پیدا

ہونا شرعاً محال ہے۔

قادیانی مغالطہ:

قادیانی حضرات مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لیے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا مذکورہ بالا نظریہ وہاں سے نقل کرتے ہیں جہاں اس کی پوری تفصیل موجود نہیں اور نہ اس کے ساتھ ان کمالات نبوت کا حصول حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کے لیے مذکور ہے قادیانی حضرات اس مختصر اور مجمل عبارت سے یہ نتیجہ پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ کمالات نبوت کے حصول سے نبوت ملنے کی گنجائش نکل آئے۔ حالانکہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا نام لے کر اپنی مراد کو دوسرے کئی مقامات پر واضح کر چکے ہیں۔

(قادیانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جو کہ مختصر ہے۔ یہ عبارت پہلے لکھی جا چکی ہے مفصل عبارت پیش کرنے سے گریز کرتے ہیں...... حضرت علامہ صاحب، مجدد الف ثانیؒ کی مختصر عبارت پیش کرتے ہوئے قارئین کو دعوت انصاف دیتے ہیں حضرت مجدد کی مفصل عبارت درج ذیل ہے۔)

نبوت جیسے مبشرات، رویائے صالحہ سمت حسن، تسودت اور اقتصاد وغیرہ ان کمالات نبوت کا حصول آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے خلاف نہیں۔ یہ مقام نبوت کے محض اجزاء اور عکوس و ظلال ہیں اور ان کمالات نبوت سے اصل نبوت کا حصول لازم نہیں آتا یہ کمالات نبوت تو باقی ہیں لیکن مقام نبوت خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی آنحضرت ﷺ کی ذات مقدسہ ہر اعتبار سے ختم ہو چکا ہے۔ انبیاء کرام کو یہ کمالات نبوت بے توسط ملتے ہیں یہاں شائبہ ظلیت نہیں اور غیر انبیاء کو یہ کمالات انبیاء کے کمال متابعت اور وراثت کے توسط سے حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرامؓ کو یہ کمالات نبوت حاصل ہوئے۔ بایں ہمہ وہ نبی و رسول ہرگز نہ تھے۔

قادیانی مبلغین حضرت امام ربانی کی مذکورہ بالا عبارت کے پیش کرنے میں دو فریب کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ حضرت کے پورے مکتوب گرامی کو کبھی پیش نہیں کرتے۔

(۱) قادیانی علماء حضرت امام ربانی کی ''کمالات نبوت کی اس بحث میں'' یہ ظاہر ہونے نہیں دیتے کہ ان کی ہاں حصول کمالات نبوت کا یہ مقام حضرات صحابہ کرامؓ کو حاصل تھا۔ کیونکہ یہ حضرات قدسیہ بالاتفاق پیغمبر نہ تھے۔ پس ان کے ذکر سے اس قادیانی مغالطے کو کوئی راہ نہ ملتی تھی کہ کمالات نبوت کے حصول سے انسان مقام نبوت پر بھی فائز ہو جاتا ہے۔

(۲) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے ہاں ''وصول بکمالات نبوت'' کا یہ مقام خود ان کی اپنی ذات گرامی کو بھی حاصل تھا۔ حالانکہ وہ خود پیغمبر اور رسول ہرگز نہ تھے پس اس ذکر سے بھی یہ قادیانی مغالطہ بالکل بے نقاب ہو جاتا تھا کہ انسان کمالات نبوت کے حصول سے مقام نبوت بھی پالیتا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حضرت امام ربانی کا یہ مکتوب گرامی مولانا امان اللہؒ کے نام ہے۔ حضرت امام صاحبؒ اس خط کے آخر میں مذکور الصدر دونوں باتوں کی تصریح فرماتے ہیں۔ قادیانی حضرات اگر انہیں ذکر کر دیں تو بات بنتی نہیں۔

حضرت امام ربانی فرماتے ہیں:۔

باید دانست کہ حصول ایں موہبت درحق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بے توسط است و درحق اصحاب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتحیات کہ بہ تبعیت و وراثت بایں دولت مشرف گشتہ اند بتوسط انبیاء است علیہم الصلوٰت والبرکات بعد از انبیاء و اصحاب ایشاں علیہم الصلوٰت والتسلیمات کم کسی بایں دولت مشرف گشتہ اند است ہر چند جائز است دیگرے رابہ تعبیت و وراثت بایں دولت مہتد سازند۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

انگارم کہ ایں دولت در کبار تابعین نیز پرتوے انداختہ است و دراکابر تبع تابعین نیز افگندہ بعد ازاں روباستتار آوردہ تا آنکہ نوبت بالف ثانی از بعثت آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ صلوٰت والتسلیمات رسیدہ درایں وقت نیز آں دولت بہ تبعیت و وراثت برمنصۂ ظہور آمدہ و آخر را باول مشابہ ساختہ۔

گر بادشہ بردر پیر زن
بباید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ:۔ جاننا چاہیے کہ اس انعام (وصول بکمالت نبوت) کا حاصل ہونا

انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے حق میں بغیر کسی توسط کے ہوتا ہے اور صحابہ کرامؓ جو متابعت اور وراثت کے طور پر اس مقام سے مشرف ہوئے ہیں ان کے حق میں (وصول بکمالات نبوت) انبیاء علیہم الصلوٰت و البرکات کے واسطہ سے ہے۔ انبیاء اور صحابہ کرامؓ کے بعد ایسے افراد بہت کم ہیں جو اس مقام پر فائز ہوئے ہوں۔ اگرچہ جائز ہے کہ کسی اور کو بھی متابعت اور وراثت سے اس دولت (وصول بکمالات نبوت) سے بہرہ ور فرمائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس دولت نے کبار تابعین پر بھی اپنا پرتو ڈالا ہے۔ اور اکابر تبع تابعین پر بھی اس دولت کا سایہ پڑتا رہا ہے۔ اس کے بعد اس دولت نے اپنا چہرہ پردے میں رکھا۔ یہاں تک کہ حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت و التسلیمات کی بعثت کے بعد الف ثانی (دوسرے ہزار کا دور) آپہنچا۔ اس وقت بھی یہ دولت (وصول بکمالات نبوت) حضور کی متابعت اور وراثت سے منصۂ ظہور پر آئی ہے اور آخر کو اول کے قریب کر دیا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی اس تصریح سے واضح ہے کہ کاملین امت کے لیے جن کمالات کا حصول حضرت امام ربانی تسلیم فرما رہے ہیں وہ کمالات نبوت حضرات صحابہ کرامؓ کبار تابعین اکابر تبع تابعین اور الف ثانی میں خود حضرت مجدد الف ثانیؒ کو بھی حاصل ہوئے۔ پس جب کہ یہ حضرات قدسیہ بالاتفاق پیغمبر نہ تھے تو ثابت ہوا کہ ان کمالات کے حصول کا اجرائے نبوت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ قادیانی حضرات کی ایک چال ہے کہ وہ حضرت امام ربانی کی عبارت اس تفصیل کے بغیر ایک مجمل اور نامکمل صورت میں پیش کر کے عوام کو فریب دے رہے ہیں۔

یہ تو مکتوب گرامی کے آخر کا حصہ تھا۔ حضرت امام تو اس خط کے وسط بھی تصریح فرما چکے ہیں کہ:

بایں راہ رفتہ است از انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و از اصحاب ایشاں بہ تبعیت وراثت ایشاں علیہم وعلیٰ اصحابہم الصلوٰۃ والتحیہ۔

(مکتوب ۳۰۱، دفتر اول ص ۴۳۲)

ترجمہ کمالات نبوت پر اس راہ سے انبیاء کرام بھی چلے اور ان کی متابعت اور

وراثت سے صحابہ کرامؓ بھی ان کمالات نبوت تک پہنچے ہیں۔

اب اس مکتوب گرامی کا حصہ اول بھی ملاحظہ فرما لیجیے اور قادیانی علم و دیانت کی داد دیجیے۔

ایں قرب بالاصالۃ نصیب انبیاء است و ایں منصب مخصوص بایں بزرگواراں علیہم الصلوٰت والبرکات و خاتم ایں منصب سید البشر است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و التحیہ بعد از نزول متابع شریعت خاتم الرسل واہد بود۔ (مکتوبات ج ۱: ص ۴۳۲)

ترجمہ:۔ وہ قرب الٰہی جو انبیاء کو حاصل ہوتا اصالۃً انبیاء کا ہی حصہ ہے اور درجہ انہی بزرگوں سے خاص ہے اور اس منصب کے خاتم حضور اکرم ﷺ ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول فرمانے کے بعد حضور خاتم النبیین کی ہی شریعت کے تابع ہوں گے۔ (عقیدۃ الامت ص ۲۴۹ تا ۲۵۴)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی کا تجزیہ:

شہید ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے حضرت مجدد کی تحریرات کی روشنی میں قادیانی فتنہ کا ایک اور انداز میں جائزہ لیا ہے وہ بھی قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

تنقیص سلف:

چونکہ چودہ صدی کی تمام امت اسلامیہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفع و نزولِ جسمانی کی قائل ہے، صحابہؓ، تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ، محدثینؒ، مفسرینؒ، فقہاءؒ، صوفیاءؒ، متکلمینؒ سب کا یہی عقیدہ رہا اور حدیث، تفسیر اور عقائد کی کتابوں میں یہی عقیدہ درج ہے، اس لیے قادیانی صاحبان ان اکابر سے بے حد ناراض ہیں اور انہیں نہایت نامناسب الفاظ سے یاد کرتے ہیں، کہیں ان حضرات کو ''بے تکی ہانکنے والے'' بتاتے ہیں، کہیں انہیں ''معمولی انسان'' اور کہیں ''احمق اور نادان'' قرار دیتے ہیں، کبھی اس عقیدہ کو ''شرک'' کہتے ہیں، کبھی یہودیانہ الحاد و تحریف

کا خطاب دیتے ہیں، ان تمام القاب کا مقصد یہ ہے کہ مرزا صاحب سے پہلے تیرہ صدیوں کی امت معاذ اللہ! گمراہ، ملحد اور مشرک تھی اور یہ سب العیاذ اللہ! بے تکی ہانکنے والے تھے۔ حضرت امام ربانی رحمہ اللہ نے اس کا فیصلہ بھی خوب فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

"جماعہ کہ ایں اکابر دین را اصحاب رائے میدانند اگر ایں اعتقاد دارند کہ ایشاناں بہ رائے خود حکم میکردند و متابعت کتاب وسنت نمی نمودند پس سوادِ اعظم از اہل اسلام بزعم فاسد ایشاں ضال ومبتدع باشند بلکہ از جرگۂ اہل اسلام بیروں بودند۔ ایں اعتقاد نہ کند مگر جاہلے کہ از جہل خود بے خبر است یا زندیقے کہ مقصودش ابطالِ شطر دین است۔" (دفتر دوم مکتوب ۵۵)

ترجمہ:۔ "جو گروہ ان اکابر کو اصحاب رائے جانتا ہے، اگر ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ حضرات محض اپنی رائے سے حکم کرتے تھے اور کتاب وسنت کی پیروی نہیں کرتے تھے تو ان کے زعم فاسد میں اہل اسلام کا سوادِ اعظم گمراہ اور بدعت پرست رہا، بلکہ دائرۂ اسلام سے ہی خارج رہا، یہ اعتقاد نہیں کرے گا مگر وہ جاہل جو اپنے جہل سے بے خبر ہے، یا وہ زندیق جس کا مقصود ہی شطر دین کو باطل قرار دینا ہے۔"

ظلی اتحاد:

قادیانی صاحبان کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے "ظلی نبوت" کا دعویٰ کیا تھا، جس کی تشریح خود ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے۔

"تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں، تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔"

"میرا نفس درمیان نہیں، بلکہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے، اسی لحاظ

سے میرا نام ''محمد'' اور ''احمد'' ہوا، پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی، محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔''

''اگر کوئی شخص اس خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیرت کے اسی کا نام پالیا ہو، اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا، کیونکہ وہ محمد ہے، گو ظلی طور پر، پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے، جس کا نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا ہے، پھر بھی سیدنا خاتم النبیین ہی رہا، کیونکہ یہ ''محمد ثانی'' اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔''

(ایک غلطی کا ازالہ ص۵، روحانی خزائن ،۱۸، ص۲۰۹)

اور خطبہ الہامیہ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں ''صار وجودی وجوده'' یعنی میرا وجود بعینہٖ آپ ﷺ کا وجود بن گیا ہے۔ اور ''من فرق بيني و بين المصطفىٰ فما عرفني و مارای'' یعنی جس نے میرے درمیان اور مصطفیٰ ﷺ کے درمیان فرق کیا، اس نے مجھے دیکھا اور پہچانا ہی نہیں۔

الغرض مرزا صاحب کی ظلی نبوت کے معنی ان کے نزدیک یہ ہیں کہ کمال اتباع کی وجہ سے ان کی ذات آنحضرت ﷺ کی ذات سے متحد ہو گئی ہے، اور اس کمال اتحاد کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی نبوت اور کمالات نبوت (بلکہ نام، کام اور مقام تک) ظلی طور پر ان کی طرف منتقل ہو گئے، لہٰذا وہ نہ صرف نبی ہیں، بلکہ ظلی طور پر بعینہٖ محمد رسول اللہ ہیں، لیکن امام ربانی رحمہ اللہ اس قسم کے ''ظلی اتحاد'' کو تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اسے حماقت اور جنون قرار دیتے ہیں اور جو شخص اس ظلی اتحاد کا عقیدہ رکھتا ہو، اسے کافر و زندیق اور زمرۂ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں، سنیے:

''وصول خادماں بامکنہ خاصۂ مخدوماں تا، حقوق خدمت گاری بجا آرند، محسوس وضیع و شریف است، ابلہے بود کہ ازیں وصول توہم مساوات و شرکت نماید، ہر فراشے و مگس رانے و شمشیر بردارے قرین سلاطین عظام ست و در اخص امکنہ ایشاں حاضر، خیطے خبط مے طلبد

کہ ازینجا توہم شرکت و مساوات نماید۔"

(دفتر دوم مکتوب ۹۹)

ترجمہ:۔"خادموں کا مخدوموں کے خاص مقامات میں اس مقصد کے لیے پہنچنا کہ خدمتگاری کے حقوق بجا لائیں، ہر خاص و عام کو معلوم ہے۔ احمق ہے وہ شخص جو اس وصول سے مساوات و شرکت کا وہم دل میں لائے۔ دیکھیے! ہر فراش، مگس ران اور شمشیر بردار، سلاطین عظام کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کے خاص ترین مقامات تک ان کی رسائی ہوتی ہے، نہایت خبط و جنون میں مبتلا ہے وہ شخص جو اس رسائی سے شرکت و مساوات کا وہم رکھتا ہے۔"

اسی سلسلہ میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

"اگر اعتقاد دارند کہ صاحب ایں حال معتقد شرکت و مساوات ست بار باب آں مقامات عالی پس اورا کافر و زندیق تصور میکنند و از زمرۂ اہل اسلام مے بر آرند۔ چہ شرکت در نبوت و مساوات بانبیاءؑ علیہم الصلوات والتسلیمات کفراست۔"

(دفتر دوم مکتوب:۹۹)

ترجمہ:۔"اگر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ صاحب حال، ارباب مقامات عالی کے ساتھ شرکت و مساوات کا عقیدہ رکھتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اسے کافر و زندیق تصور کرتے ہیں اور اسے زمرۂ اہل اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، کیونکہ نبوت میں شرکت اور انبیاءؑ علیہم السلام سے مساوات کا عقیدہ کفر ہے۔"

(واضح رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نہ صرف وصف نبوت میں شرکت کا دعویٰ رکھتے ہیں، بلکہ اپنے آپ کو اولوالعزم انبیاء سے "تمام شان میں" بڑھ کر سمجھتے ہیں)

اسی سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب اور ان کی افضلیت کا ذکر کرنے کے بعد حضرت امام ربانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ابلہے بود کہ خود را عدیل اصحاب خیر البشر علیہ و علیہم

الصلوات والتسلیمات سازد۔ وجاہلے باشد از اخبار و آثار کہ خود راز سابقان تصور نماید۔" (دفتر دوم مکتوب ۹۹)

ترجمہ:۔ "احمق ہو گا جو اپنے تئیں آنحضرت ﷺ و اصحابہ وسلم کے برابر سمجھتا ہو، اور احادیث و آثار سے جاہل ہو گا وہ شخص جو اپنے کو سابقین (صحابہؓ و تابعینؒ) میں سے تصور کرتا ہو۔"

واضح رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی جماعت کو صحابہ کی جماعت کے برابر قرار دیتے ہیں، حضرت مجدد رحمہ اللہ کا مندرجہ ذیل فقرہ اگرچہ کسی دوسرے موقع سے متعلق ہے، لیکن یہاں کس قدر برمحل ہے؟

"کناسِ خسیس، کہ بنقص وخبث ذاتی مقسم است چہ مجال کہ خود را عین سلطان عظیم الشان کہ منشاء خیرات و کمالات ست تصور نماید، و صفات و افعال ذمیمہ خود را عین صفات و افعال جمیلہ اوتوہم کند۔" (دفتر دوم مکتوب ۱)

ترجمہ:۔ "ایک خسیس بھنگی جس کی ذات ناقص وخبث کے عیب سے داغدار ہے، اس کی کیا مجال کہ اپنے آپ کو عظیم الشان سلطان کا جو منبع خیرات و کمالات ہے، عین تصور کرے؟ اور اپنے صفات و افعال ذمیمہ کو اس کے صفات و افعال جمیلہ کا عین خیال کرے؟"

بروز و تناسخ:

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریک ان کے "نظریۂ بروز" پر قائم ہے "بروزِ محمد" "بروزِ عیسیٰ" اور "بروز کرشن" وغیرہ کی جو تشریحات انہوں نے سپردِ قلم کی ہیں، وہ صاف صاف "تناسخ" "حلول" اور "اواگون" سے جا ملتی ہیں۔ یہ لفظ انہوں نے غالباً صوفیاء سے مستعار لیا اور اس پر اپنی تعبیرات کا خول چڑھایا "بروز" کے بارے میں بھی حضرات امام ربانی رحمہ اللہ نے متعدد جگہ اظہار خیال فرمایا ہے، یہاں صرف ایک اقتباس کا نقل کرنا اہل بصیرت کے لیے کافی ہو گا، صوفیاء کے اصطلاحی "بروز" کی

تشریح کرنے کے بعد امام ربانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''و مشائخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون و بروز ہم لب نمی کشایند و ناقصان را در بلا دفتنہ نمی اندازند۔'' (دفتر دوم مکتوب ۵۸)

ترجمہ:۔ ''اور جو مشائخ کہ مستقیم الاحوال ہیں، وہ کمون و بروز کی عبارت کے ساتھ بھی لب کشائی نہیں کرتے اور ناقصوں کو فتنہ میں نہیں ڈالتے۔''

امام ربانی رحمہ اللہ کی اس تصریح کی روشنی میں فیصلہ کیجیے کہ مرزا قادیانی کے بروزی نعرے ان کی استقامت کی علامت تھے یا کجی اور فتنہ اندازی کا مظہر تھے؟ اور یہ اِدعا کہ روح محمدی نے مرزا قادیانی کا روپ دھار لیا ہے (آئینہ کمالات) صریح طور پر ملحدانہ تعبیر ہے، جس کے حق میں حضرت مجدد رحمہ اللہ کے الفاظ میں بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ:

''افسوس! ہزار افسوس! آں قسم بطالان خود را بمسند شیخی گرفتہ اند و مقتدائے اہل اسلام گشتہ اند، ضلوا فاضلوا۔'' (دفتر دوم مکتوب ۵۸)

ترجمہ:۔ ''افسوس ہزار افسوس! کہ اس قسم کے مکاروں نے پیری مریدی کی مسند اپنے لیے آراستہ کر رکھی ہے اور بزعم خود مقتدائے اہل اسلام بن بیٹھے ہیں، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔''

(ماہنامہ بینات کراچی ربیع الاول ۱۳۹۵ھ)
(تحفہ قادیانیت جلد پنجم ص ۳۵ تا ۴۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پر اجرائے نبوت کا بہتان اور اس کا جواب

عبارت یہ ہے جو مرزائیوں نے مخصوص نمبر میں پیش کی ہے۔

ختم بہ النبیّون ای لا یوجد من یامرہ اللّٰہ سبحانہٗ بالتشریع علی الناس۔ (تفہیمات الٰہیہ تفہیم ۵۵،ص۷۲، ج۲)

ترجمہ:۔ ”نبی کریم ﷺ پر انبیاء ختم ہو چکے ہیں۔ یعنی ایسا شخص عدم سے وجود میں نہیں لایا جائے گا۔ جس کو اللہ تعالیٰ احکام دینیہ وشرعیہ کے ساتھ لوگوں کی طرف مامور کرے۔“

اس عبارت سے یہ استنباط کیا جا رہا ہے۔ کہ مستقل شریعت اور مستقل دین والے نبی کی نفی مصنف کی مراد ہے۔ علی الاطلاق اور ہر نبوت کی نفی مراد نہیں ہے۔ بلکہ امتی نبی آسکتے ہیں۔ بالتبع نبوت جاری ہے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ لا یوجد کا ترجمہ ذرا غور سے ملاحظہ کرلیا جائے تو بات صاف ہے۔ (ایجاد از عدم بوجود آوردن)

جواب:۔ ان بزور عائد کردہ الزامات کا جواب ہم اپنی زبان سے ادا کرنے کی بجائے خود صاحب کلام شاہ صاحب محدثؒ کی زبان سے پیش کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ تاکہ تاویل در تاویل کرنے سے ایک صاف بات مسخ ہو کر نہ رہ جائے۔ تاویلات کا تانتا باندھنا مرزائیوں کا موروثی وطیرہ ہے۔ ہم شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا کلام بغیر کسی ہیر پھیر کے پیش کرتے ہیں۔

اولاً:۔ اسی تفہیمات الٰہیہ میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے آدمؑ سے لے کر حضور علیہ السلام تک انبیاء علیہم السلام کے مختلف دور قائم کر کے اس پر اس تفہیم میں تبصرہ کیا ہے۔ آخر میں اس تفہیم کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے کہ:۔

(۱) وصار خاتم ھذہ الدورۃ فلذالک لایمکن ان یوجد بعدہٗ نبی صلوات اللّٰہ علیہ والسلامہ‘ (تفہیمات الٰہیہ ص ۱۳۷، ج ۲)

ترجمہ:۔ ”اس دورہ کے ختم کرنے والے نبی کریم ﷺ ٹھہرے۔ اسی وجہ

سے یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی عدم سے وجود میں آئے۔"

دوسرا مقام اسی تفہیمات کا ملاحظہ ہو۔ اس تفہیم میں ضروری عقائد کا (مثلاً ملائکہ و شیاطین و قرآن مجید و معاد جسمانی و جنت دوزخ و شفاعت وغیرہ بیان فرماتے ہوئے مسئلہ ختم نبوت کو بھی واضح کیا ہے۔

(۲) محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم خاتم النبیین لانبی بعدہٗ و دعوتہٗ عامةٌ لجمیع الانس والجن وھوا فضل الانبیاء بھذہٖ الخاصة و بخواصٍ اخریٰ نحوھذہٖ۔ (تفہیم ٦٥ ج١، ص ١٤٧)

ترجمہ:۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تمام انسانوں اور جنوں کے لیے آپ کی دعوت عام ہے۔ آپ تمام نبیوں سے افضل ہیں۔ اس خاص امر اور دوسرے خواص کی بنا پر۔

اس کے بعد حجۃ اللہ البالغہ کا صرف ایک مقام ہی دیکھ لیا جائے۔ یہ بشرطیکہ انصاف کافی ہے۔

(۳) حدیث شریف میں آتا ہے ان ھذا الامر نبوة و رحمة ثم یکون خلافة و رحمة الخ (کنز العمال ج٦، ص١٢٠) یعنی یہ دین اسلام کی ابتدا نبوت اور رحمت کی صورت میں ہوئی ہے۔ پھر یہ خلافت اور رحمت کے رنگ میں زمانہ ہوگا۔ الخ۔ اس حدیث کی تشریح شاہ صاحبؒ نے اس طرح شروع کی ہے۔ اقول فالنبوة انقضت بوفاة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم و اخلافة التی لاسیف فیھا بمقتل عثمانؓ والخلافة بشھادة علی کرم اللّٰہ وجہٗ و خلع الحسن رضی اللّٰہ عنه الخ۔ (مبحث فی الفتن ج٢، ص٢١٢)

ترجمہ:۔ میں کہتا ہوں کہ نبی کریم صلعم کی وفات سے نبوت پوری اور ختم ہو گئی۔ اور ایسی خلافت جس میں تلوار اسلام میں نہ چلی ہو۔ وہ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے ختم ہوگئی۔ اور اصل خلافت راشدہ حضرت علی کی شہادت اور امام حسنؓ کی معزولی سے ختم ہوگئی۔ الخ

حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ صاف صاف تصریحات مسئلہ ختم نبوت کے متعلق ہیں کہ ہر قسم کی نبوت ختم ہوگئی ہے۔ مرزائی تاویلات کی طرف جانے کے بڑے

شائق ہیں۔ ہر عبارت میں کچھ نہ کچھ تاویل کیے بغیر ان کا جی نہیں ٹھہرتا۔ اس کا علاج ہمارے پاس کیا ہو سکتا ہے۔

اب شاہ صاحبؒ کا ایک اور حوالہ نقل کر کے ہم اس کو ختم کرتے ہیں۔ فتح الرحمٰن ترجمہ القرآن میں ''خاتم النبیین'' کا معنی شاہ صاحبؒ نے ان الفاظ کے ساتھ فرمایا ہے۔ ''نیست محمد ﷺ پدر ہیچکس از مردمان شما ولیکن پیغامبر خداست و مہر پیغمبر ان است یعنی بعد از وی ہیچ پیغامبر نباشد۔ (فتح الرحمن تحت آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین الخ)

قارئین کرام پر واضح ہو کہ مرزائی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بارہویں صدی کا مجدد مانتے ہیں۔ عسل مصفی صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰ پر ہر صدی کے مجددین کو شمار کیا ہے۔ وہاں شاہ صاحبؒ اور مرزا جان جاناں شہیدؒ کو بارہویں صدی کے مجدد تسلیم کیا ہے۔ نویں صدی کے مجدد امام سیوطیؒ دسویں صدی کے مجدد علی قاریؒ، گیارہویں صدی کے مجدد شیخ احمد سرہندیؒ بارہویں صدی کے مجدد شاہ ولی اللہ صاحبؒ سب کے سب کہہ رہے ہیں۔ کہ نبوت ختم ہو گئی ہے۔ وحی تا قیامت منقطع ہو گئی ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی عدم سے وجود میں نہیں آ سکتا۔ ممکن ہی نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی و رسول پیدا ہو۔ آپ کے مسلمہ مجددین بیک آواز بلا تاویل یہ کہہ رہے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ امتی نبی آ سکتے ہیں۔ انصاف کرو کون سچا ہے؟

استدراک:

عقیدہ ختم نبوت کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ کے مزید حوالہ جات:

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد نافع صاحب دام مجدہ نے اختصار کے پیش نظر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تین چار عبارات نقل کی تھیں احقر ان پر اضافہ کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی مزید عبارات پیش کرتا ہے۔

(۱) آپ زندیق کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

او قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوۃ و لکن معنی ھذا

الکلام انه لایجوز ان یسمیٰ بعده احد بالنبی، واما معنی النبوة وهو کون الانسان مبعوثا من الله تعالیٰ الی الخلق مفترض الطاعة معصوماً من الذنوب و من البقاء علی الخطاء فیما یریٰ فهو موجود فی الائمة بعده فذلك الزندیق و قد اتفق جماهیر المتاخرین من الحنیفة والشافعیة علی قتل من یجری هذا المجری۔ (مسوی شرح موطا ص۱۳۰ ج۲)

ترجمہ:۔ ''یا جو شخص یہ کہے کہ بے شک حضور علیہ السلام نبوت کے ختم کرنے والے ہیں لیکن اس کلام کے معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد کسی کو نبی کہنا اور نبی کا اسم اطلاق کرنا جائز نہیں، لیکن نبوت کی حقیقت اور اس کے معنی یعنی کسی انسان کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے خلق کی طرف مبعوث ہونا اس کی اطاعت فرض ہونا، اس کا گناہوں سے معصوم ہونا یہ امور حضور علیہ السلام کے بعد ائمہ میں پائے جاتے ہیں پس وہ زندیق ہے اور جمہور متاخرین احناف وشوافع کا ایسے شخص کے قتل پر اتفاق ہے۔

(۲) آپ اپنی معروف کتاب الخیر الکثیر میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں۔

و عیسیٰ علیه السلام هو من اتم الانبیاء شانا و اجلهم برهانا، و مزاجه ''السبوغ'' و لذالك كانت معجزاتهٗ سبوغیة كلها، و كان وجوده من طریق السبوغ، و كذالك حق لهٗ ان ینعكس فیه انوار سید المرسلین صلی الله علیه وسلم، ویزعم العامة انهٗ اذا نزل فی الارض كان واحدا من الامة، كلا بل هو شرع للاسم الجامع المحمدی و نسخة منتسخة منه، فشتان بینهٗ و بین احد من الامة، الا انهٗ یتبع القرآن، ویاتم بخاتم الانبیاء صلی الله علیه وسلم، و ذالك لا یقدح فی كماله بل یویدهٗ، فتعرف، وهو بذاته محاق لشرور الیهود، ولذالك نزل بین یدی الساعة۔ (ص۷۲)

ترجمہ:۔ اور عیسیٰ علیہ السلام من جملہ ان انبیائے کرام کے ہیں جن کی شان سب سے کامل اور جن کی برہان سب سے جلیل القدر ہے، اور ان کا مزاج ''السبوغ'' ہے، اسی بنا پر ان کے سارے معجزات سبوغیت کے رنگ میں ہیں اور ان کا وجود بھی بطریق سبوغ ہوا، اسی بنا پر وہ مستحق ہوئے کہ ان میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

کے انوار منعکس ہوں۔ اور عام لوگوں کا خیال ہے کہ جب وہ زمین میں نازل ہوں گے تو محض ایک امتی ہوں گے، ایسا ہرگز نہیں، بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی ﷺ کی شرح اور اسی کا ایک مُثنّٰی ہیں، پس ان کے درمیان اور عام افراد امت کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ قرآن کریم کی پیروی اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کریں گے اور یہ بات ان کے کمال میں رخنہ انداز نہیں، بلکہ ان کے کمالات کو دوبالا کر دیتی ہے، خوب سمجھ لو اور وہ بنفس نفیس یہود کے شرور کو مٹانے والے ہیں، اسی مقصد کے لیے وہ قیامت سے پہلے نازل ہوں گے۔

(۳) عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللّٰہ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی باید دانست کہ مدلول ایں حدیث نیست الا استخلاف مرتضی بر مدینہ در غزوہ تبوک و تشبیہ دادن ایں استخلاف باستخلاف موسیٰ ہارون را دروقت سفر خود بجانب طور و معنی بعدی اینجا غیریٰ است چنانکہ در آیہ فمن یہدیہ من بعد اللّٰہ گفتہ اند نہ بعدیت زمانی زیرا کہ حضرت ہارون بعد حضرت موسیٰ باقی نماند ند تا ایشاں را بعدیت زمانیہ ثابت بود و از حضرت مرتضیٰ آں را استثناء کنند پس حاصل ایں است کہ حضرت موسیٰ در ایام غیبت خود حضرت ہارون را خلیفہ ساختہ بودند و حضرت ہارون از اہل بیت حضرت موسیٰ بودند و جامع بودند در نیابت نبوت و اصالت در نبوت و حضرت مرتضی مثل حضرت ہارون است در بودن از اہل بیت پیغامبر و در نیابت نبوت بحسب احکام متعلقہ بحکومت مدینہ نہ در اصالت نبوت پس ازیں حدیث فضیلت مرتضیٰ مفہوم شد از جہت حاکم ساختن بر مدینہ و استحقاق او حکومت را وتشبہ بہ پیغامبری نہ افضلیت برشیخین (قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص۲۰۶، ۲۰۷ مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ:۔ یہ قصہ تبوک کی طرف اشارہ ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو کہا کہ آپ کا میرے

نزدیک وہی مرتبہ ہے جو حضرت ہارون کا موسیٰ سے ہے سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ جاننا چاہیے کہ اس حدیث کا مدلول صرف حضرت علیؓ کا غزوۂ تبوک میں مدینہ منورہ پر حضور علیہ السلام کا جانشین بننا ہے اور اس جانشینی کو حضرت موسیٰ، ہارون علیہ السلام کو کوہ طور پر سفر کے دوران جانشین بنانے کے ساتھ تشبیہہ دینا مقصد ہے۔ اور اس جگہ بعدی، غیری کے معنی میں ہے جیسا کہ آیت فمن یهدیه من بعد اللّٰه میں کہا گیا ہے۔ بعدیت زمانی مراد نہیں ہے اس لیے کہ حضرت ہارون، حضرت موسیٰ کے بعد زندہ نہ رہے تھے کہ ان کے لیے بعدیت زمانی ثابت کریں اور حضرت علیؓ کو اس سے مستثنیٰ کریں پس خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنی عدم موجودگی میں حضرت ہارون کو خلیفہ بنایا تھا اور حضرت ہارون، حضرت موسیٰ کے اہل بیت میں سے تھے اور نبی کی نیابت اور اپنی نبوت کی اصالت کے جامع تھے اور حضرت مرتضیٰ حضور علیہ السلام کے اہل بیت ہونے میں حضرت ہارون کی مانند ہیں اور حضرت علی کی نیابت نبوت مدینہ منورہ پر حکومت کے متعلقہ احکام کے اعتبار سے ہے، نبی ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے پس اس حدیث حاکم مدینہ بننے کی جہت سے اور اس کا استحقاق رکھنے سے اور ایک پیغمبر کے ساتھ تشبیہہ سے حضرت علیؓ کی فضیلت معلوم ہوئی حضرت ابوبکرؓ، وعمرؓ پر ان کی فضیلت اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتی۔

(۴) و محمد صلى اللّٰه عليه وسلم خاتم النبيين لانبى بعده و دعوته عامة لجميع الانس و الجن و هو افضل الانبياء بهذا الخاصة و بخواص اخرىٰ نحو هذه۔

(تفہیمات الٰہیہ ج۱، ص۱۴۷)

ترجمہ:۔ اور حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آپ کی دعوت تمام انسانوں اور جنوں کے لیے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس خصوصیت کی وجہ سے اور اس جیسے دوسرے خواص کی وجہ سے تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور ختم نبوت

مرزائیوں نے اپنے مسلک (اجرائے نبوت) کی تائید میں مولانا محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ کی ایک دو عبارتوں کو پیش کرنے میں بڑی سعی کی ہے۔ حالیہ سہ ماہی (جون، جولائی، اگست ۵۲ء) میں تو مختلف عنوان بدل بدل کر الفضل میں ان عبارتوں کو بار بار شائع کیا ہے۔ ایک ان کا تبلیغی ہفتہ وار اخبار "التبلیغ" ربوہ سے شائع ہوتا ہے۔ اس کا ایک نمبر (ا) جولائی ۵۲ء جلد۲ نمبر ۱۰۶) مستقل مولانا علی قاریؒ مولانا محمد قاسمؒ مولانا عبدالحئیؒ ہر سہ حضرات کے لیے وقف کیا ہے۔ ان حضرات کی عبارتیں "مخصوصہ متعینہ" ذکر کر کے بڑے زور دار چیلنج کیے ہیں۔ کہ ہے کسی کو جرأت کہ ان عبارات کا جواب پیش کر کے ان ہر سہ حضرات کی برأت و صفائی کا دم بھرے۔ پھر اسی پر بس نہیں۔ چھوٹے چھوٹے پمفلٹ اور ٹریکٹ شائع کیے ہیں۔ جن میں مولانا نانوتوی مرحوم کی عبارت مطلب کے موافق نقل کر کے عوام پر یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ مولانا بھی اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔ ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں۔ لہٰذا احمدیوں کے عقیدہ اور مولانا کے عقیدہ میں کچھ فرق نہیں۔ (لعنتہ اللہ علی الکاذبین)

حضرات! جس طرح سابقہ سطور میں واضح کیا گیا ہے۔ ان مذکورہ سلف صالحین میں سے کوئی صاحب بھی اجرائے نبوت کا قائل نہیں ہے۔ اور نہ ہی ختم نبوت زمانی کا کوئی فرد منکر ہے۔ ٹھیک اسی طرح مولانا نانوتوی مرحوم کا عقیدہ ختم نبوت سے متعلق جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ اجرائے نبوت ان کے نزدیک باطل ہے۔ ختم نبوت زمانی کے صحیح طور پر اقرار کرنے والے ہیں۔ جو ختم نبوت زمانی کا قائل نہ ہو اور آنحضور ﷺ کے بعد نبوت جاری تسلیم کرے۔ اسے کافر سمجھتے ہیں۔

ذیل میں مولانا کی عبارتیں درج کی جاتی ہیں۔ جو ہماری اس بات پر شہادت صادقہ ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

(ا) شان نبوت بیان کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں۔

"ایسے "خاتم مراتب نبوت" کے اوپر اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے احکام اوروں کے احکام کے ناسخ ہوں

گے۔ اوروں کے احکام اس کے احکام کے ناسخ نہ ہوں گے۔ اور اس لیے یہ ''ضرور ہے وہ خاتم زمانی بھی ہو'' کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سب حکام ماتحت کے بعد آتی ہے۔ اور اس لیے اس کا حکم اخیر حکم ہوتا ہے۔'' (مباحثہ شاہ جہانپور ص ۲۵)

اس مباحثہ کی عبارت میں مولانا مرحوم آنحضور ﷺ کو نبوت کے مراتب کو ختم کرنے والے تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ زمانہ کے اعتبار سے بھی ''خاتم زمانی'' صاف طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

تحذیر الناس کی عبارت جو پیش کی جاتی ہے۔ وہ ایک طویل بحث میں سے سیاق سباق سے کاٹا ہوا ٹکڑا ہے۔ کسی جگہ ماقبل کی رعایت نہیں کی جاتی۔ کہیں مابعد کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اب ناظرین کی خدمت میں خود تحذیر الناس کی عبارت پیش کی جاتی ہے۔ اس میں خاتمیت زمانی کیسی صاف ثابت کی جارہی ہے۔

(۲) سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے ادھر تصریحات نبوی ﷺ مثل **انت منی بمنزلة ہارون من موسیٰ الا انہٗ لانبی بعدی او کما قال علیه الصلوٰة والسلام** جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا۔ گو الفاظ مذکورہ (**الا انہٗ لانبی بعدی...... ناقل**) بسند تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا۔ جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجود یکہ الفاظ حدیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا (اعداد رکعات فرائض...... ناقل) منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا (**لانبی بعدی...... ناقل**) منکر بھی کافر ہوگا۔ (تحذیر الناس ص۹ طبع کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

کتاب ''مناظر عجیبہ'' میں اس مسئلہ کی مزید توضیح مولانا نے کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

(۳) خاتمیت زمانی اپنا دین ایمان ہے۔ ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔
(مناظر عجیبہ ص ۳۹)

(۴) بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں۔ جو اس میں

تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۱۰۳)

ناظرین کرام! مولانا محمد قاسم مرحوم کی ان واضح عبارات کے بعد بھی آپ کو خواہ مخواہ اجرائے نبوت کا قائل گردانا جائے۔ اور ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دیا جائے تو اس ظلم اور انصاف کشی کا کیا ٹھکانا ہے۔ ان اقوال پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں اپنے مضامین آپ واضح ہیں۔

پھر ان اقوال کو چھوڑ کر محتمل اور مجمل حوالہ کو اخذا در گرفت کرنا توجیہ القول بمالا یرضی بہ قائلہ کا مصداق ہے اور مولانا پر افتراء عظیم ہے۔ اگر کچھ اور اس مسئلہ پر مزید وضاحت درکار ہو تو مولانا کا رسالہ مناظرہ عجیبہ پورا ملاحظہ کیجیے۔ اور قبلہ نما اور انتصار الاسلام میں بھی اس کا جواب آپ کو ملے گا۔ طوالت مضمون کے خوف سے مزید حوالے ترک کیے جاتے ہیں۔

استدراک:

احقر مولانا نانوتویؒ کے متعلق خود کچھ لکھنے کی بجائے درج ذیل بزرگوں کی تحریرات بالترتیب قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

(۲) مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

(استغفناء از راقم الحروف و جواب از دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی)

مولانا کاندھلویؒ کی توضیح:

مولانا کاندھلویؒ تحذیر الناس کے زیر بحث مقام کی تلخیص آسان زبان میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

خاتمیت ایک جنس ہے، جس کی دو قسمیں ہیں ایک زمانی اور دوسری رتبی۔ خاتمیت زمانیہ کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ سب سے اخیر زمانہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث ہوئے اور اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہیں ہو گا۔ اور خاتمیت رتبیہ کے معنی یہ ہیں کہ نبوت و رسالت کے تمام کمالات اور مراتب

حضور ﷺ کی ذات بابرکات پر ختم ہیں۔ اور نبوت چونکہ کمالات علمیہ میں سے ہے اس لیے خاتم النبیین کے معنی یہ ہوں گے کہ جو علم کسی بشر کے لیے ممکن ہے، وہ آپ ﷺ پر ختم ہو گیا۔ اور حضور ﷺ پر نور دونوں اعتبار سے خاتم النبیین ہیں۔ زمانہ کے اعتبار سے بھی آپ ﷺ خاتم ہیں۔ اور مراتب نبوت اور کمالات رسالت کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ حضور ﷺ کی خاتمی فقط زمانی نہیں بلکہ زمانی اور رتبی دونوں قسم کی خاتمیت حضور ﷺ کو اصل ہے۔ اس لیے کمال مدح جب ہی ہو گی کہ جب دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہو۔ مولانا محمد قاسمؒ صاحب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خاتمیت زمانیہ قرآن اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور حضور ﷺ کی خاتمیت زمانیہ کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ رکعات نماز کا منکر کافر ہے۔ چنانچہ تحذیر الناس کے ص ۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

سو اگر اطلاق اور عموم ہے۔ تب تو خاتمیت ظاہر ہے۔ ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ اور ہر تصریحات نبوی مثل **انت منی بمنزلہ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی او کمال قال**۔ جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا۔ گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا۔ جیسا کہ تواتر اعداد رکعات فرائض، وتر وغیرہ، باوجود یکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا کہ اس کا منکر کافر ہے۔ ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہو گا۔ انتہی کلامہ۔

اس عبارت میں اس امر کی صاف تصریح موجود ہے کہ خاتمیت زمانیہ کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ تعداد رکعات کا منکر کافر ہے۔

مولانا مرحوم، اس خاتمیت زمانیہ کے علاوہ حضور ﷺ کے لیے ایک اور معنی کر کے خاتمیت ثابت فرماتے ہیں۔ جس سے حضور ﷺ کا تمام اولین اور آخرین سے افضل و اعلم ہونا ثابت ہو جائے وہ یہ کہ حضور ﷺ پر نور کمالات نبوت کے منتہی اور خاتم ہیں اور علوم اولین و آخرین کے معدن اور منبع ہیں۔ جس طرح تمام روشنیوں کا سلسلہ آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام علوم اور کمالات کا سلسلہ حضور ﷺ پر ختم

ہوتا ہے۔

معاذ اللہ، مولانا مرحوم خاتمیت زمانیہ کے منکر نہیں بلکہ خاتمیت زمانہ کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔ لیکن اس خاتمیت زمانیہ کی فضیلت کے علاوہ خاتمیت رتبیہ کی فضیلت بھی حضور ﷺ کے لیے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ حضور ﷺ کی تمام اولین اور آخرین پر فضیلت اور سیادت ثابت ہو اور خاتمیت زمانیہ اور رتبیہ میں فرق یہ ہے کہ خاتمیت زمانیہ کے اعتبار سے حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا شرعاً محال اور ناممکن ہے اور خاتمیت رتبیہ کے اعتبار سے بغرض محال اگر حضور ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی مبعوث ہو۔ تو حضور ﷺ کی خاتمیت رتبیہ میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ بہر صورت آپ کمالات نبوت کے منتہی اور خاتم ہیں۔ آفتاب اگر تمام ستاروں سے پہلے طلوع کرے یا درمیان میں طلوع کرے، آفتاب کے منبع نور ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسی طرح بالفرض اگر حضور ﷺ پر نور تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے مبعوث ہوتے یا درمیان میں مبعوث ہوتے تو آپ کے منبع کمالات ہونے میں کوئی فرق نہ آتا اور یہ فرض بھی محض احتمال عقلی کے درجہ میں ہے۔ ورنہ جس طرح خاتمیت زمانیہ میں حضور ﷺ کے بعد نبی کا آنا محال ہے اسی طرح خاتمیت رتبیہ میں بھی آپ ﷺ کے بعد نبی کا آنا محال ہے۔ اس لیے کہ اگر انبیاء متاخرین کا دین، دین محمدی ﷺ کے مخالف ہوا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آئے گا۔ جو حق تعالیٰ شانہ کے اس قول۔ ماننسخ من آیتہ اوننسھانات بخیر منھا کے خلاف ہے۔ نیز جب علم ممکن للبشر آپ ﷺ پر ختم ہو چکا۔ تو آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا بالکل عبث اور بے کار ہوگا۔ حاصل یہ نکلا کہ خاتمیت رتبیہ کے لیے خاتمیت زمانیہ بھی لازم ہے۔

مولانا مرحوم کے نزدیک اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونا شرعاً جائز ہوتا۔ تو لفظ بالفرض استعمال نہ فرماتے۔ مولانا کا یہ فرمانا کہ بالفرض اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی الخ یہ لفظ بالغرض خود اس کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ بات محال ہے۔ کسی طرح ممکن نہیں۔ لیکن اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لیے اس محال کو بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تب بھی حضور ﷺ کی خاتمیت رتبیہ اور آپ کی افضلیت اور سیادت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ یہ ایسا ہے۔ جیسے

حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ "لو کان بعدی نبی، لکان عمرؓ" اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا، تو عمرؓ ہوتا۔ تو ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کا مقصود یہ نہیں۔ کہ آپ کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے۔ بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ بفرض محال اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ اس ارشاد سے حضور علیہ السلام کی خاتمیت اور عمرؓ کی فضیلت ثابت کرنا مقصود ہے۔

اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر ایک چاند نہیں بلکہ ہزار چاند ہوں تب بھی ان سب کا نور آفتاب ہی سے مستفاد ہوگا۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حقیقۃً ہزاروں چاند ہیں بلکہ مقصود آفتاب کی فضیلت ثابت کرنا ہے کہ آفتاب تمام انوار اور شعاعوں کا ایسا خاتم اور منتہا ہے کہ اگر بالغرض ہزار چاند بھی ہوں۔ تو ان کا نور بھی اسی سے مستفاد ہوگا۔

اس بالفرض ہزار چاند الخ کہنے سے آفتاب کی فضیلت دوبالا ہو جائے گی کہ آفتاب فقط اسی موجودہ قمر سے افضل نہیں۔ بلکہ اگر جنس قمر کے اور بھی ہزاروں افراد فرض کر لیے جائیں۔ تب بھی آفتاب ان سب سے افضل اور بہتر ہوگا۔ اسی طرح نبی اکرم علیہ السلام کی تمام افراد پر نبوت پر فضیلت اور برتری بتلانا مقصود ہے۔ خواہ وہ افراد ذہنی ہوں یا خارجی محقق ہوں یا مقدر ممکن ہوں یا محال اور یہ کہ حضور علیہ السلام پر نور سلسلہ نبوت کے علی الاطلاق خاتم ہیں زماناً بھی اور رتبۃً بھی۔

مولانا نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ سرور عالم علیہ السلام کے بعد نبی کا آنا شرعاً جائز ہے۔ بلکہ یہی فرماتے ہیں کہ جو شخص اس امر کو جائز سمجھے کہ حضور علیہ السلام کے بعد نبی کا آنا شرعاً ممکن الوقوع ہے۔ وہ کافر ہے اور قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

چنانچہ مولانا محمد قاسمؒ مناظرہ عجیبہ کے ص ۳۹ پر لکھتے ہیں۔ خاتمیت زمانیہ اپنا دین و ایمان ہے۔ ناحق کی تہمت کا البتہ کوئی علاج نہیں۔

پھر اسی کتاب کے ص ۱۰۳ پر لکھتے ہیں۔ امتناع بالغیر میں کسے کلام ہے۔ اپنا دین و ایمان ہے۔ کہ بعد رسول اللہ علیہ السلام کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں۔ جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔ انتھی۔

ناظرین باتمکین۔ مولانا محمد قاسمؒ کے ان عبارات اور تصریحات کے بعد خود

انصاف کریں کہ کیا مولانا محمد قاسمؒ خاتمیت زمانہ کے منکر ہیں۔ حاشا و کلا، وہ تو خاتمیت زمانیہ کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس خاتمیت زمانیہ کے علاوہ حضور ﷺ کے لیے ایک اور خاتمیت یعنی خاتمیت رتبیہ ثابت کرتے ہیں۔ تا کہ حضور ﷺ کی فضیلت و سیادت خوب واضح اور نمایاں ہو جائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللّٰہ علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد خاتم الانبیاء و المرسلین و علیٰ آله و اصحابه اجمعین و علینا معهم یا ارحم الراحمین۔ (احتساب قادیانیت ج ۲، ص ۱۳۸ تا ۱۴۱)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی کا حاصل مطالعہ:

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے علوم نانوتویؒ کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اپنا حاصل مطالعہ اس طرح تحریر کیا ہے۔

حضرت نانوتویؒ کا شمار امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ان ارباب قوت قدسیہ میں ہوتا ہے جن کی نظر صرف احکام و مسائل پر ہی نہیں بلکہ ان کے اسباب و علل تک پہنچتی ہے وہ صرف جزئیات کا احاطہ نہیں کرتے بلکہ جزئیات کو کلیات کے سلسلہ میں مربوط دیکھتے ہیں، صرف فروع کا علم نہیں رکھتے بلکہ ان کے اصول سے اصل الاصول تک پہنچتے ہیں، ان کا علم کسب و اکتساب کے دائرے سے ماوریٰ ہوتا ہے، وہ استدلال سے کام ضرور لیتے ہیں مگر معلومات کے ذریعے مجہولات کو حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ افہام عامہ کی رہنمائی کے لیے، الغرض ان کی نظر اطراف و جوانب اور مبادی و وسائل میں الجھ کر نہیں رہ جاتی بلکہ نتائج و مقاصد کی بلندیوں میں پرواز کرتی ہے۔

حضرت نانوتویؒ کے نزدیک یہی لوگ راسخین فی العلم ہیں اور ان کے علاوہ سب لوگ عوام کی صف میں آتے ہیں، قاسم العلوم میں فرماتے ہیں:

''جز انبیاء علیہم السلام و راسخین فی العلم ہمہ عوام اند۔'' (مکتوب دوم ص ۶)

''یعنی انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے سوا باقی سب عوام ہیں۔''

آنحضرت ﷺ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہیں، یہ مسئلہ ہر خاص و عام کو

معلوم ہے اور ملت اسلامیہ کا ایک فرد بھی ایسا نہیں جو اس سے ناواقف ہو، لیکن اگر یہ سوال کیا جائے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی (یا بلفظ دیگر خاتم النبیین کیوں ہیں؟) تو عوام بس یہی کہہ سکیں گے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو آخری نبی بنایا ہے، اس لیے آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، لیکن جب آگے بڑھ کر یہ دریافت کیا جائے کہ جماعت انبیاء علیہم السلام میں سے آنحضرت ﷺ کو ہی کیوں اس منصب جلیلہ کے لیے منتخب کیا گیا؟ تو اس کا جواب صرف علماء راسخین ہی دے سکتے ہیں، یہ سوال عوام کے دائرے سے باہر کی چیز ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنی تصانیف ''آب حیات'' ''قبلہ نما'' ''حجۃ الاسلام'' اور ''تقریر دلپذیر'' میں کہیں مختصر اور کہیں مطول اس راز سے عقدہ کشائی فرمائی ہے اور خصوصیت کے ساتھ ''تحذیر الناس'' تو آپ نے صرف اسی موضوع پر تالیف فرمائی ہے، سب سے پہلے عوام کے مبلغ پرواز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(تحذیر الناس ص ۳، مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

ظاہر ہے کہ ''عوام'' بے چارے خاتم النبیین کا مطلب اس سے زیادہ کیا جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ہوئی ہے، آپ ﷺ کا زمانہ سب کے بعد رکھا گیا ہے اور آپ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔

خاتم النبیین کے یہ معنی بالکل صحیح ہیں اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قرآن مجید کا مدعا آپ ﷺ کی آخریت کو بیان کرنا ہے، لیکن قرآن کریم نے آپ کی آخریت و خاتمیت کو کس غرض سے بیان فرمایا ہے؟ اس کے جواب میں ہم ایسے عوام بس یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے جھوٹے مدعیان نبوت کا انسداد مقصود تھا۔

حضرت نانوتویؒ کے نزدیک:

''باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے، جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے، البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔'' (تحذیر الناس ص ۳، مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

لیکن کیا خاتم النبیین کا مفہوم صرف اسی حد تک محدود ہے؟ قرآن کریم کا منشا

صرف آپ ﷺ کی آخریت زمانی کو ذکر کرنا ہے؟ اور معنائے خاتمیت بس یہی ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں؟ یہ ہے وہ سوال جس کے حل کے لیے ''عوام'' کافی نہیں، بلکہ اس راز سے پردہ اٹھانے کے لیے ارباب قوت قدسیہ کا علم وہبی درکار ہے۔

گویا آنحضرت ﷺ کی خاتمیت زمانی کا علم و یقین تو عوام کے دائرے کی چیز ہے، لیکن اس خاتمیت زمانی کی علت کیا ہے؟ یہ عوام کے دائرے کے اوپر کی چیز تھی۔ حضرت نانوتویؒ کو حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس علت العلل کی طرف رہنمائی فرمائی، فرماتے ہیں:

> ''اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں مواقع تھے، بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تأخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آ جاتا ہے اور فضیلت نبوی ﷺ دوبالا ہو جاتی ہے، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ......''

(تحذیر الناس ص ۴، مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

اس کے بعد پورا رسالہ اسی اجمال کی تفصیل اور خاتمیت زمانی کی علت کی تشریح میں ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ باعتبار شرف و مرتبہ کے بھی خاتم ہیں، باعتبار مکان کے بھی، باعتبار زمان کے بھی۔

آپ ﷺ وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں، اور باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے واسطہ اور ذریعہ سے ہیں۔ اس لیے باقی انبیاء علیہم السلام کی نسبت آپ ﷺ کے ساتھ وہی ہے جو قمر کو آفتاب سے ہے، آپ ﷺ کی نبوت صرف آپ ﷺ کے زمانہ تک محدود نہیں بلکہ بواسطہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے، تمام کون و مکان اور زمین و زمان پر حاوی ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ صرف نبی امت نہیں بلکہ نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امتوں سمیت آپ ﷺ کی سیادت و قیادت کے ماتحت ہیں۔

ان مقدمات کو مبرہن فرمانے کے بعد حضرت نانوتویؒ، آنحضرت ﷺ کی خاتمیت زمانی کی وہ دلیل بیان فرماتے ہیں جس سے جھوٹے مدعیان نبوت کا سارا طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔

''بالجملہ رسول اللہ ﷺ وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء علیہم السلام موصوف بالعرض۔

اس صورت میں اگر رسول اللہ ﷺ کو (تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ہی لایا جا سکتا تھا۔ ناممکن تھا کہ آپ ﷺ کے بعد بھی سلسلہ نبوت جاری رہتا، اس لیے کہ) اگر رسول اللہ ﷺ کو (تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد نہیں بلکہ) اول یا اوسط میں رکھتے تو (دو حال سے خالی نہیں تھا آپ ﷺ کے بعد جو نبی آتے ان کا دین آپ ﷺ کے دین کے خلاف ہوتا یا موافق اور یہ دونوں صورتیں باطل ہیں کیونکہ) انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ﷺ ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا۔ حالانکہ (یہ بات شرعاً وعقلاً باطل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ) خود فرماتے ہیں۔

''ماننسخ من آیة اوننسها نأت بخیر منها او مثلها۔''

''اور کیوں نہ ہو، یوں نہ ہو تو اعطائے دین منجملہ رحمت نہ رہے آثار غضب میں سے ہو جاوے۔''

ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجے کے علماء کے علوم، ادنیٰ درجے کے علماء کے علوم سے کمتر اور ادون ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا۔

پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مراتب ہونا علو مراتب علوم پر موقوف ہے، یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا، ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی؟

اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ﷺ ہوتے تو بعد ''وعدہ محکم انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔'' کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہیے، اور بہ شہادت آیت ''و نزلنا علیك الکتاب تبیانا بکل شیئ'' جامع العلوم ہے (نبوت جدید کی) کیا ضرورت تھی؟

اور اگر علوم انبیاء متاخرین علوم محمدی ﷺ کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا ''تبیانا لکل شیئ'' ہونا غلط ہو جاتا۔

بالجملہ ایسے نبی جامع العلوم کے لیے ایسی ہی کتاب جامع چاہیے تھی، تاکہ علو مراتب نبوت، جو لاجرم علو مراتب علمی ہے۔ چنانچہ معروض ہو چکا میسر آئی، ورنہ یہ علو

مراتب نبوت، بے شک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے۔ (تحذیر الناس ص ۸ مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

یہ عبارت کسی تشریح وتوضیح کی محتاج نہیں اور اس میں دلیل عقلی سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ آنخضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے، خواہ وہ شرع جدید کا مدعی ہو یا آنخضرت ﷺ کی اقتداء اور پیروی کا دم بھرتا ہو، کیونکہ آنخضرت ﷺ خاتمیت ذاتی کے مرتبہ پر فائز ہیں اور اس خاتمیت کو تأخر زمانی لازم ہے ورنہ آپ ﷺ کی نبوت کی بلندیٔ مرتب محض ایک قول، دروغ اور حروف غلط ہو گی۔

اسی دلیل کو حضرتؒ نے اپنی دیگر تصنیفات میں مختلف عنوانات سے واضح فرمایا ہے، یہاں صرف ایک حوالہ نقل کر دینا کافی ہے ''حجۃ الاسلام'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''علی ہذا القیاس جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ علم سے اوپر کوئی ایسی صفت نہیں جس کو عالم سے تعلق ہو تو خواہ مخواہ اس بات کا یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ آنخضرت رسول اللہ ﷺ پر تمام مراتب کمال اسی طرح ختم ہو گئے جیسے بادشاہ پر مراتب حکومت ختم ہو جاتے ہیں، اس لیے جیسے بادشاہ کو خاتم الحکام کہہ سکتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو خاتم الکاملین اور خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں۔

مگر جس شخص پر مراتب کمال ختم ہو جائیں گے تو بایں وجہ کہ نبوت سب کمالات بشری میں اعلیٰ ہے چنانچہ مسلم بھی ہے اور تقریر متعلق بحث تقرب بھی، جو اوپر گزری ہے اس پر شاہد ہے۔ اس لیے آپ کے دین کے ظہور کے بعد سب اہل کتاب کو بھی ان کا اتباع ضروری ہوگا، کیونکہ حاکم اعلیٰ کا اتباع تو حکام ماتحت کے ذمہ بھی ہوتا ہے، رعایا تو کس شمار میں ہیں؟

علاوہ بریں جیسے لارڈ لٹن کے زمانہ میں لارڈ لٹن کا اتباع ضروری ہے، اس وقت احکام لارڈ نارتھ بروک (سابق وائسرائے ہند) کا اتباع کافی نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا اتباع باعث نجات سمجھا جاتا ہے، ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ بابرکات میں اور اس کے

بعد انبیاء سابق کا اتباع کافی اور موجب نجات نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہوئی کہ سوائے آپ ﷺ کے زمانہ بابرکات میں اور ان کے بعد، انبیاء سابق کا اتباع کافی اور موجب نجات نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہوئی کہ سوائے آپ ﷺ کے اور کسی نبی نے دعوائے خاتمیت نہ کیا، بلکہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ جہاں کا سردار آتا ہے۔ خود اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ خاتم نہیں، کیونکہ حسب اشارہ مثال خاتمیت، بادشاہ خاتم وہی ہوگا جو سارے جہاں کا سردار ہو، اس وجہ سے ہم رسول اللہ ﷺ کو سب میں افضل سمجھتے ہیں، پھر یہ آپ کا خاتم ہونا آپ کے سردار ہونے پر دلالت کرتا ہے اور بقرینہ دعویٰ خاتمیت جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے، یہ بات یقینی سمجھتے ہیں کہ وہ جہاں کے سردار جن کی خبر حضرت عیسیٰؑ دیتے ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔"

(حجۃ الاسلام ص ۳۴، ۳۵، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

الغرض آنحضرت ﷺ کی خاتمیت ذاتی، آپ کی خاتمیت زمانی کی علت ہے اور خاتمیت زمانی آپ کی سیادت و قیادت اور افضلیت و برتری کی دلیل ہے۔

حضرت نانوتویؒ کا موقف یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت "خاتم النبیین" میں بیک وقت تینوں قسم کی خاتمیت کا ارادہ کیا گیا ہے اور یہ تینوں بدلالت مطابقی قرآن کریم سے ثابت ہیں جس کی مفصل تقریر "تحذیر الناس" میں کی گئی ہے، یہ ہے وہ نکتہ جو "عوام" کے فہم سے بالاتر تھا۔

اور اگر قرآن کریم کی آیت خاتم النبیین خاتمیت کی ان تینوں دلیلوں پر بدلالت مطابقی مشتمل ہے تو حضرت کو اصرار ہے کہ خاتمیت ذاتی کو آیت کا مدلول مطابقی ٹھہرایا جائے اور خاتمیت زمانی بدلالت التزامی اس سے خودبخود ثابت ہو جائے گی۔ اس لیے خاتمیت کی علت یہی خاتمیت ذاتی ہے اور جب علت ثابت ہو گئی تو معلول اس سے مختلف نہیں ہو سکتا۔

اوپر ختم نبوت زمانی کی دلیل عقلی ارشاد ہوئی تھی اب ذرا دلیل نقلی بھی ملاحظہ

ہو، فرماتے ہیں:

”سو اگر اطلاق اور عموم ہے (یعنی آیت خاتم النبیین کے تحت خاتمیت ذاتی، خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی تینوں بدلالت مطابقی داخل ہیں اور آیت تینوں کو عام ہے) تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ (یعنی لفظ خاتم النبیین تینوں اقسام خاتمیت کو شامل نہیں بلکہ اس میں صرف خاتمیت ذاتی مراد لی ہے تو اندریں صورت) تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔

ادھر تصریحات نبوی ﷺ مثل: ”انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی“ اوکمال قال جو بظاہر بہ طرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے، کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں، سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ۔ باوجود یکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات، متواتر نہیں، جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔

(تحذیر الناس ص۹، ۱۰ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

اس استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ ختم نبوت زمانی قرآن کریم سے بطور دلالت مطابقی یا التزامی کے ثابت ہے، احادیث متواترہ سے ثابت ہے، اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کا منکر اسی طرح کا کافر ہے جیسا کہ تعداد رکعات کا منکر کافر ہے۔

یہاں یہ عرض کر دینا ضروری ہوگا کہ کسی عقیدے کے ثبوت میں قرآن کریم، حدیث متواتر اور اجماع امت پیش کر دینے کے بعد اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہ جاتی کیونکہ جو عقیدہ ان تین دلائل سے ثابت ہوا، اس کی قطعیت شک و شبہ سے بالاتر ہے اور اس کا منکر کافر ہے، اسی بناء پر مولانا نانوتویؒ نے فرمایا جیسا اس کا (یعنی تعداد رکعات کا) منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا (یعنی ختم نبوت زمانی) منکر بھی کافر ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب:

گزشتہ بالا سطور سے معلوم ہوا ہوگا کہ حضرت نانوتوی قدس سرہ، آنحضرت ﷺ کی خاتمیت زمانی کے منکر نہیں بلکہ مثبت ہیں اور مثبت بھی ایسے کہ اسے عقلی و نقلی دلائل قطعیہ سے ثابت کر کے اس کے منکر پر کفر کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔ یہاں مزید تاکید کے لیے مناظرہ عجیبہ کے چند جملے نقل کر دینا بھی نامناسب نہ ہوگا۔

(ا) ''خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے، ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔'' (ص۳۹)

(ب) ''حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول المخلوقات ہیں، علی الاطلاق کہیے یا بالاضافہ۔'' (ص۳)

(ج) ''حاصل یہ ہے کہ خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں بلکہ یوں کہیے کہ منکروں کے لیے گنجائش انکار نہ چھوڑی۔'' (ص۵)

(د) ''مولانا! خاتمیت زمانی کی میں نے تو توجیہ و تائید کی ہے، تغلیط نہیں کی...... اخبار بالعلہ مکذب اخبار بالمعلول نہیں ہوتا بلکہ اس کا مصدق اور مؤید ہے اوروں نے محض خاتمیت زمانی اگر بیان کی ہے تو میں نے اس کی علت یعنی خاتمیت مرتبی ذکر کر دی اور شروع تحذیر ہی میں اقتضاء خاتمیت ذاتی کا بہ نسبت خاتمیت زمانی ذکر کر دیا۔'' (ص۵۳)

دو تین صفحات کے بعد مولانا لدھیانویؒ مزید لکھتے ہیں۔

یہاں ایک گزارش مزید کر دینا چاہتا ہوں کہ حضرت نانوتویؒ کا یہ رسالہ ''تحذیر الناس'' ایک سوال کے جواب میں لکھا گیا تھا جس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس میں سات زمینوں اور ان کے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے اور جسے بیہقی وغیرہ نے ''صحیح'' کہا ہے، درج کر کے خاتم النبیین کے ساتھ اس کی تطبیق دریافت کی گئی تھی کہ آیا بیک وقت آیت اور حدیث دونوں پر عقیدہ رکھنا ممکن ہے؟

اس سوال کا جواب تین طرح دیا جا سکتا ہے:

(۱) یہ کہ آیت اور حدیث میں تعارض ہے لہٰذا اس حدیث کو غلط سمجھا جائے۔
(۲) یہ کہ آیت اور حدیث دونوں صحیح ہیں مگر آیت میں آپ ﷺ کی خاتمیت ہی اس زمین کے اعتبار سے بیان کی گئی ہے لہٰذا آپ صرف اس زمین کے خاتم ہیں۔
(۳) تیسری صورت یہ ہو سکتی تھی کہ آیت و حدیث دونوں کو تسلیم کر کے دونوں میں ایسی تطبیق دی جاتی کہ آپ کی خاتمیت صرف اسی زمین تک محدود نہ رہتی بلکہ دیگر زمینوں کو بھی محیط ہو جاتی۔

خان صاحب اور ان کے ہم مشرب لوگوں نے پہلا راستہ اختیار کیا کہ یہ حدیث غلط ہے، لیکن حضرت نانوتویؒ نے آیت اور حدیث دونوں کو صحیح قرار دے کر تطبیق کی وہ شکل اختیار کی جو میں نے تیسری صورت میں ذکر کی ہے۔

حضرتؒ کی ساری کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہماری زمین کے اعتبار سے تو آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، باعتبار اتصاف ذاتی کے بھی اور باعتبار آخریت زمانہ کے بھی، لیکن آپ ﷺ کی خاتمیت صرف اسی زمین تک محدود نہیں بلکہ پوری کائنات کو بھی محیط ہے، اور حدیث میں تو ہماری زمین کے علاوہ چھ زمینوں کا ذکر ہے، اگر بالغرض ہزاروں زمینیں بھی اور ہوتیں اور ان زمینوں میں سلسلہ نبوت جاری ہوتا تو آنحضرت ﷺ سب کے خاتم ہوتے، باقی انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں یہ تصریح نہیں آئی کہ وہ آنحضرت ﷺ سے پہلے ہوئے ہیں یا بعد میں؟ اس لیے دونوں احتمال ممکن ہیں، پس اگر وہ حضرات بھی اس زمین کے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح سب آپ سے پہلے ہوئے ہیں تو یوں کہا جائے کہ آپ سب کے لیے خاتم ہیں باعتبار ذات کے بھی باعتبار زمانہ کے بھی، لیکن اگر یہ فرض کیا جائے کہ ان دیگر زمینوں کے کچھ انبیاء آپ ﷺ کے معاصر یا بالفرض آپ کے بعد ہوئے تو ان کے اعتبار سے آپ ﷺ کو خاتم زمانی نہیں بلکہ خاتم ذاتی کہا جائے گا۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتویؒ پر فرد جرم یہ نہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کو اس زمین کے انبیاء کرام علیہم السلام کا خاتم (ختمیت ذاتی اور ختمیت زمانی دونوں کے اعتبار سے) نہیں مانتے بلکہ اصل جرم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو پوری کائنات کا خاتم کیوں مانتے ہیں۔ (تحفہ قادیانیت جلد دوم ص ۱۱۹ تا ۱۴۰ ملخصاً)

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے ایک استفتاء اور اس کا جواب:

۱۴۲۳ھ میں احقر نے مولانا نانوتوی کے حوالہ سے ایک سوالنامہ جامعہ دالعلوم کراچی بھیجا۔ وہاں کے مفتی حضرات نے تفصیلی جواب سے نوازا۔ سوالنامہ اور اس کا جواب دونوں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

معنیٰ ختم نبوت کی وضاحت علوم نانوتویؒ کی روشنی میں:

استفتاء:

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ قدس سرہ کی بہت سی عبارات قطع و برید کرتے ہوئے قادیانی اور اہل بدعت اپنی اپنی اغراض کے ساتھ پیش کیا کرتے ہیں جن سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مولانا نانوتویؒ اجرائے نبوت کے قائل تھے۔

مولانا نانوتویؒ کے حوالہ سے چند امور کا تفصیلی جواب مطلوب ہے۔

(۱) مولانا مرحوم نے ختم نبوت کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ زمانی، مکانی، مرتبی کیا یہ تقسیم مولانا کی جودت طبع کا نتیجہ ہے یا اسلاف میں سے بھی کسی نے بیان کی ہے؟

(۲) ختم نبوت کی ان تینوں قسموں کی مکمل تعریف کیا ہے اور ان تینوں میں باہمی کیا ربط و تعلق ہے؟ (منطقی اصطلاح میں) کیا نسبت ہے؟

(۳) مولانا مرحوم کی جو عبارات برائے تنقید پیش کی جاتی ہیں ان کا کیا جواب ہے؟

(۴) مولانا کی چند ایسی عبارات تحریر فرما دیں جن سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہو کہ وہ نبوت کو بند مانتے تھے۔

ازراہ کرم تفصیلی جواب سے نوازیں۔ شکر گزار ہوں گا۔

والسلام

مشتاق احمد عفی عنہ مدرس جامعہ عربیہ چنیوٹ ۴ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ

الجواب حامداً و مصلیاً

(۱،۲،۳)...... ان سوالات کے جواب کے لیے سب سے پہلے ''ختم نبوت'' سے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا موقف سمجھنا ضروری ہے۔

قرآن کریم کی آیت "ماکان محمد ابا احدٍ من رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین" میں لفظ ''خاتم النبیین'' سے متعلق حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے لیے دو طرح کی خاتمیت ثابت ہے۔

(۱) ایک خاتمیت زمانی، جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں اور آپ کا زمانہ انبیاء علیہم السلام کے زمانے کے بعد ہے، اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

(۲) دوسرے خاتمیت ذاتی، اسے خاتمیت مرتبی بھی کہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو براہ راست نبوت عطا فرمائی اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ﷺ کے واسطے سے، (اور واسطے سے عطاء کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے نبوت کی کلی آپ ﷺ سے کھلی اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آپ ﷺ کی برکت خود اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی جیسا کہ انی عند اللّٰہ لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینہ الخ وغیرہ جیسی احادیث سے ثابت ہے)

اور جس طرح یہ قاعدہ ہے کہ ہر موصوف بالعرض کا سلسلہ کسی موصوف بالذات پر ختم ہوتا ہے یعنی جس کی کوئی صفت کسی اور سے لی گئی ہو اس کی اپنی ذاتی نہ ہو اس کا سلسلہ کسی صفت ذاتی والے پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ ذاتی والے کی صفت اپنی ہوتی ہے کسی اور سے لی ہوئی نہیں ہوتی تو اس کا سلسلہ کسی صفت ذاتی والے پر جا کر ختم ہوتا ہے اور بقول حضرت نانوتوی قدس سرہ ''ہر بالعرض کے لیے کوئی بالذات چاہیے'' (مناظرہ عجیبہ ص۱۴) اسی طرح تمام انبیاء کرام کی نبوت، حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت سے مستفاد ہے لیکن حضور ﷺ پر جا کر یہ سلسلہ ختم

ہو جاتا ہے اور آپ کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ کی نبوت فلاں نبی کی نبوت سے مستفاد ہے، کیونکہ آپ باذن اللہ نبی بالذات ہیں، اسے خاتم ذاتی کہا جاتا ہے اور اسی مرتبہ کا نام خاتمیت ذاتی ہے۔

اس کی مثال حضرت نانوتوی قدس سرہ نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ جیسے دنیا میں ہر چیز کی روشنی، سورج سے حاصل کی جاتی ہے مثلاً تہہ خانوں میں آئینوں کے ذریعے جو روشنی پہنچائی گئی ہے اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ آئینہ سے آئی اور آئینہ کی روشنی کو کہا جا سکتا ہے کہ وہ آفتاب کا عکس ہے، لیکن آفتاب پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور آفتاب کے بارے میں کوئی یہ نہیں کہتا کہ عالم اسباب میں فلاں روشن چیز کا عکس ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو خود روشن بنایا ہے۔ بقول حضرت رحمہ اللہ ''زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی سے اتنی ہی ہے۔'' (تحذیر الناس ص ۸)

ایسے ہی ہر پیغمبر کی نبوت حضور ﷺ کے واسطے سے حاصل کی گئی ہے اور حضور ﷺ کی نبوت کسی اور سے حاصل نہیں کی گئی بلکہ ذاتی ہے، جو آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوئی ہے (شرح تحذیر الناس، ڈھول کی آواز ص ۶۶ مولفہ مولانا الحاج کامل الدین رتو کالوی)

اس تفصیل کو ذکر کرنے کے بعد حضرت نانوتویؒ اور بعض دیگر محققین کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن کریم میں حضور ﷺ کو جو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اس سے آپ ﷺ کے لیے مذکورہ دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہے مرتبی و ذاتی بھی اور زمانی بھی، جبکہ عوام اس سے محض صرف ایک قسم کی خاتمیت مراد لیتے ہیں یعنی صرف خاتمیت زمانی اور حضرت نانوتویؒ کا موقف یہ ہے کہ اس سے خاتمیت زمانی تو مراد ہے ہی وہ حضرت کو بھی تسلیم ہے لیکن صرف اسی میں حصر کرنا درست نہیں، بلکہ خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے، تاکہ دہری فضیلت کا اقرار ہو جائے اور حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عوام جو اس سے صرف ایک قسم کی خاتمیت مراد لیتے ہیں تو صرف ''زمانی'' میں حصر کرنا درست نہیں، کیونکہ بقول حضرت رحمہ اللہ صرف اس بات میں کوئی زیادہ فضیلت نہیں کہ آپ ﷺ کا زمانہ آخر ہے، جیسا کہ حضرت نے

فرمایا کہ "تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کوئی فضیلت نہیں" (تحذیر الناس ص ۷) بلکہ یہ بات تو حاصل ہے ہی اس کے علاوہ خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے، کہ آپ کی نبوت ذاتی اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بالعرض ہے لہٰذا صرف خاتمیت زمانی میں حصر کرنا غلط ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عوام صرف خاتمیت زمانی مراد لیتے ہیں اور حضرت رحمہ اللہ خاتمیت زمانی تو مراد لیتے ہیں اور اس میں مشہور معنیٰ کو چھوڑے بغیر اس کے ساتھ ساتھ خاتمیت مرتبی و ذاتی بھی مراد لیتے ہیں۔

بس یہ حضرت رحمہ اللہ کے موقف کا خلاصہ ہے اس پر بعض معترضین نے غلط فہمی یا کم فہمی کی بناء پر یا حسد کی بناء پر یہ مشہور کرنے کی کوشش کی کہ حضرت خاتمیت زمانی کے منکر ہیں، حالانکہ حضرت، خاتمیت زمانی کے منکر نہیں بلکہ صرف اسی میں حصر کے منکر ہیں (جیسا کہ خاتمیت زمانی آپ ﷺ کے لیے ثابت ماننے سے متعلق حضرت رحمہ اللہ کی عبارات جو نمبر ۳ میں آرہی ہیں، سے بھی یہ بات واضح ہوگی) اس طرح حضرت رحمہ اللہ، آپ ﷺ کے لیے دونوں قسم کی خاتمیت کا مجموعہ ثابت کر کے آپ ﷺ کو "خاتم النبیین" ماننے کے قائل ہیں اور اس کے نتیجے میں ہر قسم کی نبوت آپ ﷺ پر ختم مانتے ہیں، اسی لیے حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں، بلکہ یوں کہیے کہ منکروں کے لیے گنجائش انکار نہ چھوڑی، افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دئے۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۵۰)

اب حضرت رحمہ اللہ کے نزدیک آیت میں "خاتم النبیین" سے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لینے کی چند صورتیں اور طریقے ہیں جس کی مختصراً تشریح درج ذیل ہے۔ (اس سے آپ کے سوال نمبر ۲ کا بھی جواب ہو جائے گا کہ ختم نبوت کی ان اقسام کی منطقی تحقیق کیا ہے؟) چنانچہ حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ (حضرت رحمہ اللہ کے نزدیک) خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لینے کی چند صورتوں میں سے

(۱) یہ ہے کہ لفظ "خاتم" کو خاتمیت زمانی اور ذاتی کے لیے مشترک معنوی مانا جائے اور جس طرح مشترک معنوی سے اس کے متعدد افراد مراد لیے جاتے ہیں اسی طرح یہاں آیت کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاتمیت مراد لی جائے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیت کریمہ میں لفظ خاتم سے بطور عموم مجاز ایک ایسے عام معنی مراد لیے جائیں جو دونوں قسم کی خاتمیت کو حاوی ہوں ان دونوں مذکورہ صورتوں میں لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر ایک ساتھ اور مطابقی ہو گی۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمیت ذاتی مراد لی جائے مگر چونکہ اس کے لیے بدلائل عقلیہ ونقلیہ خاتمیت زمانی لازم ہے، لہٰذا اس صورت میں بھی خاتمیت زمانی پر آیت کریمہ کی دلالت بطور التزام ہو گی۔

ان تینوں صورتوں کے لکھنے کے بعد تحذیر الناس (مطبع قاسم العلوم کراچی کے ص ۱۵ وص ۱۶) پر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جس کو خود اپنا مختار بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی وختم ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دو نوعیں بیک وقت مراد لے لی جائیں جس طرح کہ آیت کریمہ میں "انما الخمر و المیسر و الا نصاب والا زلام رجس من عمل الشیطن" میں بیک وقت "رجس" سے ظاہری و باطنی دونوں قسم کی نجاستیں مراد لی جاتی ہیں، بلکہ غور کیا جائے تو یہاں ختم زمانی اور ختم ذاتی میں اس قدر بعد نہیں جس قدر شراب کی نجاست اور جوئے کی نجاست میں۔

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے جس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لیے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ (فتوحات نعمانیہ مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ ص ۳۳۳ نیز دیکھیے عقائد علماء دیو بند اور حسام الحرمین ص ۲۲۳ تا ۲۳۵)

ختم نبوت سے متعلق حضرت نانوتویؒ قدس سرہ کے اس عمدہ و برحق موقف کے سمجھنے سے ان عبارات کا بھی با آسانی جواب ہو جاتا ہے جن پر تنقید کی جاتی ہے، مزید آپ فتوحات نعمانیہ کے مذکورہ صفحات ۳۳۱ تا ۳۴۰ ملاحظہ فرمائیں جن میں مذکورہ تین صورتوں کے بعد ترتیب وار تمام ایسی عبارتوں کا جواب دیا گیا ہے۔

نیز حضرت رحمہ اللہ کا مذکورہ موقف اور تحذیر الناس کی عبارات کا صحیح مفہوم

سمجھنے کے لیے خود حضرت والا رحمہ اللہ کی کتاب ''مناظرہ عجیبہ'' اور الحاج کامل الدین رتو کالوی کی کتاب ''ڈھول کی آواز'' کی تشریحات ملاحظہ فرمائیں، اسی کتاب کے آخر میں کئی علماء و بزرگوں (جن میں بریلوی علماء بھی شامل ہیں) کی تصدیقات و فتاوی موجود ہیں جس میں حضرت رحمہ اللہ کے مذکورہ موقف کی خوب تحسین کی گئی ہے اور اختصاراً بہت ہی دل نشین انداز میں ختم نبوت کی مذکورہ تقسیم کی وضاحت کی گئی ہے۔ (تفصیل کے لیے علماء کی یہ تحریرات مطالعہ فرمائیں) ان میں سے ایک عالم مولانا غریب اللہ صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں۔

(حضرت رحمہ اللہ نے ثابت فرمایا ہے کہ) آپ ذاتاً بھی اور زماناً بھی خاتم النبیین ہوئے اور آپ کی خاتمیت، صرف زمانہ کے اعتبار سے نہیں ہے جیسا کہ عام لوگوں و معترضین نے سمجھا ہے اس لیے کہ اس میں کوئی بڑی فضیلت نہیں کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ سے پیچھے ہے بلکہ کامل سرداری، غایتِ رفعت، اور انتہا درجہ کا شرف اسی وقت ثابت ہوگا جبکہ آپ کی خاتمیت، ذات و زمانہ دونوں اعتبار سے ہو ورنہ محض زمانہ کے اعتبار سے خاتم الانبیاء ہونے سے سیادت و رفعت نہ مرتبہ کمال کو پہنچے گی اور نہ آپ کو جامعیت و فضل کلی کا شرف حاصل ہوگا اور یہ دقیق مضمون جناب رسول اللہ ﷺ کی جلالت و رفعت، شان و عظمت کے بیان میں مولانا کا مکاشفہ ہے۔ بعض معاندین و مخالفین نے مولانا پر جھوٹ و افتراء باندھ رکھا ہے اور بعض عبارتوں کو نقل کر کے جو بالفرض کے ساتھ مقید ہیں وقوعی سمجھ کر کفر کا حکم لگایا ہے، حالانکہ فرضی اور وقوعی میں بون بعید کا فرق ہے۔

(کتاب کامل رتو کالوی ص۱۲۲ و ص۱۲۳)

اب رہی یہ بات کہ خاتمیت کی یہ تقسیم، حضرت نانوتوی قدس سرہ سے پہلے بھی کسی نے کی ہے؟ یا صرف حضرت رحمہ اللہ نے ہی یہ تقسیم فرمائی ہے؟ تو یہی سوال مناظرہ عجیبہ میں مولوی عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سے کیا، اور حضرت رحمہ اللہ نے اس کا جواب بھی تحریر فرمایا، مولوی عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے سوال کا خلاصہ یہ تھا کہ ''خاتمیت سے صرف زمانی خاتمیت مراد لینا مجمع علیہ ہے اور پھر اس اجماع کے خلاف کوئی اور معنی مراد لینا بدعت اور تفسیر بالرائے

ہے، حضرت رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا کہ ''اجی حضرت، مخالفت اجماع تو جب ہوتی ہے کہ جبکہ معارض معنی آخریت زمانی ہوتا، معنی مختار احقر تو مثبت خاتمیت زمانی ہیں معارض ہونا تو کجا؟ اگر مجمع علیہ امر کو تسلیم کر کے کوئی نکتۂ زادہ کہنا بدعت ہے تو میں کیا، تمام مفسرین اور حضرات صوفیہ کرام مبتدع ہوں گے غنیمت ہے آپ نے تنہا ہمیں پر عنایت نہیں فرمائی، دور دور تک آپ کے ارادے ہیں۔

(یہ سوال، جواب مناظرہ عجیبہ ص۹۴ تا ص۹۷ میں ملاحظہ فرمائیں)

خلاصہ یہ کہ جب حضرت رحمہ اللہ خاتمیت زمانی کے قائل ہیں اور اسے متفق علیہ سمجھتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی آیت خاتم النبیین میں فضیلت رسول اللہ ﷺ کا کوئی نکتہ بھی بیان فرمائیں تو اس کے لیے یہ کوئی ضروری نہیں کہ پہلے کسی نے اس نکتہ کو بیان کیا ہو لیکن بایں ہمہ کئی علماء، صوفیا و محققین نے اس طرح با قاعدہ خاتمیت کی تقسیم کیے بغیر بعینہٖ وہی بات فرمائی ہے جو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی، چنانچہ علامہ بحر العلوم لکھنوی رحمتہ اللہ نے اپنی کتاب ''فتح الرحمٰن'' میں مثنوی شریف کے ایک شعر کی تشریح میں یہی مضمون بیان فرمایا ہے۔ مثنوی کا شعر یہ ہے۔

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود — مثل اونے بودو نے خواہند بود

چونکہ در صنعت برد استار دست — نے تو گوئی ختم صنعت بر تواست

اس شعر کی تشریح میں علامہ بحر العلوم رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی آن سرور ﷺ خاتم است و خاتم الرسل لقب اوشدہ بجہت آنست الخ

(پوری فارسی عبارت فتوحات نعمانیہ ص۴۸۶ کے حاشہ میں ملاحظہ فرمائیں یہاں اسی کتاب سے علامہ لکھنوی رحمہ اللہ کی اس مکمل عبارت کا اردو ترجمہ نقل کیا جا رہا ہے۔)

''عارف رومی کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ خاتم ہیں اور آپ کا لقب خاتم الرسل، اس واسطے ہوا ہے کہ جود و کرم و عطاء میں کوئی آپ کا مثل نہیں ہے اور نہ آئندہ ہو گا، کیونکہ آپ کی بخشش، عالم کے تمام آدمیوں کے لیے ہے، حتیٰ کہ کوئی نبی اپنے کمال نبوت تک اور کوئی ولی، کمال ولایت تک نہیں پہنچا مگر آپ کی روحانیت کے نور کے فیض سے اور آپ ہی تمام انبیاء و اولیاء کو کمالات کا فیض پہنچانے والے

ہیں (گویا افاضہ الٰہیہ کے لیے واسطۂ کبریٰ ہیں از فتوحات)...... اس کی تحقیق اس طرح پر ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کی حقیقت، تمام حقائق اور آپ کا کمال، تمام کمالات کو اور آپ کی نبوت کا مرتبہ تمام مراتب نبوت کو جامع ہے اور جو بھی نبی ہوا ہے اس نے نبوت تشریعی آپ کی روحانیت سے حاصل کی ہے پس امام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں فی الحقیقت حضور ﷺ ہی کی شریعتیں تھیں کہ ان انبیاء علیہم السلام نے ان کو حضور ﷺ کی روحانیت (برکت) سے حاصل کر کے اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا۔

پھر مثنوی شریف کے دوسرے شعر ''چونکہ در صنعت برد استار وست، الخ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

''چونکہ حضور سرور عالم ﷺ تمام انبیاء و اولیاء کے استاد ہیں اور سب پر بخشش کرنے والے ہیں اور اس جود و کرم میں کوئی آپ کی مثل نہیں ہے اس واسطے صفت ختم کا آپ پر اطلاق ہوا ہے۔'' (دیکھیے فتوحات نعمانیہ ص ۴۸۴ تا ۴۸۷)

اس کے علاوہ ملا علی قاری، شیخ اکبر، امام شعرانی رحمھم اللہ کی کئی عبارات سے بھی یہ بات واضح ہے کہ انہوں نے لفظ خاتم کو ختم نبوت زمانی میں منحصر نہیں فرمایا بلکہ خاتم کے، اس کے علاوہ اور بھی معنی لیے ہیں، نیز بقول حضرت نعمانی رحمہ اللہ اس حدیث "عن العرباض بن سارية رفعه انى عندالله لخاتم النبيين و ان آدم لمنجدل فى طينه الخ" (جمع الفوائد) کے معنی بھی جب ہی صحیح ہو سکتے ہیں جبکہ آپ کے لیے خاتمیت ذاتیہ بھی تسلیم کی جائے (دیکھیے فتوحات نعمانیہ ص ۵۴۸) حتی کہ مولانا منظور احمد نعمانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ

''جناب احمد رضا خان صاحب'' فاضل بریلوی'' نے بھی اپنی متعدد تصانیف میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ کائنات عالم میں جس کو بھی کوئی نعمت اور کوئی منصب عطا ہوا ہے وہ حضور اقدس ﷺ ہی کے توسط سے عطا ہوا ہے میں یہاں ان کی صرف ایک کتاب ''جزاء اللہ عدوہ'' کی عبارت پیش کرتا ہوں، فرماتے ہیں۔

''نصوص متواترہ اولیاء کرام، وائمہ عظام وعلماء اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی ظاہری یا باطنی، روز اول سے اب تک، اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن

یا کافر، مطیع یا فاجر، ملک یا انسان جن یا حیوان بلکہ ماسوی اللہ میں سے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی، اس کی کلی انہی کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی انہی کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی، یہ سر الوجود واصل الوجود و خلیفۃ اللہ الاعظم و ولی نعمت ہیں۔ (ص۲۴)

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ ہر نعمت چھوٹی ہو یا بڑی، روحانی ہو یا جسمانی خواہ وہ کسی مخلوق کو عطا فرمائی گئی ہو یا فرمائی جائے گی، بہر حال وہ حضور ﷺ کے واسطے سے عطا ہوتی ہے اور عطا ہو گی اور چونکہ نبوت بھی حق تعالیٰ کی بہت بڑی دینی اور روحانی نعمت ہے، لہٰذا وہ بھی جس کسی کو عطا ہوئی ہے وہ بھی آپ ﷺ کے توسط سے عطا ہوئی ہے۔ اور یہی بعینہٖ مصنف تحذیر الناس کی تحقیق ہے خواہ اپنی اصطلاح میں آپ اس کا نام بالذات و بالعرض نہ رکھیں کچھ اور رکھ لیں لیکن مضمون اور عقیدہ ایک ہے اس میں کوئی فرق نہیں اور بحث عقیدہ کی ہے نہ کہ عنوان اصطلاحی کی، (دیکھیے فتوحات نعمانیہ ص۵۰۴) خلاصہ یہ کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا مضمون، دیگر علماء وصوفیاء نے بھی اپنے اسلوب میں بیان فرمایا ہے۔

(۴) حضرت نانوتوی رحمہ اللہ علیہ کا مذکورہ موقف واضح ہو جانے کے بعد اب ان کی ایسی عبارات تلاش کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی جن سے اجرائے نبوت کی نفی ظاہر ہو کیونکہ حضرت قدس سرہ زمانہ کے اعتبار سے بھی آپ ﷺ کو خاتم تسلیم کرتے ہیں البتہ لفظ خاتم کو صرف اسی میں حصر کر دینے کے مخالف ہیں۔ بہر حال مذکورہ تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت قدس سرہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ پر نبوت بند اور ختم ہو گئی ہے جیسا کہ مذکورہ موقف سے واضح ہے۔

تاہم اس کے باوجود نمونہ کے طور پر چند عبارات پیش کی جاتی ہیں جن سے واضح ہے کہ حضرت رحمہ اللہ، نبوت کو آپ ﷺ پر ختم اور آپ کے بعد نبوت کے اجراء کی کلی طور پر نفی سمجھتے ہیں۔ اس طرح کی کئی عبارات آپ کی بیشتر تصانیف میں موجود ہیں مثال کے طور پر ''مناظرہ عجیبہ'' کی پہلی سطر یہ ہے۔

''حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول المخلوقات ہیں۔

اسی کتاب کے ص ۳۹ پر ہے ''خاتمیت زمانی، اپنا دین و ایمان ہے، ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں'' پھر اس کے صفحہ ۵۰ پر ہے۔

''خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں، بلکہ یوں کہیے کہ منکروں کے لیے گنجائش انکار نہ چھوڑی افضلیت کا اقرار ہے، بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ ﷺ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔

(تحذیر الناس ۱۷ مکتبہ قاسم العلوم کراچی)

پھر ص ۶۹ پر فرماتے ہیں ''ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔''

حضرت رحمہ اللہ اپنی ایک اور تصنیف ''قبلہ نما'' میں فرماتے ہیں۔

''آپ کا دین، سب دینوں میں آخر ہے اور چونکہ دین، حکم نامۂ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہو گا وہی شخص سردار ہو گا، کیونکہ اسی کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے ص ۱۱ (تفصیل کے لیے دیکھیے فتوحات نعمانیہ)

نیز مناظرہ عجیبہ میں ہے نبی ﷺ اول مخلوقات ہیں بدلیل اول ما خلق اللہ نوری اور آخر الانبیاء ہیں بدلیل خاتم النبیین، پس نظیر اُن علیہ السلام کا، دونوں وصفوں میں ممتنع بالذات ہیں (ص ۱۲۵ مکتبہ قاسم العلوم)

نیز فرماتے ہیں ''جیسے آفتاب پر سلسلہ فیض نور ختم ہو جاتا ہے، ہمارے رسول اللہ ﷺ پر فیض نبوت ختم ہو جاتا ہے اس بات کے سمجھنے کے لیے کافی تھا کہ خاتم بمعنی آخر و متاخر ہے مکتوبات حضرت نانوتوی رحمہ اللہ ص ۹۵)

مناظرہ عجیبہ میں محذور ثامن کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''آپ ہی فرمائیں تاخر زمانی اور خاتمیت عصر نبوت کو میں نے کب باطل کیا؟ اور کہاں باطل کیا؟ مولانا میں نے تو خاتم کے وہی معنی رکھے جو اہل لغت سے منقول ہیں۔'' (جوابات محذورات ص ۳۷ بحوالہ عقیدۃ الامت ص ۳۰)

نیز ملاحظہ فرمائیں جب حضرت خاتم النبیین، خاتم مراتب علمیہ اور خاتم مراتب حکومت ہوئے تو نہ ان کی تعلیم کے بعد کوئی معلم، تعلیم آسمانی لے کر آئے اور نہ ان کے بعد اور کوئی حاکم، خدا کی طرف سے حکم نامہ لائے۔ (آریہ سماج کو جواب ترکی بہ ترکی ص ۵۱ مطبوعہ دیوبند بحوالہ عقیدۃ الامت) مزید فرماتے ہیں۔

''اپنا دین و ایمان ہے، بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں، جو اس میں تامل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔ (مکتوبات ص ۱۰۳ بحوالہ عقیدۃ الامت)...... واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد زبیر عفی عنہ
دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴
۲۸ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ
فتویٰ نمبر ۶۰/۷۹
الجواب صحیح
بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۶-۱-۱۴۲۴ھ
محمد عبدالمنان عفی عنہ
بندہ عبدالرؤف سکھروی
احقر محمود اشرف غفر اللہ

حضرت مولانا عبدالحیؒ لکھنوی پر اجرائے نبوت کا افتراءِ عظیم

مولانا عبدالحیؒ کی عبارت جس سے مرزائی صاحبان اپنے مطلب کی تائید میں استدلال قائم کرتے ہیں۔ وہ پہلے بالفاظہٖ درج ہے۔

”علماء اہلسنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہوسکتا اور نبوت آپ کی تمام مکلفین کو شامل ہے۔ اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدیہ ہوگا۔ پس بہر تقدیر بعثت محمدیہ عام ہے۔“

(دافع الوسواس فی اثر ابن عباس ص ۳)
منقول از الفضل ۲۷ جولائی ۵۲ء خاتم النبیین نمبر

خط کشیدہ عبارت کا مطلب مرزائی یہ لے رہے ہیں کہ آنحضور ﷺ کے بعد تابع شریعت ہو کر نبی تو آسکے گا یعنی امتی نبی۔“ آپ کے بعد بطریق تبعیت نبوت جاری ہے...... ان کا استدلال و استنباط کہاں تک درست ہے؟ اس کا جواب مولانا عبدالحیؒ کے قلم سے نقل کیا جاتا ہے۔ اور ساتھ لطف یہ ہے کہ مولانا کی جو عبارت ہم نقل کرنا چاہتے ہیں وہ اس مذکورہ بالا عبارت سے بعد کی تحقیق ہے۔ ذرا انصاف کو قریب لاکر سنیئے۔ پہلے تمہیدی عبارت ذکر ہے۔

قد کتب قبل هذا فی هذا الباب رسالةً سمیتها بالآیات البینات علی وجد الانبیاء فی الطبقات "واخریٰ مسماة" بدافع الوسواس فی اثر ابن عباس و کذاهما باللسان الهندیته هذام رسالةً ثالثةً بلغة اهل الجنة العربیه مرتبة علی مابینهما التحقیق المقاصد کا لاصلین۔

(زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس ص ا، مجموعہ خمسہ رسائل)

ترجمہ:۔ اس سے پہلے اس مسئلہ میں میں نے دو رسالے لکھے ہیں۔ ایک کا نام آیات بینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات ہے دوسرے رسالہ کا نام دافع الوسواس

فی اثر ابن عباس ہے۔ یہ دونوں رسالے اردو زبان میں ہیں۔ یہ تیسرا رسالہ (زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس) جنتیوں کی عربی زبان میں ہے۔ ان دونوں رسالوں میں جو مضامین تحقیق مقاصد کے لیے مرتب تھے انہی پر یہ تیسرا رسالہ بھی مرتب ہے۔

اس تیسرے رسالہ زجر الناس میں اس مسئلہ کو مولانا نے اس طرح واضح فرمایا ہے۔

ختم نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حقیقیٌ بالنسبة الی انبیاء جمیع الطبقات بمعنی انہٗ لم یعط بعدہٗ النبوة لاحدٍ فی طبقةٍ۔

(زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس ص۶ تا ۸۴ مجموعہ خمسہ وسائل)

ترجمہ:۔ تمام طبقات کے انبیاء کے اعتبار سے ہمارے نبی ﷺ کی خاتمیت بالکل حقیقی ہے۔ اس معنی کر کے کہ کسی ایک کو کسی طبقہ میں آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت نہیں عطا ہو سکتی۔

مولانا کا کلام مذکور کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے۔ اپنے مطلب کو خود صاف کر رہا ہے۔ آخر میں صرف ایک اور حوالہ حضرت مولانا عبدالحیؒ ی صاحب کے فتاویٰ سے مرزائیوں کی تسلی کے لیے پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

(استفتا ۱۰۷، ج۱، ص۹۹)

......کیا حکم ہے اس صورت میں کہ ایک شخص چھ مثل رسول اللہ ﷺ متحقق و موجود عالم میں کہتا ہے۔ یہ صحیح العقیدہ ہے یا فاسق العقیدہ ہے؟ اور وہ شخص مذکور کافر ہے یا فاسق و گنہگار؟

بینوا توجروا

المکلف الفقیر علی وجہ اللہ علی احمد قادری کان اللہ لہٗ

الجواب:۔ اگر مراد مماثلث نبوی سے مماثلث جمیع صفات نبویہ ہے حتیٰ کہ صفت رسالت میں بھی تو یہ قول کفر ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کی صفت موجود ہے۔ پس دعویٰ کرنا دوسرے نبی کا مخالف نص قطعی کے ہے۔ علامہ ابوشکور سلمی تمہید میں لکھتے ہیں۔

اعلم ان الواجب علی کل عاقلٍ ان یعتقد ان محمداً کان رسول اللّٰہ ولآن ھو رسول اللّٰہ وکان خاتم الانبیاء و لا یجوز بعدہٗ ان یکون

احد نبیاً و من ادعی النبوۃ فی زماننا یکون کافراً۔ انتہیٰ
(فتاویٰ مولانا عبدالحی لکھنوی ج ۱، ص ۹۹ مطبوعہ یوسفی لکھنؤ)

عربی عبارت کا ترجمہ..... جاننا چاہیے کہ ہر عاقل پر واجب ہے۔ کہ یہ اعتقاد رکھے کہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ کے رسول تھے اور اب بھی وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور آپ تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ آپ کے بعد کسی کا نبی بننا جائز نہیں۔ اور جو آج ہمارے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔

حضرات! مولانا عبدالحیؒ نے مسئلہ ختم نبوت کے تمام پہلو روشن کر دیئے ہیں۔ مرزائیوں کے تمام شبہات کا خوب ازالہ کر دیا ہے۔ کسی تاویل کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس کے بعد بھی مرزائی اگر مولانا لکھنوی کے کلام سے استدلال ہمنوائی کرنے سے باز نہ آئیں۔ تو یہ علم و دیانت اور یہ فہم و فکر جس میں قدم قدم پر دجل و فریب اور بات بات پر مکر و خیانت چھائی ہوئی ہو یہ ان خداوندان ربوہ ہی کو مبارک ہو۔

استدراک:

علامہ افغانی کی تحقیق:

علامہ شمس الحق افغانیؒ، مولانا لکھنوی کا دفاع کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

مولانا لکھنویؒ نے دافع الوسواس فی اثر ابن عباسؓ صفحہ ۳۹ پر لکھا ہے ''علماء اہلسنّت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہوسکتا جو نبی آپ کا ہم عصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدیہ ہوگا پس بتقدیر بعثت محمدیہ عام ہے'' مولانا لکھنوی کا یہ مضمون زمین کے دیگر طبقات اور ان کے انبیاء کے متعلق ہے جس کی وضاحت زجر الناس صفحہ ۸۴ پر آپ نے کی ہے ختم نبینا حقیقی بالنسبۃ الیٰ انبیاء جمیع الطبقات بمعنی انه لم یعطیٰ النبوۃ لاحد فی طبقة اور مجموعة الفتاویٰ ج ۱، ص ۹۹ میں مولانا موصوف لکھتے ہیں قال ابو شکور فی التمهید اعلم ان الواجب علیٰ کل عاقل ان یعتقد ان محمداً کان رسول اللّٰه والاٰن هو رسول اللّٰه و کان خاتم الانبیاء ولا یجوز بعدهٗ ان

یکون احد نبیاً و من ادعی النبوۃ فی زماننا یکون کافراً۔ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ ختم نبوت کے منکر تھے۔

(احتساب قادیانیت ج ۱۳، ص ۴۱۲)

مولانا مونگیری کی وضاحت:

مولانا سید محمد علیؒ مونگیری، مولانا عبدالحئیؒ لکھنوی کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مولانا عبدالحئیؒ صاحب مرحوم کا جو قول مشتہر صاحب نے نقل کیا ہے وہ ان لوگوں کے جواب میں ہے جو کہتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں آئیں گے تو آنحضرت ﷺ خاتم النبیین نہیں رہیں گے۔ مولانا مرحوم کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو نبوت مل سکتی ہے۔ اس لیے کہ آپ زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس کے ص ۸۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔ لکن ختم نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم الٰی جمیع انبیاء و جمیع الطبقات بمعنی انہ لم یعط بعدہ النبوۃ لا حد فی طبقۃ۔ (زجر الناس ص ۸۴)

کل طبقات کے انبیاء کے اعتبار سے آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا حقیقی ہے اس معنی کے اعتبار سے کہ بعد آپ ﷺ کے کسی کو کسی طبقہ میں نبوت نہیں دی جائے گی۔

پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ "لا شبھۃ فی بطلان الاحتمال الثانی و ھو ان یکون وجود الخواتم فی تلک الطبقات بعدہ لما وردانہ لانبی بعدہ و ثبت فی مقرہ انہ خاتم الانبیاء علی الاطلاق والاستغراق۔"

(ص ۸۴، ۸۵ زجر الناس)

اس احتمال کے باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ دیگر طبقات میں آنحضرت ﷺ کے بعد خواتم کا وجود ہو اس کے لیے حدیث شریف میں وارد ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہو چکی ہے کہ آپ ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں کوئی قید نہیں ہے علی الاطلاق والاستغراق سے یہ

بات آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے کہ مولانا مرحوم اس بات کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ﷺ کسی خاص طبقہ میں خاتم الانبیاء ہیں یا کسی خاص قسم کی نبوت کے خاتم ہیں بلکہ جمیع طبقات جمیع اقسام نبوت کے خاتم ہیں آپ ﷺ کے بعد کسی کو کسی قسم کی نبوت نہیں مل سکتی۔ تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔ (صحیفہ رحمانیہ ۵،ص۹، مندرجہ احتساب قادیانیت ج۵،ص۴۵)

ان دو بزرگوں کی وضاحت کے بعد مزید کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

تتمۂ بحث:

امام ابن حجرؒ الہیثمی پر غلط الزام اور اس کا جواب:

قادیانی الزام:۔

حضرت امام ابن حجر الہیثمی حدیث لوعاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً کی مفصل بحث میں اس حدیث کو صحیح ثابت کر کے لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی روایت بدیں الفاظ منقول ہے وا دخل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یدہ فی قبرہ فقال اماو اللّٰہ انہ لنبی ابن نبی و بکیٰ و بکیٰ المسلمین حولہ (الفتاوی الحدیثیہ مصری ص۱۵۰) اس کے بعد امام ابن حجر الہیثمی لکھتے ہیں۔

ولا بُعد فی اثبات النبوۃ لہ مع صغرہ لانہ کعیسیٰ القائل یوم ولدانی عبداللّٰہ آتانی الکتاب و جعلنی نبیاً و کیحیٰ الذی قال تعالیٰ فیہ و اتینا لا الحکم صبیاً ۵

ترجمہ:۔ کہ صاحبزادہ حضرت ابراہیم کا بچپن کی عمر ہی میں نبی ہونا بعید از قیاس نہیں کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تھے جنہوں نے اپنی پیدائش ہی کے دن کہا تھا کہ میں نبی ہوں اور نیز آپ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو بچپن ہی کی عمر میں حکمت عطا کی پھر فرماتے ہیں وبہ یُعلم تحقیق نبوۃ سیدنا ابراہیم فی حال صغرہ۔

(الفتاوی الحدیثیه ص ۱۵۰، احمدیہ پاکٹ بک ص ۴۴۶ تا ۴۴۷ طبع قدیم)

جواب

(۱) قادیانیوں کی دیانت داری ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے وادخل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یده فی قبره...... الخ روایت تو نقل کی لیکن اس روایت کے ابتدائی الفاظ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے اس لیے کہ ابتدائی الفاظ ان کے تعمیر کردہ ریت کے گھروندے کو گرانے کے لیے کافی تھے۔ ابتدائی الفاظ جو قادیانی نقل کرنے کی جرأت نہیں کرتے درج ذیل ہیں ورواہ ابن عساکر عن جابر عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم و أخرج ایضاً و قال فیه من لیس بالقوی عن علی ابن ابی طالب و لما توفی ابراهیم...... الخ قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ ہیثمیؒ قادیانیوں کی نقل کردہ روایت لکھنے سے پہلے لکھ رہے ہیں وقال فیه من لیس بالقوی عن علی ابن ابی طالب لیکن قادیانی اسے حذف کر رہے ہیں تا کہ قارئین کو راوی کے کمزور اور مجہول ہونے کا علم نہ ہو سکے۔

ع تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

(۲) مذکورہ عبارت کو نقل کرنے سے پہلے علامہ ہیثمی لوعاش ابراہیم لکان صدیقا نبیاً کی روایت نقل کر کے اسے صحیح قرار دے رہے ہیں لیکن قادیانی اسے نقل نہیں کرتے۔

(۳) اگر حضور علیہ السلام کے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؑ کا استحقاق نبوت مان بھی لیا جائے تو پھر بھی نبوت جاری ثابت نہیں ہوتی اس لیے کہ:

لوعربی زبان میں غیر ممکن الوقوع امر کے لیے آتا ہے جیسے لو کان فیهما الٰهة الا اللّٰہ لفسدتا۔

ترجمہ:۔ اگر آسمان و زمین میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور معبود ہوتے تو ان دونوں کا نظام ختم ہو جاتا۔

جیسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور معبود کا پایا جانا ممکن نہیں۔ اسی طرح لوعاش ابراہیم والی روایت میں لَوْ کا لفظ موجود ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نبی بننا ممکن نہیں۔

یہ قاعدہ بھی ملحوظ خاطر رہے انّ القضية الشرطية لاتستلزم الوقوع۔ کہ قضیہ شرطیہ وقوع کو مستلزم نہیں ہے...... زیر بحث حدیث بھی قضیہ شرطیہ ہے جس کا وقوع لازم نہیں ہے اس لیے حضور علیہ السلام کے اس فرمان (لوعاش ابراهيم لكان صديقاً نبياً) سے ختم نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۴) حضرت ابراہیمؑ کو حضرت یحیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے۔ اس لیے کہ حضرت یحیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کا نبی ہونا تو یقینی ہے حضور علیہ السلام کے صاحبزادہ کے لیے زیادہ سے زیادہ استحقاق نبوت مانا جا سکتا ہے کہ اگر حضور علیہ السلام آخری نبی نہ ہوتے تو حضرت ابراہیم نبی ہوتے۔

علامہ ہیثمیؒ نے حضرت ابراہیم کے متعلق جو کچھ لکھا ہے ہمارے لیے حجت نہیں ہے۔

شیخ سید عبدالکریم جیلی پر غلط الزام اور اس کا جواب:

قادیانی شیخ سید عبدالکریم جیلی پر الزام لگاتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے لکھا ہے۔ فانقطع حكم نبوة التشريع بعده و كان محمد صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين۔

ترجمہ:۔ تشریعی نبوت کا حکم آنحضرت ﷺ کے بعد ختم ہو گیا پس اس وجہ سے آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہوئے (الانسان الکامل باب ۳۶)

(بحوالہ احمدیہ پاکٹ بک ص ۴۴۴ طبع قدیم)

جواب

شیخ عبدالکریمؒ جیلی کی عبارت پہلے تحریر کی جاتی ہے جس سے مذکورہ عبارت کا پس منظر معلوم ہو جائے گا۔

قال الله تعالىٰ "اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتى" ولم تنزل هذه الأية علىٰ نبى غير محمد صلى الله عليه وسلم و لو نزلت علىٰ احد لكان هو خاتم النبيين و ماصح ذالك الالمحمد صلى

اللّٰہ علیہ وسلم فنزلت علیہ فکان خاتم النبیین لانہ لم یدع حکمۃ ولاھدیٰ ولا علما ولاسراً الاوقدنبہ علیہ و اشار الیہ علیٰ قدر مابلیق بالنبیین لذالک السرا ماتصریحاً واما تلویحاً و اما اشارۃً واما کنایۃً واما استعارۃً واما محکما وامامفسراً و اماموؤلا و اما متشابھا الیٰ غیر ذلک من انواع کمال البیان فلم یبق لغیرہ مدخلاً فاستقل بالا مر و ختم النبوۃ لانہ ماترک شیئا یحتاج الیہ الاوقد جاء بہ فلایجد الذی یاتی بعدہ من الکمل شیئا ممایننفی انہ نبّہ علیہ الاوقد فعل صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذلک فیتبعہ ھذا الکامل کمانبہ علیہ ویصیر تا بعا فانقطع حکم نبوۃ التشریع بعدہ و کان محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم خاتم النبیین لانہ جاء بالکمال و لم یجیئ احد بذالک۔

(الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والا وائل تالیف الشیخ عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی الجزء الاول ص۱۱۵ الباب السادس والثلاثون فی التوراۃ)

ترجمہ:۔ ”الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی“ یہ آیت حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی نبی پر نازل نہیں ہوئی اگر کسی اور نبی پر نازل ہوتی تو وہ خاتم النبیین ہوتے اور یہ بات حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کے لیے درست نہیں ہے پس ان پر یہ آیت نازل ہوئی اور وہ خاتم النبیین ٹھہرے اس لیے کہ حضور علیہ السلام نے کوئی حکمت ہدایت، علم اور راز نہیں چھوڑا مگر اس پر تنبیہہ کر دی اور اس کی طرف اتنا اشارہ کر دیا جتنا کہ انبیاء کی شان کے لائق ہوتا ہے تصریح، تلویح، اشارہ، کنایہ، استعارہ، محکم مفسر، موول اور متشابہ وغیرہ علم بیان کی مختلف انواع سے...... پس حضور علیہ السلام نے کسی غیر کے لیے داخلہ کی گنجائش نہیں چھوڑی پس آپ اس امر میں مستقل ٹھہرے اور نبوت کو ختم کر دیا اس لیے کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی ضرورت کی چیز نہیں چھوڑی مگر اس کو لے آئے۔ پس آپ کے بعد کاملین کوئی قابل رہنمائی چیز نہیں پاتے مگر آپ نے اس کی رہنمائی کر دی ہے پس یہ کامل، اس کی پیروی کریں گے جیسا کہ اس پر تنبیہہ کی گئی ہے اور وہ تابع ہوں گے پس تشریعی نبوت کا حکم آپ کے بعد ختم کر دیا گیا اور حضور علیہ السلام آخری نبی قرار پائے اس لیے کہ

آپ کمال لے کر آئے جو کہ کوئی دوسرا نبی نہ لا سکا۔

مذکورہ عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام ایک ایسی جامع شریعت لے کر آئے ہیں جو ہر اعتبار سے مکمل ہے۔ اگر دوسرے انبیاء کرام پر ایسی شریعت نازل ہوتی تو وہ آخری نبی ہوتے لیکن ایسی جامع شریعت صرف حضور علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے اس لیے آپ ہی آخری نبی ہیں کوئی اور نہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ علامہ عبدالکریم جیلی نے بات ہی شریعت کے حوالہ سے کی ہے کسی اور اعتبار سے نہیں کی اس لیے اگر انہوں نے کہہ دیا کہ حضور علیہ السلام کی شریعت آخری شریعت ہے۔ آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہ آئے گا تو بتائیں کہ انہوں نے کیا غلطی کی؟ کیا حضور علیہ السلام خاتم الشرائع نہیں ہیں؟

علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ پر غلط الزام اور اس کا جواب:

قادیانی الزام:

حضرت امام شعرانیؒ فرماتے ہیں۔ وقوله صلى الله عليه وسلم لا نبي بعدي ولا رسول المراد به لا مشرع بعدي۔

(الیواقیت والجواہر ج ۲، ص ۲۴)

ترجمہ:۔ آنحضرت ﷺ کا یہ قول کہ میرے بعد نبی نہیں اور نہ رسول اس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شریعت لانے والا نبی نہیں۔

(احمدیہ پاکٹ بک ص ۴۴۳ طبع قدیم)

جواب

۴ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نبوت کو غیر مکتسب یعنی وہبی مانتے ہیں، قادیانیوں کی طرح کسبی نہیں مانتے۔ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) فان قلت فهل النبوة مكتسبة او موهوبة (فالجواب) ليست النبوة مكتسبة حتى يتوصل اليها بالنسك والرياضات كما ظنه جماعة من

الحمقاء۔ (الیواقیت والجواہر ج۱،ص۱۶۴)

ترجمہ:۔ اگر تو کہے کیا نبوت کسبی ہے یا وہبی ہے پس جواب یہ ہے کہ نبوت کسبی نہیں ہے کہ اس کی طرف مجاہدات کے ذریعہ پہنچا جا سکے جیسا کہ احمقوں کی ایک جماعت نے گمان کیا ہے۔

(۲) فالنبوۃ وہب والولایۃ کسب (الیواقیت والجواہر ج۲،ص۲۲)

ترجمہ:۔ پس نبوت وہبی اور ولایت کسبی ہے۔

علامہ شعرانیؒ نے الیواقیت و الجواہر کے متعدد مقامات پر حضور علیہ السلام کا آخری نبی ہونا تحریر کیا ہے۔

(۱) المبحث الخامس و الثلاثون فی کون محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم خاتم النبیین کما صرح بہ القرآن۔ اعلم ان الاجماع قد انعقد علیٰ انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خاتم المرسلین کما انہ خاتم النبیین وان کان المراد بالنبیین فی الآیۃ ھم المرسلین۔ (جلد دوم ص ۳۷)

ترجمہ:۔ بحث ۳۵ حضور علیہ السلام کے آخری نبی ہونے میں ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی وضاحت کی ہے۔ جان لو کہ تحقیق حضور علیہ السلام کے آخری رسول ہونے پر اجماع ہو چکا ہے جیسا کہ وہ آخری نبی ہیں اگرچہ آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے سے آخری رسول ہونا مراد ہے۔

(۲) و کل من ادعا ھا بعد محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم فھو مدع شریعۃ اوحی بھا الیہ سواء موافق شرعنا او خالف فان کان مکلفا ضربنا عنقہ والا ضربنا عنہ صفحاً۔ (جلد دوم ص ۳۸)

ترجمہ:۔ ہر وہ شخص جو حضور علیہ السلام کے بعد دعویٰ نبوت کرے پس وہ مدعی شریعت و وحی ہے برابر ہے کہ وہ ہماری شریعت کا موافق ہو یا مخالف۔ اگر وہ مکلّف (عاقل بالغ) ہوگا تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے ورنہ چھوڑ دیں گے۔

(۳) فعلم ان الاولیاء قدیلحقوق بالانبیاء فی الخلافۃ و اما الرسالۃ ولانبوۃ فلا لان ذلک باب مسدود بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ (جلد دوم ص ۱۳۱)

ترجمہ:۔ پس معلوم ہوا کہ اولیاء خلافت میں انبیاء سے جا ملتے ہیں لیکن رسالت اور نبوت میں نہیں اس لیے کہ یہ دروازہ حضور علیہ السلام کے بعد بند کر دیا گیا ہے۔

باقی رہی وہ عبارت جس کا قادیانی حوالہ دیتے ہیں ہم اس کے متعلق بارہا لکھ چکے ہیں کہ ایسی تمام عبارات جن میں حضور علیہ السلام کے بعد صرف صاحب شریعت نبی آنے کی نفی کی گئی ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر ہے اس امر کی بارہا مدلل وضاحت کی گئی ہے۔ دلائل کا اعادہ تحصیل حاصل اور بے فائدہ ہے۔

تکلمہ:

ذیل میں مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین کے حوالہ سے چند متفرق لیکن اہم نکات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ ان کو ملحوظ رکھنے سے قادیانیوں کو لاجواب کرنا بہت آسان ہوگا۔ انشاء اللہ۔

قادیانیوں کے نزدیک نبوت کی اقسام

فائدہ ۱:

قادیانیوں کے نزدیک مطلقاً نبوت جاری نہیں ہے بلکہ ایک خاص قسم کی نبوت جاری ہے جس کا نام وہ ظلی بروزی نبوت رکھتے ہیں اس سلسلہ میں قادیانی کتابوں کے تین حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

حوالہ ۱:

میں نبیوں کی تین اقسام مانتا ہوں (۱) جو شریعت لانے والے ہوں (۲) جو شریعت نہیں لائے لیکن ان کو نبوت بلا واسطہ ملتی ہے اور کام وہ پہلی ہی امت کا کرتے ہیں جیسے سلیمان و زکریا اور یحییٰ علیہم السلام (۳) اور ایک جو نہ شریعت لائے ہیں اور نہ ان کو بلا واسطہ نبوت ملتی ہے لیکن وہ پہلے نبی کی اتباع سے نبی ہوتے ہیں (القول الفصل ص ۱۴ از مرزا بشیر الدین محمود۔ (مندرجہ انوار العلوم ج ۲، ص ۲۷۶)

حوالہ ۲:

اس جگہ یاد رہے کہ نبوت مختلف نوع پر ہے اور آج تک نبوت تین اقسام پر ظاہر ہو چکی ہے (۱) تشریعی نبوت۔ ایسی نبوت کو مسیح موعود نے حقیقی نبوت سے پکارا ہے (۲) وہ نبوت جس کے لیے تشریعی یا حقیقی ہونا ضروری نہیں ہے۔ ایسی نبوت حضرت مسیح موعود کی اصطلاح میں مستقل نبوت ہے۔ (۳) ظلی اور امتی نبی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے مستقل اور حقیقی نبوتوں کا دروازہ بند کیا گیا اور ظلی نبوت کا دروازہ کھولا گیا۔ (مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت ص۳۱ از مرزا بشیر احمد ایم اے)

حوالہ۳:

انبیاء کرام علیہم السلام دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) تشریعی (۲) غیر تشریعی پھر غیر تشریعی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) براہ راست نبوت پانے والے (۲) نبی تشریعی کی اتباع سے نبوت حاصل کرنے والے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشتر نظر صرف پہلی دو قسم کے نبی آتے تھے۔ (مباحثہ راولپنڈی ص۱۷۵)

قادیانیوں کا دجل وفریب:

قادیانیوں کا دعویٰ تو ہے ایک خاص قسم کی نبوت کا اور قرآن و حدیث و اقوال بزرگاں سے جو حوالے وہ پیش کرتے ہیں ان میں اس خاص قسم (ظلی بروزی نبوت) کا کوئی ذکر تک نہیں ہوتا۔ ان کے دلائل میں تقریب تام نہیں ہوتی۔ دعویٰ کچھ اور ہوتا ہے۔ دلائل اور ہوتے ہیں۔ دعویٰ و دلائل میں مطابقت انہوں نے کبھی پیش نہیں کی۔ جو کہ کھلا فریب اور دجل ہے۔

قادیانیوں سے مطالبہ:

قادیانیوں سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ درج ذیل تنقیحات و توضیحات کے مطابق اپنا دعویٰ پیش کریں اس لیے کہ ان کے نزدیک دعویٰ نبوت کے تین جزء ہیں۔

(۱) نبوت ظلی بروزی جاری ہے۔

(۲) یہ نبوت حضور علیہ السلام کے بعد جاری ہوئی۔

(۳) یہ نبوت کسبی ہے جو کہ حضور علیہ السلام کی اطاعت سے ملتی ہے، وہبی نہیں ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ قادیانی قرآن مجید، احادیث اور اقوال بزرگاں سے ایسی کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے جس میں مذکورہ تنقیحات ثلاثہ کا ذکر ہو...... فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس و الحجارۃ

اعدت للکافرین (البقرۃ)۔

ترجمہ:۔ پس اگر ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو آگ سے ڈرو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں جو کہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

خنجر اٹھے نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اقوال بزرگاں کی تحقیق:

فائدہ ۲:

دین کا سرچشمہ تین چیزیں ہیں۔

(۱) قرآن مجید (۲) احادیث مبارکہ (۳) اجماع امت

کسی فرد کی انفرادی و ذاتی رائے سے عقائد ثابت نہیں کیے جا سکتے۔ نہ ہی انہیں بطور دلائل پیش کیا جا سکتا ہے بلکہ متفرد حضرات کی آراء کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا اگر موافق ہوئیں تو قبول کر لی جائیں گی ورنہ مسترد کر دی جائیں گی۔ شیخ عبدالوہابؒ شعرانی تحریر فرماتے ہیں۔

"وکان شیخنا شیخ الاسلام زکریا الانصاری رحمه الله یقول لایخلو کلام لائمة عن ثلاثة احوال لانه اما ان یوافق صریح الکتاب و السنته فهذ ا یجب اعتقاده جز ما و اما ان یخالف صریح الکتاب و النسة فهذ ایحرم اعتقاده جز ما واما ان لایظهر لنا موافقته ولا مخالفته فأحسن احواله الوقف انتهی۔ (الیواقیت والجواہر ص۳)

ترجمہ:۔ اور ہمارے شیخ، شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ اللہ کہتے تھے کہ ائمہ کا کلام تین حالات سے خالی نہیں ہے۔

(۱) وہ کلام جو کتاب وسنت کے موافق ہو، اس کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔

(۲) وہ کلام جو کتاب وسنت کے مخالف ہو، اس کا اعتقاد رکھنا حرام ہے۔

(۳) وہ کلام جس کی کتاب وسنت سے موافقت ومخالفت ہمیں معلوم نہ ہو تو سب

سے بہتر بات سکوت اختیار کرنا ہے۔

علامہ شعرانیؒ کا مذکورہ حوالہ قادیانیوں پر اتمام حجت ہے۔

اگر بالفرض کسی بزرگ کا قول قادیانیوں کے موافق ہو تو اسے رد کر دیا جائے گا۔ وہ ہمارے لیے حجت نہیں ہے۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کی تحقیقات:

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دام مجدہ کے افادات بعض عنوانات کے اضافہ کے ساتھ نقل کیے جاتے ہیں جو کہ بہت مفید ہیں۔

عبارات صوفیاء کی تحقیق کا مقصد:

جن صوفیاء کے مبہم جملوں سے مرزائی صاحبان سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں ان کی تشریح و توجیہہ سے ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ اگر بالفرض ان کی تحریروں کا مفہوم عقیدہ ختم نبوت سے متضاد ثابت ہو جائے تو اس مستحکم اور مسلمہ عقیدہ کو کوئی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے بلکہ جس کسی نے ان کے کلام کی صحیح تشریح پیش کی ہے، اس کا اصل مقصد صرف یہ ہے کہ ان پر ایک غلط الزام لگایا گیا ہے جسے انصاف اور دیانت کی رو سے رفع کرنا ضروری ہے، بہ الفاظ دیگر ان حضرات کی تحریروں کو ختم نبوت سے متصادم بنا کر پیش کرنے کے سے عقیدہ ختم نبوت پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا بلکہ ان بزرگوں پر یہ الزام عائد ہوتا ہے لہٰذا ان حضرات کے کلام کی تشریح میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ عقیدہ ختم نبوت کا دفاع نہیں بلکہ ان بزرگوں کا دفاع ہے۔

مرزائی مذہب میں اقوال سلف کی حقیقت:

مرزائی صاحبان کو تو اپنے مذہب کے مطابق کسی بھی درجے میں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان بزرگوں کے اقوال سے استدلال کریں کیونکہ کتنے ہی معاملات ایسے ہیں جن میں انہوں نے اجماع امت کو بھی درست قرار نہیں دیا بلکہ اسے حجیت شرعیہ ماننے سے ہی انکار کیا ہے۔ چنانچہ عقیدہ نزول مسیحؑ کی تردید کرتے ہوئے مرزا غلام

احمد صاحب لکھتے ہیں جبکہ پیش گوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود انبیاء سے امکان غلط ہے تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے؟

(ازالہ اوہام طبع دوم ج ۱، ص ۱۴۱ روحانی خزائن ص ۱۷۲، ج ۳)

اور آگے لکھتے ہیں

''میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارے میں عام خیال مسلمانوں کا، گو ان میں اولیاء بھی داخل ہوں، اجماع کے نام سے معصوم نہیں ہوسکتا۔

(ازالہ ادہام ج ۱، ص ۱۴۲، روحانی خزائن ص ۱۷۲، ج ۳)

اور جب اجماع کا یہ حال ہے تو سلف کے انفرادی اقوال کی حیثیت تو خود بخود واضح ہو جاتی ہے چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

اور اقوال سلف و خلف درحقیقت کوئی مستقل حجت نہیں اور ان کے اختلاف کی حالت میں وہ گروہ حق پر ہوگا جن کی رائے قرآن کریم کے مطابق ہے۔

(ازالۂ اوہام طبع دوم ۱۹۰۲ص ۲۶۹ حصہ ۲)

نیز مرزا لکھتے ہیں:

ومن تفوہ بکلمة لیس لهٔ اصل صحیح فی الشرع ملهماً کان او مجتهداً فبه الشیاطین متلاعبة۔

یعنی ''اگر کوئی شخص کوئی ایسی بات زبان سے نکال دے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو وہ صاحب الہام ہو یا مجتہد ہو تو درحقیقت وہ شیاطین کا کھلونا ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱ طبع ربوہ مصنفہ (۱۸۹۳ء)

لہذا مرزائی صاحبان کے لیے قرآن کریم کی صریح آیات اور متواتر احادیث کو چھوڑ کر چند صوفیاء کے اقوال سے استدلال کیسے درست ہوسکتا ہے؟

صوفیاء کرام کا اسلوب:

تیسری اصولی بات یہ ہے کہ دنیا کے مسلمہ اصول کے مطابق ہر علم وفن کا موضوع، اس کی غرض و غایت، اس کی اصطلاحات اور اس کے ماہرین جدا ہوتے ہیں۔ اور اسی اعتبار سے ہر ہر علم وفن کا اسلوب بیان بھی الگ ہوتا ہے۔ جو شخص کسی

علم وفن کا ماہر اور تجربہ کار نہ ہو۔ بسا اوقات اس فن کی کتابیں پڑھ کر شدید غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی عام آدمی میڈیکل سائنس کی کتابیں پڑھ کر اس سے اپنا علاج شروع کر دے تو یہ اس کی ہلاکت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ یہی معاملہ اسلامی علوم کا ہے کہ تفسیر، حدیث، فقہ عقائد اور تصوف میں سے ہر ایک علم کا وظیفہ، اس کی اصطلاحات اور اس کا اسلوب بالکل الگ ہے اور ان میں سب سے زیادہ دقیق اور پیچیدہ تعبیرات ان کتابوں میں ملتی ہیں جو تصوف اور اس کے فلسفے پر لکھی گئی ہیں۔ کیونکہ ان کتابوں کا تعلق نظریات اور ظاہری اعمال کے بجائے ان باطنی تجربات اور ان واردات و کیفیات سے ہے جو صوفیاء کرام پر اپنے اشغال کے دوران طاری ہوتی ہیں اور معروف الفاظ وکلمات کے ذریعے ان کا بیان دشوار ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں تک دین کے بنیادی مسائل، عقائد اور عملی احکام کا تعلق ہے وہ نہ علم تصوف کا موضوع ہیں اور نہ علمائے امت نے تصوف کی کتابوں کو ان معاملات میں کوئی ماخذ یا حجت قرار دیا ہے۔ اس کے بجائے عقائد کی بحثیں علم کلام میں اور عملی احکام وقوانین کے مسائل علم فقہ میں بیان ہوتے ہیں اور انہی علوم کی کتابیں اس معاملے میں معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ خود صوفیاء کرام ان معاملات میں انہی علوم کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص تصوف کے ان باطنی اور نفسیاتی تجربات سے نہ گزرا ہو اس کے لیے ان کتابوں کا دیکھنا بھی جائز نہیں۔ بسا اوقات ان کتابوں میں ایسی باتیں نظر آتی ہیں جن کا بظاہر کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ بعض اوقات جو مفہوم بادی النظر معلوم ہوتا ہے وہ بالکل عقل کے خلاف ہوتا ہے۔ لیکن لکھنے والے کی مراد کچھ اور ہوتی ہے اس قسم کی عبارتوں کو ''شطحیات'' کہا جاتا ہے۔ اس لیے کسی بنیادی عقیدے کے مسئلہ میں تصوف کی کتابوں سے استدلال ایک ایسی اصولی غلطی ہے جس کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

اس اصول کو خود اکابر صوفیاء نے بھی تسلیم کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی تصوف کے بھی امام ہیں۔ لیکن وہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''پس مقرر شد کہ معتبر در اثبات احکام شرعیہ کتاب و سنت
> است و قیاس مجتہدان و اجماع امت نیز مثبت احکام است، بعد ازیں

چہار ادلہ شرعیہ، ہیچ، دلیلے مثبت احکام شرعیہ نمی تواند شد۔ الہام مثبت حل وحرمت نہ بود و کشف از باطن اثبات فرض وسنت نہ نماید۔"

(مکتوب ۵۵، مکتوبات حصہ ہفتم دفتر دوم ص ۱۵)

ایک اور جگہ صوفیاء کی "شطحیات" سے کلامی مسائل مستنبط کرنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قائل آن سخناں شیخ کبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی، کلام محمد عربی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام در کار است، نہ کلام محی الدین ابن عربی و صدر الدین قونیوی و عبدالرزاق کاشی۔ مارا بہ نص کار است نہ بفص، فتوحات مدنیہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است۔

یہ باتیں خواہ شیخ کبیر یمنی نے کہی ہوں یا شیخ اکبر شامی نے، ہمیں محمد عربی ﷺ کا کلام چاہیے، نہ محی الدین ابن عربیؒ، صدر الدین قونیوی اور عبدالرزاق کاشی کا کلام ہمیں "نص" (یعنی قرآن وحدیث) سے غرض ہے نہ کہ فص سے (یہ ابن عربیؒ کی فصوص الحکم کی طرف اشارہ ہے) فتوحات مدینہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے مستغنی کر دیا ہے۔ (مکتوبات حصہ اول دفتر اول مکتوب نمبر ۱۰)

ان تین بنیادی باتوں کے بعد عقائد کے اس بنیادی مسئلے میں جو قرآن و حدیث اور اجماع امت کی رو سے کفر و اسلام کا مسئلہ ہے۔ صوفیاء کرام کی کتابوں سے استدلال قطعی طور پر خارج از بحث ہے۔ اور اگر بالفرض بعض صوفیاء سے اس قسم کی "شطحیات" ثابت بھی ہوں تو ان سے عقیدہ ختم نبوت کی قطعیت اور استحکام میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی۔

البتہ یہ درست ہے جن صوفیائے کرامؒ پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ غیر تشریعی نبوت کے باقی رہنے کے قائل ہیں، ان پر یہ ایک ایسا اتہام ہے جو محض ان کی اصطلاحات اور اسلوب بیان سے ناواقفیت کی بناء پر عائد کیا گیا ہے، یہاں ہم ان کے کلام کی صحیح صحیح تشریح کریں تو اس کے لیے طویل مضمون درکار ہو گا، اور چونکہ ہماری مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں یہ عقیدہ ختم نبوت کا نہیں، بلکہ ان بزرگوں کا دفاع ہے۔ اس لیے یہ ہمارے موضوع سے خارج بھی ہے۔ لیکن یہاں ان حضرات

کی بعض صریح عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جن سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ پوری امت کی طرح ختم نبوت کے عقیدے پر مستحکم ایمان رکھتے ہیں۔

(قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف ص۱۳۲ تا ۱۳۶)

قادیانیوں کو چیلنج:

قادیانی اگر عبارات اکابر سے اجرائے نبوت ثابت کرنے کے اتنے ہی شوقین ہیں تو کسی بزرگ کی ایسی عبارت دکھائیں جس میں اس نے صاف لکھا ہو کہ حضور علیہ السلام کے بعد فلاں شخص نبی بنا اور وہ سچا نبی تھا کوئی ایک مثال پیش کریں۔ ھاتوا ابرھا نکم ان کنتم صادقین۔

اقوال بزرگاں مرزا قادیانی کی نظر میں:

قادیانیوں کو بزرگوں کی عبارات پیش کرنے سے پہلے مرزا قادیانی کی درج ذیل تحریر پڑھ لینی چاہیے وہ لکھتا ہے۔

”ہمارے مخالف سخت شرمندہ اور لاجواب ہو کر آخر کو یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ ہمارے بزرگ ایسا ہی کہتے چلے آئے ہیں۔ نہیں سوچتے کہ وہ بزرگ معصوم نہ تھے بلکہ جیسا کہ یہودیوں کے بزرگوں نے پیش گوئیوں کے سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ان بزرگوں نے بھی کھالی۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۲۴ روحانی خزائن ص۲۹۰، ج۲۱)

اہم تنبیہ:

شیخ ابن عربیؒ سمیت جن بزرگوں نے یہ لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام آخری رسول کے پیش نظر لکھا ہے اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی تو ہوں گے لیکن ان کی نبوت کا دور گزر چکا ہوگا اور اب وہ ایک امتی کی طرح دین اسلام پر عمل پیرا ہوں گے۔ یہ بات علامہ زمخشری سمیت متعدد مفسرین نے تحریر کی ہے۔

قادیانیوں سے ایک سوال:

مسلمانوں کی طرح قادیانی بھی تشریعی نبوت کو کفر سمجھتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے اعتراف کیا ''سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوگئی۔

(مجموعہ اشتہارات ج ۱، ص ۲۳۰، ۲۳۱)

ظلی بروزی نبوت کے متعلق مرزا قادیانی یہ کہتا ہے کہ ''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزرے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ روحانی خزائن ج ۲۲، ص ۴۰۶، ۴۰۷)

ان دونوں حوالوں کی روشنی میں ہمارا قادیانیوں سے یہ سوال ہے کہ غیر تشریعی نبوت ملنے کا ایسا کون سا ضابطہ ہے جس پر تیرہ سو سال میں مرزا قادیانی کے علاوہ کوئی اور پورا نہیں اترا۔

قادیانیوں کو نصیحت:

آخر میں ہم قادیانیوں کو پوری خیر خواہی سے نصیحت کرتے ہیں کہ ابھی ان کے پاس وقت اور مہلت ہے، قادیانیت سے وابستہ دنیوی مفادات کو ٹھوکر مارتے ہوئے حضور علیہ السلام کے دامن رحمت سے وابستہ ہو جائیں۔ ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ دیں یخادعون اللّٰہ والذین امنو و مایخدعون الا انفسھم وھم لایشعرون کا مصداق نہ بنیں و ما علینا الا البلاغ المبین۔

مشتاق احمد عفی عنہ مدرس جامعہ عربیہ چنیوٹ، ۶ مارچ ۲۰۰۶ء ۵ صفر ۱۴۲۷ھ)

برادران اسلام سے ایک ضروری گزارش

مرزائی اپنے نبی کی سنت کے موافق ہر معاملہ میں حد درجہ کی چالاکی سے کام لیتے ہیں۔ حوالہ اخذ کرنے میں بھی اپنے معصومانہ مکروفریب کا کمال کر دیتے ہیں۔ صاحب تصنیف کا مقصد کچھ کا کچھ ہوتا ہے۔ لیکن ان کو اندھیرے میں بڑے دور کی سوجھتی ہے۔ لہٰذا میں اپنے عام مسلمان بھائیوں سے بڑی تاکید سے عرض کروں گا۔ کہ جب اس قسم کا کوئی حوالہ سلف صالحین رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کی تصانیف سے مرزائی شائع کریں تو اس کے مفہوم کی جب تک اصل مأخذ سے پوری تسلی نہ کر لی جائے اس سے ہرگز متاثر نہ ہوں۔ ضرور اس میں کچھ نہ کچھ مرزائیوں کا جھوٹ کام کر رہا ہوگا۔ جس طرح ان کے ابا جان مرزا صاحب قادیانی نے اپنی تصانیف میں اکاذیب، سے جگہ جگہ پر کام لیا ہے اسی طرح ان کی امت بھی جھوٹ کہنے سے اجتناب نہیں کرتی۔ اس پر تجربہ شاہد ہے۔

اپنے اہل علم حضرات کی تسلی کی خاطر عرض کیا جاتا ہے کہ مذکورہ حوالہ جات جو ہماری اپنی کتب سے لیے گئے ہیں ان کے اصل ماخذ سے تسلی کر کے درج کیے ہیں۔ ان شاء اللہ ان میں خلاف واقع نہ ہوگا۔ دیانت کے ساتھ کام کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ منظور فرمائے۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

دعاء غائبانہ کا خواستگار
ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ
جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ

ضمیمہ (۱)

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق چند مغالطّوں کا تحقیقی جواب

- ہبیرہ بن یریم کی روایت اور اس پر کلام
- امام مالک کی طرف قول منسوب مات عیسی بن مریمؑ کے جوابات
- ابن حزم الظاہری کا قول اور اس کا جواب۔
- حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ابن کثیر کا حوالہ۔

اس پر شیخ فہیم ابوعبید کا حاشیہ اور اس کا جواب یعنی اس کے مغالطّوں کا جواب

ہبیرہ بن یریمؒ کی روایت اور اس پر کلام:

قال اخبرنا عبداللّٰہ بن نمیر عن الاجلح عن ابی اسحاق عن ہبیرۃ بن یریم قال......م لما توفی علی بن ابی طالبؓ قام الحسن بن علیؓ فصعد المنبر فقال ایھا الناس قد قبض اللیلۃ رجل لم یسبقہ الاولون ولایدرکہ الآخرون قد کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یبعثہ المبعث فیکتنفہ جبریل عن یمینہ ومیکائیل عن شمالہ فلاینثنی حتی یفتح اللّٰہ لہ وماترک الاسبع مائۃ درہم اراد ان یشتری بھا خادما ولقد قبض فی اللیلۃ التی عرج فیھا بروح عیسی بن مریم لیلۃ سبع و عشرین من رمضان۔

(طبقات لابن سعد ج۳، ص۲۶ تحت ذکر علی بن ابی طالبؓ (طبع لیڈن)

روایت پر جرح

ہبیرہ:

ہبیرہ بن یریم کان مختار یا یجھز علی الجرح یوم خازر۔

(الکامل لابن عربی ج۷، ص۲۵۹۳ تحت ہبیرہ بن یریم)

تقریب لابن حجر ص۵۳۰ میں ہے...... وقد عیب بالتشیع۔ تحت ہبیرہ بن یریم

تہذیب میں ہے قال الساجی قال یحییٰ بن معین ہومجھول...... قال جوز جانی کان مختار یا...... قال ابن خراش ضعیف۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر ج۱۱، ص۲۴ تحت ہبیرہ بن یریم)

اجلح بن عبداللہ الکندی کے متعلق مدح اور قدح دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں قدح کے الفاظ ذیل میں نقل ہیں۔

یعد فی شیعۃ الکوفۃ...... ولا یحتج بہ...... قال النسائی ضعیف...... کان لہ رای سوء...... قال ابن سعد ضعیف جداً۔

(تہذیب ص۱۸۹، ۱۹۰ جز اول تحت اجلح)

پہلی چیز یہ ہے کہ مندرجہ بالا سند پر کلام ہے جیسا کہ اوپر لکھا ہے اور متکلم فیہ اور مجروح سند کے ساتھ جو چیز منقول ہو قابل اعتماد نہیں۔

دیگر یہ چیز قابل توجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتقال جمہور اہل تاریخ وتراجم کے نزدیک اکیس رمضان المبارک ۴۰ میں ہے اور خود صاحب کتاب ہذا نے بھی ماقبل میں ایک روایت میں حضرت علی کی وفات ۲۱ رمضان المبارک صفحہ نمبر ۲۵ مین ذکر کی ہے۔ لہٰذا یہ روایت جس میں حضرت علی کا یوم وفات ۲۷ رمضان درج کیا گیا ہے قابل اعتماد نہیں۔ واقع کے برخلاف چیزیں اس روایت مین پائی جاتی ہیں۔

امام مالک کی طرف ایک غلط انتساب

وفیہ ینزل حکماً ای حاکما بھذہ الشریعة لانبیا والاکثر ان عیسی علیہ السلام لم یمت وقال مالك مات و ھو ابن ثلاث و ثلاثین سنةً ولعلہ اراد رفعہ الی اسماء او حقیقتہ و یحییٰ آخر الزمان لتواتر خبر النزول الخ۔ (مجمع البحار ج ۱، ص ۲۸۶ طبع نول کشور لکھنو للشیخ محمد طاہر تحت حکم)

امام مالکؒ کے بہت سے متروکہ اقوال ہیں مثلاً۔

(۱) نکاح متعہ کا جواز (ہدایہ۔ بحث نکاح موقت)

(۲) ارسال الیدین (حواشی کنز الاقائق۔ عینی وغیرہ)

(۳) موت عیسیٰ علیہ السلام (مجمع البحار)

ہمارا مؤقف یہ ہے کہ اولاً تو حضرت امام مالک کی طرف موت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی نسبت غلط ہے اس لیے کہ۔

(۱) مؤطا امام مالک میں انہوں نے باب قائم کیا ہے صفة عیسی بن مریم والدجال اس میں دونوں کے حلیہ کی حدیث نقل کی ہے جس میں وہی حلیہ بیان کیا گیا ہے جو کہ حدیث کی دوسری کتب میں مذکور ہے۔

(۲) شرح مسلم للابی جلد اول ص ۲۶۵ پر امام مالکؒ کا یہ فرمان منقول ہے۔

کان ابو ہریرة رضی اللہ عنہ یلقی الفتی الشاب فیقول یا ابن اخی

انک عسیٰ ان تلقی عیسیٰ بن مریم فاقرأہ منی السلام۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ کسی نوجوان سے ملتے تو اس سے فرمایا کرتے تھے کہ بھتیجے! شاید تم عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے ملو، تو آپ کی خدمت میں میرا سلام کہہ دینا۔

اس سے اگلے صفحہ پر لکھا ہے۔

قال مالک بین الناس قیام یستمعون لاقامۃ الصلاۃ فتغشا ہم غمامۃ فاذا عیسیٰ قدنزل۔

(عتبیہ شرح مسلم ج ۱، ص ۲۶۶)

ترجمہ:۔ دریں اثناء کہ لوگ کھڑے نماز کی اقامت سن رہے ہوں گے اتنے میں ان کو ایک بدلی ڈھانک لے گی، کیا دیکھتے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو چکے ہیں۔

(بحوالہ تحفہ قادیانیت ج ۳، ص ۴۶)

(۳) یہ قول (قال مات و ہو ابن ۳۳ سنۃ) دیگر نصوص اور جمہور اہل السنۃ کے خلاف ہے اور خود امام مالک کا فرمان ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ:

"میں انسان ہوں درست بھی کہتا ہوں اور خطاء بھی کر سکتا ہوں میری رائے کو دیکھ لو اگر موافق کتا وسنت کے ہے تو قبول کرو اور جب کتاب وسنت کے موافق نہ ہو تو اس کو ترک کر دو۔ امام مالک کے اس فرمان کو ابی عبدالبر مالکی نے اپنی سند کہا تھا۔" جامع بیان العلم وفضیلۃ میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

☆ حدثنا ابو عبداللہ محمد بن احمد القاضی المالکی قال حدثنا موسیٰ ابن اسحاق قال حدثنا ابراہیم المنذر قال حدثنا معن بن عیسی قال سمعت مالک بن انس یقول انما انا بشر اخطی و اصیب فانظروا فی رائی فکلما وافق الکتاب والنسۃ فخذوا و کلما لم یوافق الکتاب والسنتہ فاتر کوہ۔"

(جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ج ۲، ص ۳۲ تحت القول بالرأی فی دین اللہ مجمع مصر۔ (المالکی)

لہٰذا اس فرمان کی روشنی میں مجمع البحار میں درج شدہ قول تروک قرار دیا جائے گا۔

ابن حزم کا تفرد

۴۱— مسئلہ و ان عیسیٰ علیہ السلام لم یقتل ولم یصلب و لکن توفاہ اللّٰہ عزوجل ثم رفعہ الیہ۔ الخ

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا گیا، سولی نہیں دی گئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دی پھر اپنی طرف اٹھا لیا۔

(المحلی لابن حزم (ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم)
(المتوفی ۴۵۶ھ جز اول، ص ۲۳)
(تحت مسائل التوحید طبع دار الفکر)

تنبیہ:

قارئین کو معلوم ہونا چاہیے کہ ابن حزم ظاہری کے بہت سے تفردات ہیں اور ان کا یہ قول بھی ان تفردات میں سے ایک ہے۔ علماء کے تفردات پر اعتماد نہیں کیا جاتا بلکہ وہ متروک ہوتے ہیں۔

علماء حدیث کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ:

الثقۃ اذا شذ لا یقبل ماشذ فیہ

یعنی اگر ثقہ آدمی بھی شاذ اور متفرد قول کرے تو وہ قبول نہیں کیا جاتا۔

(مرقات لملا علی القاری شرح مشکوٰۃ ص ۳۲۸ ج ۶ باب العدۃ تحت روایات فاطمہ بنت قیس مطبوعہ ملتان)

لہٰذا اس اصول کی روشنی میں ابن حزمؒ کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔

بعض مصری علماء کے مغالطات اور ان کا جواب

بعض مصری علماء نے البدایہ و النھایہ کا تکملہ لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے حافظ ابن کثیرؒ کی ایک عبارت کے تحت حاشیہ میں کئی شبہات ذکر کیے ہیں۔ ترتیب وار دونوں کو ذکر کر کے ان کا جواب لکھا جائے گا۔

حافظ ابن کثیر کی عبارت:

وقال ابو مالك: و ان "من اهل الكتاب الاليؤمنن به قبل موته" ذالك عند نزول عيسىٰ بن مريم وانه الان حي عنداللّٰهِ (٣) و لكن اذا نزل آمنوا به اجمعين......الخ

(نهاية البداية والنهاية لابن كثيرؒ ج١، ص١٢٦)
تحت ذكر نزول عيسٰى بن مريم رسول الله، الخ)

مصری علماء کے مغالطے:

(٣) امتداد حياة عيسىٰ عليه السلام حتى الآن ليس موضع اتفاق بين العلماء المسلمين، ولم يرد نص قاطع في هذا الامر، ولهذا فالقول بموت عيسىٰ او بحياته ليس داخلاً في نطاق مايكلف المسلم الايمان به۔ فللمسلم ان يختار ماتطمئن اليه نفسه، و ليس للمسلمين ان يجعلوا من موت عيسىٰ او حياته موضوع خلاف او موضع جدل، انما الذى يجب الايمان به بقطع و يقين انه عليه السلام لم يقتل ولم يصلب "وما قتلوه وما صلبوه و لكن شبه لهم و ان الذين اختلفوافيه لفى شك منه ما لهم به من علم الااتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفع الله اليه وكان الله عزيزاً حكيماً" سورة النساء آية ١٥٧ وما بعدها۔ و علينا ان نلاحظ حقيقة قرآنية و اضحة، وهى ان القرآن الكريم لم يستعمل مادة رفع فى غير الرفع المعنوى۔ رفع القدر والقيمة و المنزلة اللهم الافى موضع واحدٍ غيره و ذالك قوله تعالىٰ "واذيرفع ابراهيم القواعد من البيت واسماعيل" سورة البقرة آية ١٢٧ والقرآن الكريم خير مايفسربه لفظه و يفهم اسلوبه۔ ولهذا فنحن نوثر ان يكون عيسىٰ عليه السلام قدرفع مكانة لامكاناً۔ لما فى هذا الفهم من زيادة والتكريم التعظيم، لذالك النبى الكريم حتى لايكون هو وحده بدعاً بين انبياء الله و رسله، اذ

تحدث کتاب اللہ عن رفعھم معنویاً لاحسیاً، وشتان بین الرفعین......"

مذکورہ عبارت کا خلاصہ:

ذیل میں مذکورہ عبارت کا خلاصہ لکھا جاتا ہے پھر اس کا جواب لکھا جائے گا۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس قدر لمبی عمر پانا متفقہ بات نہیں۔

(۲) اس قدر لمبی عمر پانے پر کوئی نص قطعی وارد نہیں ہے۔

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت و حیات کا عقیدہ ایمان کا حصہ نہیں ہے۔ صرف آپ کے قتل اور مصلوب نہ ہونے کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔

(۴) قرآن مجید میں رفع کا اطلاق رفع معنوی یعنی اعزاز و اکرام پر کیا گیا ہے سوائے ایک جگہ کے اور وہ اس آیت میں واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل (البقرہ ۱۲۷) کہ اس آیت میں رفع جسمانی مراد ہے۔

(۵) کتاب اللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صرف معنوی رفع کا ذکر ہے۔ حسی یعنی جسمانی رفع کا ذکر نہیں ہے۔

پہلے نکتہ کا جواب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول پر اجماع امت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول پر علماء امت کے عدم اتفاق کا دعویٰ غلط ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے رفع ونزول پر تمام امت کا اجماع ہے۔ اجماع امت کے چند حوالے درج ذیل ہیں۔

(۱) والاجماع علیٰ انه حسی واتفق اصحاب الاخبار و التفسیر علیٰ انه رفع ببدنه حیاً۔

(تلخیص الحبیر جلد۲ ص۲۱۴)

ترجمہ:۔ تمام محدثین اور جملہ مفسرین کرام کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

(۲) حیاة المسیح بجسمه الی الیوم و نزوله من السماء بجسمه

العنصری مما اجمع علیه الامة و تواتر به الاحادیث۔
ترجمہ:۔ حضرت مسیح کا اپنے جسم سے آج تک زندہ چلا آنا اور آسمان سے اپنے اسی جسد عنصری سے اترنا وہ بات ہے جس پر پوری امت کا اجماع ہے اور اس پر احادیث تواتر سے وارد ہوئی ہیں۔

(۳) اجتمعت الامة علیٰ ان عیسیٰ علیه السلام حی فی السماء و سینزل الی الارض۔
(جامع لاحکام القرآن ج۶، ص۳۷۶، ۳۷۷)
ترجمہ:۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور کسی وقت زمین کی طرف نازل ہوں گے۔

(۴) وقد تواترت الاحادیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه اخبر بنزول عیسیٰ علیه السلام قبل یوم القیامة اماماً عادلاً و حکما مقسطا۔ (تفسیر ابن کثیر ج۴، ص۱۳۲، ۱۳۳)
ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ احادیث پہنچی ہیں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے پہلے نازل ہونے کی خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام عادل اور انصاف کے علم بردار کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔

(۵) اما الا جماع فقد اجتمعت الامة علیٰ نزول عیسیٰ بن مریم علیه السلام و لم یخالف فیه احد من اهل الشریعة و انما انکر ذلك الفلاسفة والملاحدة مما لا یعتد خلافه و قد انعقد اجماع الامة علیٰ انه ینزل و یحکم بهذه الشریعة المحمدیة ولیس ینزل بشریعة مستقلة عند نزوله من السماء وان کانت النبوة قائمة به وهو متصف بها۔
(شرح عقیدة السفارینی ج۲ص۹۰)
ترجمہ:۔ اور اجماع یہ ہے کہ پوری امت نزول عیسیٰ بن مریم پر جمع ہو چکی ہے اور علماء شریعت میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ فلاسفہ اور ملحدین جن کی مخالفت کسی شمار میں نہیں انہوں نے اس کا انکار کیا ہے اور امت کا اجماع ہو چکا ہے

کہ آپ نازل ہوں گے اور اس شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلے کریں گے اور آسمان سے نازل ہونے کے وقت ان کا اپنی شریعت پر عمل نہ ہوگا۔ اگرچہ نبوت آپ کے ساتھ قائم ہوگی اور آپ اس سے موصوف ہوں گے لیکن آپ اس کے مطابق حکم نہ فرمائیں گے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بعض علماء کا یہ دعویٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع و نزول امت محمدیہ کا متفقہ عقیدہ نہ ہونے کا دعویٰ غلط ہے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی مرحوم اور بعض دیگر علماء کرام نے چودہ سو سال کے معتمد علیہ مشاہیر مفسرین، مجددین و متکلمین کے ہر صدی کے اعتبار سے جدا جدا فرمودات بھی نقل کیے ہیں...... اجماع امت کی تصریح پر مشتمل بھی متعدد حوالہ جات ہیں جن میں سے بطور نمونہ پانچ حوالہ جات نقل کیے گئے ہیں ان حوالہ جات سے معترضین کا دعویٰ روز روشن کی طرح غلط ثابت ہوتا ہے۔

معترضین کے دوسرے اعتراض کا جواب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے اور اس قدر لمبی عمر پانے پر کئی نصوص وارد ہیں۔ نصوص وارد نہ ہونے کا دعویٰ غلط ہے۔ چند نصوص قرآنیہ درج ذیل ہیں۔

(۱) وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله...... وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه و كان الله عزيزاً حكيماً۔ (النساء ۱۵۷)

(۲) اذقال الله يعيسىٰ انى متوفيك و رافعك الى و مطهرك من الذين كفروا وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الىٰ يوم القيامة۔ (آل عمران ۵۵)

(۳) وانه لعلم للساعة (الزخرف ۶۱)

(۴) وجعلني مباركاً اينما كنت۔ (سورہ مریم ۳۱)

(۵) واذ كففت بني اسرائيل عنك (المائدہ ۱۱۰)

یہ آیت بطور نمونہ لکھی گئی ہیں...... تلاش کرنے پر اور بھی کئی آیات مل سکتی ہیں

ان تمام آیات کے تحت تمام معتمد علیہ مفسرین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کو ثابت کیا ہے...... کسی معتبر مفسر و متکلم سے رفع و نزول کی نفی ثابت نہیں ہے۔ اگر کسی میں ہمت ہے تو قرآن و حدیث سے لاینزل۔ مارفع وغیرہ الفاظ دکھا دے اور منہ مانگا انعام پائے۔ ھاتو ابرھانکم ان کنتم صادقین۔

تیسرے اعتراض کا جواب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کا عقیدہ۔

قرآن مجید، احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

اگر کسی عربی یا عجمی عالم کو یقین نہ آئے تو مصر کے ہی معروف محدث علامہ زاہد الکوثریؒ کی کتاب "النظرۃ العابرۃ فی نزول عیسیٰ علیہ السلام قبل الأخرۃ" ملاحظہ کرے ان شاء اللہ اس کی تسلی ہو جائے گی۔ مگر ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ہے۔

رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام کو ایمان کا حصہ نہ ماننا جہالت پر مبنی ہے۔ جس بات کا قرآن مجید کی دس آیات اور متواتر احادیث میں ذکر ہو۔ وہ ایمان کا حصہ نہیں؟ فیاللعجب۔

چوتھے اعتراض کا جواب:

یہ کہنا کہ قرآن مجید میں سوائے ایک آیت کے کسی جگہ رفع سے رفع جسمانی مراد نہیں ہے...... قرآن مجید سے بے خبری کی دلیل ہے۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر رفع بول کر رفع جسمانی مراد لیا گیا ہے چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) و رفع ابو یہ علی العرش و خروا لہ سجداً۔ (سورہ یوسف ۱۰۰)

(۲) واذ اخذنا میثاقکم و رفعنا فوقکم الطور۔

یہ آیت البقرہ ۶۳ اور ۹۳ میں مذکور ہے۔

(۳) ورفعنا فوقھم الطور بمیثاقھم۔ (النساء ۱۵۴)

(۴) اللّٰہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونھا۔ (الرعد۲)

(۵) أ انتم اشد خلقا ام السماء بناھا رفع سمکھا فسوا ھا۔ (النازعات ۲۸)

(۶) والسماء رفعھا و وضع المیزان۔ (الرحمٰن ۷)

(۷)واذ یرفع القواعد من البیت واسمٰعیل۔ (البقرہ ۱۲۳)

(۸) والی السماء کیف رفعت۔ (الغاشیہ ۱۸)

(۹) والسقف المرفوع۔ (الطّور ۵)

(۱۰) فیھا سرر مرفوعۃ واکواب مرضوعۃ۔ (الفاشیہ ۱۳)

ان دس آیات میں مختلف چیزوں کے رفع جسمانی کا ذکر ہے۔ کسی جگہ بھی رفع روحانی، رفع درجات یا قدر و منزلت مراد نہیں ہے۔

پانچویں اعتراض کا جواب:

پانچواں اعتراض یہ کیا گیا تھا کہ قرآن مجید میں صرف رفع روحانی کا ذکر ہے۔ رفع جسمانی کا ذکر نہیں ہے...... اس کا جواب یہ ہے کہ۔

☆ لغت کی معروف کتاب المصباح المنیر میں ایک ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔

فالرفع فی الاجسام حقیقۃ فی الحرکۃ والا نتقال و فی المعانی علیٰ مایقتضیہ المقام۔

ترجمہ:۔ لفظ رفع جسموں کے متعلق حقیقی معنے کی رو سے حرکت اور انتقال کے لیے ہوتا ہے اور معانی کے متعلق جیسا موقع و مقام ہو ویسی مراد ہوتی ہے۔

اس ضابطہ کے مطابق بل رفعہ اللّٰہ الیہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسد عنصری (جسم اور روح دونوں) کی طرف لوٹتی ہے اس لیے رفع کا مجازی معنی مراد لینا درست نہ ہوگا۔

☆ رفع کا صلہ الیٰ آئے تو اس سے مراد رفع کے مفعول کو مدخول الیٰ تک پہنچانا ہوتا ہے لغت اور احادیث مبارکہ سے اس کی متعدد مثالیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) رفعت الزرع الی البیدر۔ (المصباح المنیر)

برداشتم غلہ درودہ و بخرمن گاہ آوردم (صراح)

ترجمہ:۔ میں کھیت کو کاٹ کر اور غلہ اٹھا کر خرمن گاہ میں لے آیا۔

قاموس اور اساس البلاغۃ میں بھی اس طرح لکھا ہے۔

(۲) شیطان جب چور بن کر صدقات کا غلہ اٹھانے آیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے اسے پکڑ لیا اور کہا لار فعنك الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ (صحیح بخاری باب اذا وکل رجلاً فترک الوکیل شیئاً)

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس کے تحت لکھا ہے۔

• ای لا ذھبن بك اشکوك یقال رفعہ الی الحاکم اذا احضرہ لشکوی۔ (فتح الباری ۹/۴۳۱ باب الوکالۃ)

ترجمہ:۔ ابو ہریرہؓ نے شیطان لعین کو کہا کہ آج تو میں تجھے ضرور ضرور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی جناب میں تیری (بدعملی) کی شکایت کے لیے لے چلوں گا۔

(۳) یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل الھار۔ (صحیح مسلم)

اما نوویؒ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا۔

فان الملائکۃ الحفظۃ یصعدون باعمال اللیل بعد انقضائہ فی اول النھار و یصعدون باعمال النھار بعد انقضائہ فی اول اللیل (نووی شرح مسلم)

ترجمہ:۔ ملائکہ محافظین رات کے اعمال اس کے گزر جانے پر دن کے اول وقت میں سے چڑھتے ہیں اور (اس طرح) دن کے اعمال اس کے گزرنے پر رات کے شروع میں لے چڑھتے ہیں۔

ان سب مثالوں سے واضح ہوا کہ

بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کو (جو کہ رفع کا مفعول ہیں) آسمانوں تک (جو کہ الیٰ کا مدخول ہیں) جسم عنصری سمیت پہنچانے کا ذکر ہے..... جس طرح مذکورہ تین مثالوں میں رفع جسمانی مراد ہے۔ اعزاز و اکرام مراد لینا ممکن ہی نہیں ہے۔ اسی طرح بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں رفع جسمانی ہی مراد ہے..... رفع درجات

مراد نہیں ہے۔

تنبیہ:

چونکہ یہ بحث ایک مصری عالم کے مغالطوں کے جواب میں لکھی گئی ہے جو کہ مسلمان ہے۔ قادیانی نہیں ہے۔ اس لیے قادیانی کتب کے حوالہ جات جواب میں ذکر نہیں کیے گئے۔ امید واثق ہے کہ یہ مختصر بحث انصاف پسند طبائع کے لیے کافی ثابت ہوگی واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

ضمیمہ (۲)

مسئلہ نسخ

اور

امت مرزائیہ

مسئلہ نسخ اور امت مرزائیہ

الحمد لِللّٰہ وَحدہ والصلوۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

مرزائیوں کی طرف سے ان کے ماہوار رسالہ ''الفرقان'' (احمد نگر۔ ربوہ) میں قرآن مجید میں نسخ کی نفی کے متعلق ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے کہ ''قرآن مجید میں کوئی آیت منسوخ نہیں۔''

اس عنوان کے ماتحت نسخ کی نفی ثابت کرنے میں تمام تر سعی کی گئی ہے۔ نیز مرزائیوں کا دعویٰ ہے۔ کہ عدم جواز نسخ کا مسئلہ ان لوگوں پر ہی منکشف ہوا ہے۔ یہ ان کے ''مختصہ کمالات'' میں سے ہے۔ چنانچہ ملک عبدالرحمان صاحب مرزائی نے اپنے سالانہ سالانہ اجلاس ''ربوہ'' میں تقریر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے مزعومہ اعلان کو دہرایا۔ ''تیرہ سو سال کے تیرہ مجددین اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن کریم کی آیات منسوخ ہوسکتی ہیں اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپ نے دنیا کو آ کر بتایا کہ قرآن کریم کا کوئی حرف اور کوئی لفظ بھی منسوخ نہیں ہے۔'' (الفضل اخبار ص۴، ۶ جنوری ۱۹۵۲ء)

آئندہ سطور میں مذکورہ مسئلہ نسخ کے متعلق چند پہلوؤں پر روشنی ڈالنی ضروری سمجھی گئی ہے۔

اول قرآن مجید میں نسخ کی نفی کا دعویٰ کہاں تک صحیح ہے؟ اور اس کا پس منظر کیا ہے؟ دوم ''امت مرزائیہ'' ہی نے سب سے پہلے یہ تحقیق پیش کی ہے یا اسلام میں پہلے بھی عدم نسخ کا قول پایا گیا ہے؟ سوم صحابہ کرامؓ، تابعین اور جمہور مفسرین کا مسئلہ نسخ کے متعلق کیا نظریہ ہے؟ چہارم جن آیات قرآنیہ سے نسخ کی نفی مراد لی جا رہی ہے۔ وہ کہاں تک درست ہے؟ پنجم محض قیاس اور فہم و تدبر کی کمی بیشی کی وجہ سے مفسرین نے قرآن مجید میں تسلیم کیا ہے۔ یا کوئی دوسری وجہ ہے؟

سب سے اول مسئلہ نسخ کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب صادق کو دیکھنا ہے۔ کہ کیا ارشاد صادر کرتی ہے۔ جس میں توجیہات کا خلط نہ پایا گیا ہو۔ اور اس میں ہماری تاویلات دخیل نہ ہوں۔

اثبات نسخ میں:

پہلی آیت اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

مَـانَـنَسَخْ من آیۃ اوننسھا نات بخیر منھا اومثلھا الم تعلم ان اللّٰہ علے کل شئ قدیر۔ (پارہ اول پاؤ سوم)

''یعنی جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کی مانند لاتے ہیں کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ضرور قادر ہیں۔''

بغیر کسی توجیہ اور تاویل کے اس مقام میں صاف فرما دیا ہے کہ کسی آیت کو منسوخ کر کے یا فراموش فرما کر اس جیسی یا اس سے بہتر آیت لانے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ یہ بات ان کی قدرت کاملہ کے تحت ہے۔ کہ آیت کو بدل کر دوسری آیت بھیج دیں تو ان کو روکنے والا اور مجبور کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ تمام آسمان اور زمین کا راج ان ہی کا ہے۔

(۲) دوسری آیت:

فرمان خداوندی اس طرح ہے۔ **وَ اذابدلنا آیۃ مکان آیۃ واللّٰہ اعلم بماینزل قالوا انما انت مفتربل اکثرہم لایعلمون قل نزلہٗ روح القدس من ربك بالحق لیثبت الذین اٰمنوا وھدی وبشریٰ للمسلمین۔** (پارہ ۱۴ سورہ نحل)

ترجمہ:۔ جب بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے تو لوگ کہنے لگتے ہیں تو بنا لاتا ہے۔ بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے تو کہہ دے (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو پاک فرشتہ نے اتارا ہے تیرے رب کی طرف سے بلاشبہ تا کہ ثابت رکھے ایمان والوں کو اور ہدایت و خوشخبری ہے مسلمانوں

کے واسطے۔"

تیسری آیت:

يمحوالله مايشاء ويثبت وعنده ام الكتاب

یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہیں مٹاتے ہیں اور جو چاہیں ثابت رکھتے ہیں۔ انہیں کے پاس اصل کتاب ہے۔

ان آیات میں مسئلہ نسخ اتنا واضح کر دیا گیا ہے کہ کچھ انصاف و اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے تو بات بالکل صاف ہے کہ ایک آیت کے حکم کو بدل کر اللہ تعالیٰ دوسری آیت میں دوسرا حکم ارشاد فرماتے ہیں لوگ کہنے لگ جاتے ہیں کہ یہ پیغمبر (معاذ اللہ) من گھڑت و اختراعی باتیں خدا کی طرف نسبت کرتا ہے۔ اس کا جواب فرمایا گیا ہے۔ کہ لوگ اس معاملہ کو غلط سمجھ بیٹھے ہیں روح القدس (جبرائیل) نے میرے حکم سے اور میرے اذن سے مومنوں میں ثبات اور تثبیت پیدا کرنے کے لیے اس کلام کو اتارا ہے۔ لہٰذا جو صحیح العقیدہ مومن کامل ہیں وہ اس تبدیلی حکم کو بلا چون و چرا من جانب اللہ تسلیم کر لیتے ہیں اور جن کے دلوں میں نفاق و شک کا روگ ہوتا ہے وہ اس موقعہ پر کئی قسم کے اعتراض تجویز کرتے ہیں اور نبی پر بہتان تراشی کرتے ہیں کہ کبھی کچھ حکم صادر کر دیتا ہے اور کبھی کچھ۔

مسئلہ نسخ پر قرآن مجید کی اس صراحت و وضاحت کے بعد اس مقام پر ہمارے مفسرین نے جو تحریر فرمایا ہے۔ وہ اصل مقصد کے سمجھنے میں معین اور مفید ہے۔ لہٰذا اس کو پیش کیا جاتا ہے۔

آیات منسوخہ کا شان نزول:۔ مذکورہ آیات کے تحت بحث نسخ کا پیش منظر اور ان کا شان نزول بیان کرتے ہوئے مفسرین لکھتے ہیں۔

كانوا يقولون محمداً يسخرا صحابهٗ يا مرهم اليوم وينهىٰ هم عنه غداًفيا تيهم بما هو اهون (مدارك ص ۲۳۱) اعلم ان النوع الثانى من طعن اليهود فى الاسلام قالوا الا ترون الى محمد يامراصحابهٗ بامرٍ ثم ينها هم عنه و يا مرهم بخلافهٖ و يقول اليوم قولاً وغداً يرجع عنه فنزلت

ھذہ الآیۃ۔ (تفسیر کبیر۔ ج۱،ص ۶۵۷)

یعنی دشمنان اسلام (یہود وغیرہ) پیغمبر علیہ السلام پر اعتراض کرنے لگے کہ ان کو دیکھو ایک بات کا حکم اپنے ساتھیوں (صحابہؓ) کو آج دیتے ہیں پھر اس کا خلاف کرتے ہوئے اس سے منع کر دیتے ہیں۔ آج ایک قول کرتے ہیں کل اسی سے رجوع کر لیتے ہیں۔ اس قسم کے مطابق کا رد اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں ارشاد فرمایا۔ اور بتقاضائے حکمت اگر ہم ایک آیت کا حکم منسوخ قرار دیں یا سرے سے قلوب سے بھلا دیں تو دوسرا حکم نفع اور ثواب کے اعتبار سے اس سے بہتر یا اس کے برابر ہم لایا کرتے ہیں۔

الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیرٌ فرما کر اس شبہ کو دور کر دیا کہ ہماری قدرت و دسترس سے اس معاملہ کو بعید نہ جانا جائے۔ احکام کو حسب اقتضائے مصالح بدل دینا ہماری قدرت کاملہ کے تحت ہے اور اس کے عین موافق ہے۔

نسخ کے لغوی و اصلاحی معنیٰ کا فرق:

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ معنی نسخ کا لغوی اور اصطلاحی فرق اور امتیاز ذکر کرتے ہوئے مفسرین نے تصریح کی ہے کہ **النسخ لغۃً الابدال والتبدیل او الازالۃ قیل ھو النقل** (مدارک واحکام القرآن جصاص حنفیؒ)

و فی اصطلاح الشرع ھو بیان انتہاء الحکم الشرعی المطلق الذی تقرر فی اوھامنا استمرارہ بطریق التراخی فکان تبدیلاً فی حقنا و بیاناً محضاً فی حق صاحب الشرع۔ (مدارک واکلیل وغیرہ)

یعنی شریعت میں ایک حکم شرعی مطلق کی انتہائے مدت کو بیان کر دینا یہ اصطلاحی نسخ ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا حل یوں سمجھئے کہ ایک میعادی حکم کی میعاد پوری ہونے پر دوسرا حکم بھیج دیا جائے جیسے کوئی طبیب منضج کا نسخہ دس روز پلا کر تجویز کرے تو اسے طبیب کی کم علمی یا بے خبری پر ہرگز محمول نہیں کیا جا سکتا۔

بلکہ طبی اصول کے مطابق صحیح تصور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی حاکم وقت اپنی ماتحت سلطنت میں وقتی ضرورت کے لیے اگر ایک قانون جاری کرنے کا حکم دے اور

پھر کچھ مدت کے بعد اس عارضی ضرورت ختم ہونے پر بتقاضائے ماحول ایک دوسرا حکم سابقہ فرمان کے خلاف جاری کر دیتا ہے۔ تو اس کو عین دانشمندی اور مصلحت اندیشی کہا جائے گا۔ کوئی صاحب عقل اس حکم کی تبدیلی کو کم فہمی اور کوتہ اندیشی سے تعبیر نہیں کر سکے گا۔ بالکل ایسے ہی نسخ احکام کا معاملہ ہے۔ چونکہ حکم بھیجنے والے اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ جس وقت جو حکم اتارا گیا یعنی جو روحانی غذا یا دوا تجویز کی گئی ہے۔ وہ کہاں تک مریضوں کے مزاج کے مناسب ہے۔ لہٰذا حسب مصالح دینی و دنیوی اس کو وہ خود تبدیل فرماتے رہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات کے دیگر بعض آیات سے منسوخ ہونے کی صورت میں قرآن مجید کی سالمیت اور تمامیت میں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ ہی اس نسخ کی وجہ سے کلام اللہ میں کچھ تغیرہ و (تبدل) مخلوق کی طرف سے تسلیم کیا جا رہا ہے۔ کہ جس کی بنا پر حفاظت معہودہ پر حرف آئے۔ لہٰذا قرآن کریم میں نسخ تسلیم کرنے کی صورت میں جو اعتراضات پیدا کیے جاتے ہیں کہ:

(۱) نسخ کی وجہ سے آیات اللہ میں اختلاف و تعارض پیدا ہوتا ہے اور اختلاف موجود ہونے سے قرآن کے من جانب اللہ ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

(۲) بصورت نسخ اللہ تعالیٰ کی اتمام نعمت و اکمال میں نقص واقع ہوتا ہے۔

(۳) قرآن مجید کا ہر قسم کے تغیر و تبدل سے تا قیامت محفوظ ہونا صحیح نہیں ہو سکتا وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب غلط ہیں اور بالکل بے بنیاد ہیں جن کا کوئی وزن نہیں۔ اس لیے کہ یہ تمام شبہات اس صورت میں پیدا کیے جا سکتے ہیں جبکہ کلام الٰہی میں کسی مخلوق کی طرف سے اس قسم کے تصرف و تغیر و تقدم و تاخیر کا امکان تسلیم کیا جائے۔ مگر یہ مسلم الطرفین امر ہے۔ کہ کلام اللہ میں مخلوق کی طرف سے تغیر و تبدل کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ جو کچھ اور جتنا کچھ بظاہر تصرف تسلیم کیا جا رہا ہے یہ صرف اسی مالک کریم کے شایان شان ہے اور اسی کے حکم سے ہے۔

جمہور مفسرین کا اظہار خیال:

(۳) اس کے بعد مسئلہ نسخ کے متعلق جمہور علماء اسلام اور تمام مفسرین نے جو

اظہار خیال فرمایا ہے۔ اس کو ملاحظہ کر کے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ امت مسلمہ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے۔ اگر نسخ میں سلف میں سے کسی نے اختلاف کیا بھی ہے تو اس کو کس طرح دیکھا گیا ہے۔ آیا ایسے قول کو تسلیم کر لیا گیا؟ یا کسی ایک نے بھی اس کے ساتھ اتفاق نہیں کیا۔ اکابر مفسرین کی آراء کو بلحاظ زمانہ درج کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر زمانہ کے مفسرین کا اپنا اپنا نظریہ مسئلہ نسخ پر معلوم ہو سکے گا۔

(۱) اول......

سب سے پہلے امام اجل شیخ ابوجعفر نحاس المتوفی ۳۳۴ھ کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

فمن المتاخرین من قال لیس فی کتاب اللّٰہ عزوجل ناسخ ولا منسوخ وکابر الاعیان واتبع غیر المومنین۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ لابی جعفر النحاس ص ۳ مصری)

یعنی متاخرین میں سے ایسا شخص بھی ہے جس نے کتاب اللہ میں ناسخ اور منسوخ کا انکار کر دیا ہے اس شخص نے اکابر امت کی مخالفت کی ہے اور تمام مومنوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا ہے۔

(۲) دوم......

امام ابوبکر رازی جصاص حنفیؒ المتوفی ۳۷۰ھ نے مسئلہ نسخ پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ اپنے احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ زعم بعض المتاخرین من غیر اہل الفقہ ان لا نسخ فی شریعة نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم متاخرین میں سے بعض دین سے ناواقف لوگوں نے گمان کر رکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شریعت میں نسخ بالکل نہیں ہے۔

پھر اس شخص کے نظریہ پر تبصرہ کرتے ہوئے امام مذکور لکھتے ہیں کہ:

لکنه بعد من التوفیق باظهار هذه المقالة اذلم یسبق الیه احدٌ بل قد عقلت الامة سلفها و خلفها من دین اللّٰہ و شریعته نسخ کثیر من شرائعه و نقل ذالك الینا نقلا لا یرتابون به۔

(احکام القرآن ج۱،ص۶۷ للجصاص)

(۳) سوم......

شیخ ابن خزیمہ فارسی اپنی تصنیف "الموجز فی الناسخ و المنسوخ" میں منکرین نسخ پر تشدید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں قالت الملاحدۃ لیس فی القرآن ناسخ ولا منسوخ ھؤلاء قوم و افقوا الیھود و جمیعاً عن الحق صد وا بافکھم علے اللّٰہ ردوا والکتاب ناطق باثبات ماجحدوا۔ (مصری ص۲۶۳)

ترجمہ:۔ منکرین دین نے قرآن میں ناسخ منسوخ کا انکار کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے اس بات میں یہود کی موافقت کی ہے۔ ان سب نے حق بات سے اعراض کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی وجہ سے قابل رد ہیں جس بات سے یہ انکار کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا قرآن اس کے اثبات میں ناطق و شاہد ہے۔

(الموجز فی الناسخ والمنسوخ مصری ص۲۶۳)

(۴) چہارم......

انام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ نے اپنی تفسیر کبیر میں ان لفظوں سے تحقیق ذکر کی ہے۔ کہ اتفقوا علے وقوع النسخ فی القرآن و قال ابو مسلم بن بحرانہ لم یقع۔ (کبیر ج۱،ص۶۶۰) یعنی تمام اہل اسلام قرآن مجید میں نسخ کے جواز پر متفق ہیں ایک ابو مسلم کہتا ہے کہ قرآن مجید نسخ نہیں ہے۔

ناظرین کرام اس مقام پر یاد رکھیں کہ ابو مسلم محمد بن بحر معتزلہ ہے الحافظ والمفسر الاصبھانی کے نام سے معروف ہے۔ جصاص حنفیؒ ابو جعفر نحاس اور ابن خزیمۃ نے اپنی عبارت میں اس شخص اور اس کے پیروؤں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ان کی صراحت بعد میں فخر رازی اور دوسرے مفسرین نے کر دی ہے جس نے نسخ فی القرآن کا انکار کیا ہے۔ اس کے قول کی تردید مفسرین نے جگہ جگہ کر دی ہے۔ تا کہ کوئی مسلمان اس کے قول مردود کی طرف توجہ نہ کرے۔

(۵) پنجم......

حافظ ابن کثیر عماد الدین المتوفی ۷۷۱ھ نے اپنی تفسیر میں بڑی صفائی کے ساتھ اس بحث کی وضاحت فرمائی ہے۔ کہ **والمسلمون کلهم متفقون علے جواز النسخ فی احکام اللّٰہ تعالیٰ لمالهٗ فی ذلك من الحکمة البالغة و کلهم قال بوقوعه قال ابو مسلم الاصفهانی المفسرلم یقع شئ من ذلك فی القرآن وقولهٗ ضعیف مردود مزدول** (تفسیر ابن کثیر ج۱، ص۱۵۱) یعنی سب کے سب مسلمان اللہ کے احکام میں جواز نسخ پر اتفاق رکھتے ہیں اور اس کے وقوع کے قائل ہیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ پائی جاتی ہے۔ ابو مسلم اصفہانی کہتا ہے کہ قرآن میں بالکل نسخ نہیں ہے۔ اس کا قول ضعیف وردی اور مردود ہے۔

(٦) ششم......

علامہ جلال الدین السیوطی مشہور فاضل المتوفی ۹۱۱ھ اپنی تفسیر اتقاق میں لکھتے ہیں کہ **قد اجمع المسلمون علے جوازه وانکره الیهود ظنا منهم انه بداً کالذی یری الرائی ثم یبدولهٗ وهو باطل لانه هوبیان مدة الحکم کالمرض بعدالصحة وعکسه و الفقر بعد الغنی و عکسه وذلك لایکون بداً** (اتقان ج۲، ص۲۱) یعنی تمام علماء اسلام کا جواز نسخ پر اجماع ہے۔ اور یہود وغیرہ نے اس کو بداً خیال کرتے ہوئے اس کا انکار کر دیا ہے۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ یہ قول بالکل باطل ہے۔ کیونکہ نسخ تو سابقہ عارضی حکم کی میعاد کے اختتام کو بیان کر دینا ہے۔ یہ کیسے بداً ہوسکتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسے دوسرے عوارض بدلتے رہتے ہیں۔ صحت کے بعد مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ یا اس کے برعکس معاملہ ہو جاتا ہے۔ فقر غنا کے بعد عارض ہو جاتا ہے۔ یا غنا فقر کے بعد آ جاتا ہے۔ لہٰذا یہ بداً نہیں ہے۔

(۷) ہفتم......

علامہ محمود الوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ تفسیر روح المعانی میں تحریر کرتے ہیں کہ انفقت

اھل الشرائع علی جواز النسخ دوقوعہ وخالفت الیھود غیر العیسویۃ فی جوازہ وقالوا یمتنع عقلا و ابو مسلم الاصفھانی فی وقوعہ فقال انہ وان جاز عقلا لکنہ لم یقع (ج۱،ص۳۵۲)

ترجمہ:۔ تمام اہل شرائع جواز نسخ اور وقوع نسخ پر اتفاق رکھتے ہیں۔ اور بعض یہود نے عقلاً اس کو ممتنع تصور کرتے ہوئے جواز کا انکار کر دیا ہے۔ اور ابو مسلم اصفہانی معتزلی گو عقلاً اس نسخ کو جائز تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس کے وقوع کا قائل نہیں ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات کے پیش نظر یہ امر بالکل واضح ہے۔ کہ تمام امت مسلمہ نسخ کے جواز کی قائل ہے۔ اول یہودؔ طعن فی الدین کے طور پر اس کے منکر ہوئے ہیں۔ پھر بعد میں چند معتزلی خیال لوگوں نے اس کج بحثی کو جمہور امت کا خلاف کر کے اپنایا۔ اب یہ مرزائی امت انہیں خوردہ و فرسودہ اقوال کو اور مردودہ و مطرودہ دلائل کو پھوک پھانک کر اپنے دامن تقدمیں میں جمع کر کے عامۃ المسلمین کو دھوکہ میں ڈال رہی ہے۔ مرزائیوں نے دوسرے اباطیل دعاوی کی طرح ''مسئلہ نسخ'' میں بھی دجل و فریب سے کام لیا ہے۔ ماننسخ من آیۃ سے اثبات نسخ کے جوابات انہوں نے ابو مسلم معتزلی کے ہی دلائل سرقہ کر کے نئے طریقہ سے پیش کیے ہیں۔ جس میں اپنا علمی کمال ظاہر کر رہے ہیں اور اپنی جدت تحقیق کا پرچار کر رہے ہیں۔ یہ ان کی اپنی تحقیقات نہیں بلکہ ان کے پیشتر و چند معتزلی لوگوں کے اقوال زائغہ ہیں۔ یہ بے چارے ان کے خوشہ چین ہیں۔

ضمیمہ (۳)

مدعیان نبوت

- مسیلمہ کذاب
- سجاح بنت حارث
- اسود عنسی
- طلیحہ اسدی

پس منظر

جناب نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد عرب کے متعدد قبائل نے اسلام سے بغاوت اختیار کر لی اور باغی ہو گئے۔
اور کئی لوگ نبوت کا دعویٰ کر کے مدعی نبوت ہوئے۔ ایسے نازک حالات میں مخالفین اسلام کے ساتھ جنگ کی پیش قدمی کرنے کو حضرت عمرؓ اور بعض دیگر صحابہ کرامؓ نے خلاف مصلحت سمجھا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ سے عرض کیا یا خلیفۃ رسول اللہ یہ سختی کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اس وقت مصلحت کے پیش نظر جنگ کی طرف اقدام کرنے سے اعراض کیا جائے۔ اور دین سے انحراف کرنے والوں کے ساتھ قتال کے معاملہ کو ملتوی رکھا جائے۔
حضرت صدیق اکبرؓ اس مصلحت بینی کے مشورہ پر ناراض ہو گئے اور جوش ایمانی سے طیش میں آکر ارشاد فرمایا۔

أجبار في الجاهلية و خوارفي الاسلام۔
یعنی کیا تم لوگ جاہلیت کے دور میں زور آور اور قوت والے تھے اور اب اسلام میں بزدل بن گئے ہو۔
(تاریخ الخلفاء السیوطی ص ۵۴ فصل فی ماوقع فی خلافتہ)

اور فرمایا کہ...... تم الدین وانقطع الوحی أینقص و اناحیٌ۔
یعنی تم سن لو کہ دین مکمل ہو گیا اور وحی منقطع ہو گئی اور میری زندگی میں دین ناقص ہو جائے؟ (یہ ہرگز نہیں ہو سکتا)
ان مشکل ترین مراحل میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی استقامت اور ثابت قدمی دیکھ کر صحابہ کرامؓ فرمایا کرتے تھے۔

قام فی الردۃ مقام الانبیاء
یعنی حضرت صدیق اکبرؓ نے ایام ارتداد میں انبیاء کا عمل اختیار کیا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

کرھناہ فی الابتداء و حمدناہ فی الانتہاء

یعنی حضرت صدیق اکبرؓ کے اس معاملہ کو ابتدا میں ہم نے ناپسند کیا لیکن آخر میں ہم نے اس پر ان کی تعریف کی اور ان کے اس اقدام کو سراہا۔

اس صورتحال کے پیش نظر:

یہاں مدعیان نبوت کے احوال ذکر کرنے سے قبل دور نبوی ﷺ میں مسیلمہ کذاب کا مدینہ طیبہ میں اپنے حواریوں کے ساتھ آنا اور جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر اپنے مزعومات ذکر کرنا بالاختصار درج کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد متعلقہ دیگر خیالات تحریر کیے جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسیلمہ کی مدینہ طیبہ میں آمد:

عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد اقدس میں مسیلمہ کذاب مدینہ منورہ میں آیا اور اس کے ساتھ بنی خلیفہ کی قوم کے بہت سے آدمی تھے۔ اور مدینہ میں حارث بن کریز کے ہاں اس نے قیام کیا۔

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے گفتگو کی۔ اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ "آپ اپنے بعد مجھے خلافت سپرد کر دیں۔"

اس وقت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ثابت بن قیس شماس (خطیب النبی ﷺ) موجود تھے اور آنجناب ﷺ کے ہاتھ مبارک میں کھجور کی ایک چھڑی تھی آنجناب ﷺ نے ناراض ہو کر ارشاد فرمایا۔

لوسألتنی ہذہ القطعة ما اعطیتکہا ولن تعدو امر اللہ فیک ولئن ادبرت لیعقرنک اللہ۔

یعنی اگر یہ قطعہ (کھجور) بھی تو مجھ سے طلب کرے تو میں یہ بھی تجھے نہیں دوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا امر جو تیرے حق میں ہو چکا ہے اس سے تو ہرگز نہیں بڑھ سکے گا۔ اور اگر تو پیٹھ پھیرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور تمہیں زخمی کر دیں گے پھر آنجناب ﷺ

نے فرمایا۔

ہذا ثابتٌ یجیبك عنی ثم انصرف عنه۔

یعنی یہ ثابت (ابن قیس) موجود ہیں جو میری طرف تجھے جواب دیں گے۔

اس کے بعد آنجناب ﷺ نے اس سے روگردانی فرمائی اور تشریف لے گئے۔

آنجناب ﷺ کا فرمان...... لن تعد و امر اللّٰہ فیك...... الخ مجمل تھا۔

اس کی وضاحت ابن عباسؓ نے جناب ابی ہریرہؓ سے دریافت کیا۔

تو ابو ہریرہؓ نے ذکر کیا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنا خواب بیان فرماتے ہوئے ذکر کیا کہ۔

بینما انا نائم رایت فی یدی سوارین من ذهب فا همنی شانهما فاوحی الی فی المنام ان انفخهما فنفختهما فطارا فاولتهما کذابین یخرجان بعدی احدهما عنسی والآخر مسیلمة۔

(بخاری شریف ص ۶۲۸ ج ۲۔ طبع نور محمدی دہلی)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ آنجناب ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک بار خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھوں میں دو طلائی کنگن ہیں ان کی یہ صورت مجھے اہم معلوم ہوئی پھر خواب میں ہی میری طرف وحی کی گئی کہ میں ان دونوں کو پھونک دوں۔ تو میں نے دونوں کو پھونک دیا اور وہ اڑ گئے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر کی کہ دو عدد کذاب میرے بعد ظاہر ہوں گے ان میں سے ایک عیسٰی اور دوسرا مسیلمہ ہے۔

ثابت ابن قیس کی چند خصوصی کیفیات

جناب ثابت بن قیس بن شماس (خطیب النبی ﷺ) یوم یمامہ میں شہید ہوئے تھے ان کی شہادت ذکر کرنے سے قبل ان کی دختر نے ان کے حق میں چند واقعات ذکر کیے ہیں جن کا پہلے بیان کرنا مفید ہے۔

پہلا واقعہ:

جس وقت قرآن کی آیت ذیل نازل ہوئی۔

(۱) واللّٰہ لایحب کل مختال فخور۔
یعنی اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

اشتدت علی ثابت واغلق علیه بابه و طفق یبکی و اخبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فسأله فاخبره بما کبر علیه منها و قال انا رجلٌ یحب الجمال و انا اسود قومی فقال انك لست منهم بل تعیش بخیر و تموت بخیر یدخلك اللّٰہ الجنة۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ آیت مذکورہ بالا کا ثابت (بن قیس) پر سخت گراں معلوم ہوئی اس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اور رونے لگ گیا۔ اس بات کی اطلاع جناب نبی کریم ﷺ کو دی گئی کہ اس آیت کا اس پر بڑا اثر ہوا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں ایک شخص ہوں جو جمال اور زینت کو پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کا سردار ہوں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے کہلا بھیجا کہ تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے بلکہ تو خیر کے ساتھ زندہ رہے گا اور خیر پر تیری موت آئے گی۔ اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(۲) اسی طرح ثابتؓ کے حق میں ایک دوسرا واقعہ منقول ہے کہ جب آیت قرآنی نازل ہوئی۔

یا یها الذین آمنو لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم بعض ان تحبط اعمالکم و انتم لاتشعرون۔

یعنی اے ایمان والو اپنے نبی ﷺ کی آواز سے اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو جیسے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ بلند آواز میں کلام کرتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال گر جائیں اور تمہیں شعور ہی نہ ہو۔

تو ثابت بن قیس گھر بیٹھ گئے اور رونے لگے جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ (مذکورہ بالا آیت سن کر) قیس کہتا ہے کہ وہ جہیر الصوت ہے اور خوف کھاتا ہے کہ کہیں اس کے اعمال بھی حبط نہ ہو جائیں۔

تو آنجناب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

انك لست منهم بل تعیش حمیداً و تقتل شهیداً وید خلك اللّٰہ الجنة۔

یعنی تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے بلکہ تو عمدہ زندگی گزارے گا تو اللہ کی راہ

میں شہید ہو گا اور اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(ا۔ تفسیر قرطبی ص ۳۰۵۔۳۰۶ ج ۱۶۔ تحت الآیۃ

۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۳۵، ج ۶۔ طبع اول مصر)

مدینہ طیبہ میں مسیلمہ کی یہ ملاقات جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوئی۔

اس کے بعد مسیلمہ اپنے ساتھیوں اور حامیوں کے ساتھ واپس یمن چلا گیا اور اپنے مذعومات کو اپنی قوم میں نشر کرتا رہا اور اپنے نبی ہونے کے ادعاء پر قائم رہا۔

اس دوران آنجناب ﷺ نے اپنے ایک صحابی حبیب بن زید بن عاصمؓ کو مسیلمہ کی طرف ارسال فرمایا۔

جیب بن زید یمن کے علاقہ میں پہنچے تو ان کے ساتھ جو معاملہ مسیلمہ کذاب نے کیا اس کو علماء رجال نے بعبارت ذیل ذکر کیا ہے۔

جیب بن زید بن عاصمؓ کی شہادت

قدبعثه رسول الله صلى الله عليه وسلم الى مسيلة الكذاب باليمامة اذا قال لهٗ اتشهد ان محمداً رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نعم! واذا قال أتشهداني رسول الله؟ قال انا اصم ولااسمع۔ فعل ذالك مراراً فقطعه مسيلمه عضواً عضواًومات شهيدا۔

(ا۔ الاستعاب معہ الاصابہ ص ۳۲۷ ج ۱، تحت حبیب بن زید۔

۲۔ اسد الغابہ ص ۳۷۰ ج ۱، تحت حبیب بن زید)

یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حبیب بن زید کو یمامہ میں مسیلمہ کی طرف روانہ فرمایا۔ (جب یہ مسیلمہ کے ہاں پہنچے) تو اس نے حبیب سے دریافت کیا کہ تو اس کی شہادت دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ تو جیب نے جواب دیا ہاں پھر مسیلہ نے کہا کہ تو اس کی گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو جیب نے کہا کہ میں بہرہ ہوں نہیں سنتا۔

مسیلمہ نے اس بات کا بار بار تکرار کیا۔ پھر مسیلمہ نے جناب حبیب کے ایک ایک بازو کو کاٹ ڈالا اور وہ اس حالت میں شہید ہو گئے۔ (اور مسئلہ ختم نبوت پر اپنی

جان قربان کر دی) پھر جناب نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد قتال یمامہ پیش آیا چنانچہ اس کا مختصر سا بیان آئندہ سطور میں ذکر کیا جاتا ہے۔

قتال یمامہ ۱۱ھ

جنگ یمامہ خلیفہ اول جناب ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں ۱۱ھ میں پیش آئی۔

مورخین نے اس جنگ کے حالات بڑی تفصیلات کے ساتھ تحریر کیے ہیں۔

ذیل میں صرف چند ایک صحابہ کرامؓ کے کارنامے ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان سے معلوم ہو گا کہ مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے صحابہ کرامؓ نے کتنی مشقتیں اٹھائیں اور کس قدر جانی و مالی قربانیاں پیش کیں۔ اور صحابہ کرامؓ نے اپنے اس کردار سے امت پر واضح کر دیا کہ نبوت کا سلسلہ جناب نبی کریم ﷺ کے ''خاتم النبیین'' ہونے پر ختم ہو چکا ہے اور آنجناب ﷺ کے بعد اگر کوئی شخصیت دعویٰ نبوت کرے تو اسے ختم کر دیا جائے تا کہ آئندہ کوئی فرد نبوت کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

چنانچہ جناب کریم ﷺ کے وصال کے بعد مسیلمہ کذاب کے ساتھ قتال کرنے کے لیے ۱۱ھ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے صحابہ کرامؓ کا ایک لشکر عکرمہ بن ابی جہل اور شرجیل بن حسنہؓ کی سرکردگی میں یمامہ کی طرف روانہ فرمایا۔

ان دونوں حضرات نے مسیلمہ کذاب کے قبیلہ بنو حنیفہ پر حملہ نہیں کیا تھا اس بنا پر کہ معلوم ہوا کہ ان کی تعداد قریباً چالیس ہزار ہے اور صحابہ کرامؓ کا لشکر کم تعداد میں تھا۔

اس صورتحال کے پیش نظر حضرت صدیق اکبرؓ نے خالد بن ولیدؓ کی سربراہی میں مزید فوج بطور کمک روانہ فرمائی۔

جب مسیلمہ کو اسلامی لشکر کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے قبائل میں بڑی زوردار تقریریں کیں اور انہیں قتال پر خوب آمادہ کیا۔

قال مسیلمه لقومه الیوم الغیرة الیوم ان هزمتم تستنکم النساء سبیات فقاتلوا عن احسابکم وامنعوا نساء کم۔

(البدایہ ص ۳۲۴ ج ۶ طبع اول مصر تحت مقتل مسیلمہ کذاب)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسیلمہ اپنی قوم کو جوش دلاتے ہوئے کہنے لگا کہ آج غیرت کا دن ہے آج کے دن اگر تم شکست کھا گئے تو تمہاری عورتوں کو لونڈیاں بنا لیا جائے گا۔ تم اپنے حسب ونسب کے بچاؤ کی خاطر قتال کرو اور اپنی خواتین کی عزت کی حفاظت کرو۔

اس دور کے طریقۂ جنگ کے مطابق ہر قبیلہ کا الگ الگ علم بردار ہوتا تھا۔
اس قاعدہ کے مطابق مہاجرین کے علم بردار سالم مولی ابی حذیفہؓ تھے۔
اور انصار کے علم بردار ثابت بن قیس بن شماس (خطیب النبی ﷺ تھے)
اہل سلام کے دیگر قبائل اپنے اپنے علم اٹھائے ہوئے قتال پر آمادہ تھے۔

اس روز معرکہ قتال شروع ہونے سے قبل مسیلمہ کے دو وزیر اور مشیر ایک محکم بن طفیل اور دوسرا رجال بن عنفوہ اپنی قوم کو جنگ کے متعلقات پر ہدایات دے رہے تھے اور داؤ اور گھات سمجھا رہے تھے۔

تو اس وقت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے محکم بن طفیل پر حملہ کر کے اسے ختم کر دیا۔

اسی طرح حضرت زید بن خطابؓ نے رجال بن عنفوہ کو اپنی شہادت سے قبل قتل کر ڈالا۔

(البدایہ ابن کثیر ص ۳۳۵، ج ۲ طبع اول حصر تحت منہم ثابت بن قیس)

فریقین میں جنگ یمامہ شروع ہوئی اور معرکہ قتال نہایت شدت اختیار کر گیا تو اس وقت ثابت بن قیسؓ نے خوشبو لگا لی اور کفن پہن لیا اور اپنے قدموں کو مضبوط رکھنے کے لیے زمین میں گڑھا کھود لیا اور ثابت قدمی سے قتال کرنے لگے حتیٰ کہ اسی حالت میں شہید ہو گئے۔

صاحب الواء للانصار...... حضر لقدمیه فی الارض الی انصاف ساقیه بعد ماتحنط وتکفن فلم یزل ثابتا حتیٰ قتل هناك۔

(البدایہ ص ۳۲۴، ج ۶ طبع اول مصر تحت مقتل مسیلمہ کذاب)

مورخین نے لکھا ہے کہ ثابت بن قیسؓ جب معرکہ یمامہ میں شہید ہو گئے تو انہوں نے اس حالت میں زرہ پہن رکھی تھی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد ایک شخص کو خواب میں ثابت بن قیسؓ نے یہ بات ذکر کی کہ میں نے جو عمدہ زرہ پہنی ہوئی تھی

اس کو ایک آدمی نے اتار لیا ہے اور لشکر کے فلاں کونے پر وہ ڈیرہ لگائے ہوئے ہے اور اس کا گھوڑا خیمے کے پاس بندھا ہوا ہے میری زرہ پر ہنڈیا رکھ کر چھپانے کے لیے اس پر کجاوہ رکھ دیا ہے۔ میری طرف سے خالد بن ولید سے کہنا کہ میری زرہ اس شخص سے منگوا کر اپنے تحویل میں رکھ لے اور رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں جا کر کہیں کہ مجھ پر اتنا قرض ہے اور میرا فلاں مال موجود ہے اور فلاں غلام کو میں نے آزاد کر دیا ہے۔ فلہٰذا میری وصیت پوری کی جائے۔

و ایاک ان تقول ہذا حلم فتضیعه۔

یعنی اس بات سے بچنا کہ تم یہ کہنے لگو کہ یہ خواب ہے اور اسے تم ضائع کر دو۔

حضرت خالد بن ولیدؓ جب مدینہ منورہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے یہ تمام ماجرا ذکر کیا اور حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کی وصیت کو حسب ہدایت پورا کر دیا۔

علماء فرماتے ہیں۔ فلا نعلم احداً جازت و صیتہٗ بعد موتہٖ الا ثابت بن قیسؓ۔

یعنی ہم کسی ایک کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ اس کی موت کے بعد کی گئی وصیت کو پورا کیا گیا ہو سوائے ثابت بن قیس کی وصیت کے۔

(۱۔ کتاب الروح لابن قیم ص ۱۷

۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۳۳۵، ج ۶ طبع اول مصر تحت ثابت بن قیس الخ)

مہاجرین کے علم بردار حضرت عمرؓ کے برادر زید بن خطاب تھے۔

اور شدت قتال کی حالت میں زید بن خطابؓ شہید ہو گئے پھر ان کا علم سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ نے اٹھا لیا۔ اور آخر میں ثابت بن قیس بن شماس کے ساتھ ہی شہید ہو گئے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے انتہائی جوانمردی اور شجاعت سے یہ قتال کیا۔ اور کمال استقلال سے ثابت قدم رہے۔

(البدایہ لابن کثیر ص ۳۳۶ ج ۲
تحت منہم زید بن الخطاب طبع اول مصری)

یوم یمامہ میں جب جنگ شدت اختیار کر گئی تو مسیلمہ اپنے حامیوں اور

فوجیوں کے ساتھ اپنے ایک باغ میں جا گھسا جسے بعد میں "حدیقہ الموت" کے نام سے موسوم کیا گیا۔

واغلقت بنو حنيفة الحديقة عليهم و احاط بهم الصحابة وقال براء بن مالك يا معشر المسلمين القوني عليهم في الحديقة فاحتملوه فوق الجفة ورفعوها بالرماح حتى القوه عليهم من سورها نلم يزل يقاتلهم دون بابها حتى فتحهٗ و دخل المسلمون الحديقة من حيتا نها وابوابها يقتلون من فيها من مرتدة اهل اليمامة حتى خلصوا مسليمة لعنه اللّٰه...... الخ

(البدایۃ لابن کثیرؒ ص ۳۲۵۔ ج ۶ طبع اول مصر تحت متقل مسیلمہ کذاب)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ بنو حنیفہ نے "حدیقہ الموت" کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ صحابہ کرامؓ نے اس قلعہ نما باغ کو گھیر لیا اور اس کا احاطہ کر لیا۔

حضرت انسؓ بن مالکؓ کے برادر براء بن مالکؓ جوش میں آ کر کہنے لگے اے مسلمانوں کی جماعت مجھے اٹھا کر اس باغ کے اندر ڈال دو۔ مسلمانوں نے حضرت براء بن مالکؓ کو ایک ڈھال پر رکھ کر اور نیزوں کی مدد سے اٹھا کر آنموصوف کو باغ کی دیوار کے اندر گرا دیا۔

حضرت براء بن مالک شدید قتال کرتے ہوئے دروازہ تک پہنچے اور اسے اندر سے کھول دیا۔ پھر صحابہ کرامؓ اس دروازہ سے اور دیواریں پھاند کر باغ میں داخل ہو گئے اور اہل یمامہ کے مرتدین کو خوب قتل کیا حتیٰ کہ مسیلمہ کذاب تک جا پہنچے۔

وہ ایک کونہ میں اونٹ کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ جب اس پر شیطان کا غلبہ ہوتا تھا تو اس کے منہ سے جھاگ نکلتی تھی اس صورت حال میں حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی بن حرب نے اقدام کر کے اس قدر قوت کے ساتھ مسیلمہ کذاب پر خنجر سے حملہ کیا کہ اس کے جسم سے پار نکل گیا۔

اس واقعہ کی بنا پر وحشی مذکور اسلام لانے کے بعد کہا کرتا تھا۔

يقول قتلت في الكفر خير المسلمين و قتلت في الاسلام شر الكفار۔

یعنی کفر کی حالت میں میں نے خیر المسلمین (حضرت حمزہؓ) کو قتل کیا اور اسلام

کی حالت میں شر الکفار (مسیلمہ کذاب) کو قتل کیا۔

پھر دوسرے صحابی ابو دجانۃ سماک بن خرشہ نے جلدی کر کے مسیلمہ پر تلوار سے ضرب لگائی اور اس کو ختم کر دیا۔

(البدایہ لابن کثیر ص ۳۲۵۔ ج ۶ طبع اول مصر تحت مقتل مسیلہ کذاب)

جنگ یمامہ کی اہمیت

گزشتہ سطور میں جنگ یمامہ کے چند احوال...... بالاختصار ذکر کیے گئے ہیں۔

یہاں مؤرخین کہتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں صحابہ کرامؓ نے بے مثال صبر و استقلال کے ساتھ قتال کیا جس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔

اور اس مقام میں صحابہ کرامؓ بڑی جرأت کے ساتھ اپنے دشمنوں کی طرف اقدام کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح نصیب فرمائی۔

وصبرت الصحابة فی هذا الموطن صبراً لم یعهد مثله ولم یزالوا یتقدمون الی نحور عدوهم حتیٰ فتح الله علیهم۔

(البدایہ بن کثیر ص ۳۲۵، ج ۶ طبع اول مصر تحت مقتل مسیلمہ الکذاب)

قتال یمامہ اسلام میں بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اس میں صحابہ کرامؓ نے مسئلہ ختم نبوت کے لیے بڑی جانفشانی کے ساتھ مساعی کیں اور مالی جانی قربانیاں پیش کیں اور مسئلہ ختم نبوت کی حفاظت پر بہترین کردار ادا کیا اور اس کا پورا پورا تحفظ کیا۔

اور اجرائے نبوت کا باب مسدود کر دیا۔

بقول مورخین اس جنگ میں کفار کے دس ہزار کے قریب افراد قتل ہوئے اور اہل اسلام میں سے چھ سو کے قریب مجاہدین شہید ہوئے۔ ان مجاہدین میں اکابر حضرات صحابہ شامل ہیں اور پندرہ سے زائد بدری صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ بڑے بڑے حفاظ اور زہاد صحابہ کرامؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

اس دور کے چند اہم واقعات

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو ان کے دور

خلافت میں کئی قسم کے اہم واقعات پیش آئے۔ جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے۔ اس دور میں کئی قبائل مرتد ہو گئے۔ اور اسلام سے برگشتہ ہوئے۔ اور بعض لوگ مثلاً مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ اسدی وغیرہ نے دعویٰ نبوت کیا اور مدعی نبوب ہوئے۔

سجاع بنت حارث تمیمی

انہی ایام میں ایک عورت سجاع بنت حارث تمیمۃ تھی یہ نصاریٰ عرب میں سے تھی۔ اس نے بھی دعویٰ نبوت کیا اور بنی تمیم کے لوگ اس کے تابع ہو گئے پھر سجاع بنت حارث نے مسیلمہ کذاب سے صلح کر لی اور اس کے ساتھ نکاح کر لیا اور اس کی زوجیت میں آ گئی پھر مسیلمہ کذاب کے قتل ہو جانے کے بعد اسلام کی طرف اس نے رجوع کیا اور دعویٰ نبوت سے دستبردار ہو گئی اور حضرت امیر معاویہؓ کے ایام خلافت میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئی۔

التی ادعت النبوة فی الردة وتبعها قوم ثم صالحت مسیلمة و تزوجته۔ ثم بعد قتلهٖ عادت الی الاسلام فاسلمت الی خلافة معاویة۔

(الاصابہ ص ۲۴۰ معہ الاستیعاب طبع مصر)

الاسود العنسی

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود عنسی کے متعلق

الی الخبر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم من السماء اللیلة التی قتل فیها العنسی لیبشرنا۔ فقال قتل العنسی البارحة قتلهٗ رجل مبارك من اهل بیت المبارکین۔ قیل من؟ قال فیروز فیروز۔ و قد قیل ان مدة ملکهٖ منذظهر الی ان قتل ثلاثة اشهر و یقال اربعة اشهر۔ فاللّٰہ اعلم۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ص ۳۱۰ ج ۶ طبع اول مصر)

(تحت خروج الاسود العنسی)

ترجمہ:۔ حضور علیہ السلام ے پاس آسمان سے عنسی کے قتل کی رات میں خبر آئی فرشتہ ہمیں خوشخبری دے رہا تھا۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے ایک بابرکت گھرانہ کے بابرکت فرد نے قتل کیا ہے۔ پوچھا گیا وہ کون ہے آپ ﷺ نے فرمایا فیروز۔ بعض نے کہا کہ اس کے دعویٰ نبوت کی کل مدت اس کے قتل ہونے تک تین ماہ ہے، بعض نے کہا چار ماہ ہے۔

اور الاسود العنسی کے احوال کے متعلق حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں وضاحت کی ہے کہ۔

عبهلة بن كعب الاسود العنسي۔ خرج بصنعاء بلدة في العين) ادعى النبوة و غلب على عامل الصنعاء المهاجرين اميته۔

دخل (فیروز دیلمی وغیرہ) على الاسود العنسي ليلاً وقد سقته المرزبانة (زوجتهٔ) الخمر صرفاً حتى سكر و كان على بابهٖ الف حارس فنقب فيروز و من معه الجدار حتى دخلوا فقتلهٗ واجتز رأسه واخرجوا المرأة وما اجيوا من المتاع و ارسلوا الخبر الى المدينة فوافق بذالك عندوفات النبي صلى الله عليه وسلم بيوم و ليلة فاتاه الوحي فاخبر اصحابه ثم جاء الخبرالى ابى بكر۔

(کذا فی الفتح الباری حاشیہ بخاری شریف ص ۶۲۹، ج ۲، طبع قدیم)

ترجمہ:۔ عبہلہ بن کعب الاسود العنسی یمن کے شہر صنعاء سے نکلا، اس نے دعویٰ نبوت کیا صنعاء کے عامل مہاجر بن امیتہ پر غالب آ گیا۔ فیروز ویلمی وغیرہ اسود عنسی پر رات کے وقت داخل ہوئے اسے اس کی بیوی مرزینہ نے کافی شراب پلائی حتیٰ کہ وہ نشہ میں ہو گیا۔ اس کے دروازہ پر ہزار چوکیدار تھے۔ فیروز اور اس کے ساتھیوں نے دیوار میں نقب لگائی حتیٰ کہ داخل ہو گئے پس اسے قتل کر دیا اور اس کا سر جدا کر دیا۔ اس کی بیوی کو گھر سے نکال لیا (اس لیے کہ وہ مسلمان تھی از مترجم) اور اس کا سامان نہ نکالا۔ انہوں نے شہر میں خبر کر دی۔ یہ واقعہ حضور علیہ السلام کے قرب وصال میں ایک دن رات پہلے پیش آیا، پس آنحضرت ﷺ کے پاس وحی آئی تو آپ نے اپنے صحابہ کو خبر دی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس اطلاع

آئی۔ اور حافظ ابن کثیرؒ نے واقعہ ہذا کی مزید تشریح بعبارت ذیل ذکر کی ہے۔ ناظرین کے فائدے کے لیے نقل کی جاتی ہے۔

فلما کان اللیل نقبوا ذالك البیت فدخلوا فوجدوا فیه سراجاً تحت جفنةٍ فتقدم الیه فیروزا الدیلمی والاسود نائم علی فراشه من حریر...... وهو سکران یغط والمرأة جالسة عنده...... فاخذ راسهٗ فدق عنقهٗ وضع رکبتیهِ فی ظهره حتی قتلهٗ...... الخ

(البدایۃ لابن کثیر ص۳۱۰، ج۶ تحت طبع اول مصری جلد ششم خروج الاسود العنسی)

مذکورہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ رات کے وقت انہوں نے گھر میں نقب لگائی اور داخل ہوئے۔ اسود عنسی اپنے ریشمی بستر پر سو رہا تھا اور وہ حالت نشہ میں خراٹے لے رہا تھا، اس کی بیوی اس کے پاس بیٹھی تھی...... پس فیروز نے اس کا سر پکڑا اور گردن کو توڑا اس کے گھٹنے اس کی پیٹھ میں رکھ دیئے اور اسے قتل کر دیا۔

الاسود العنسی کے دور میں النعمان بن بشیر کا واقعہ شہادت

علمائے رجال نے واقعہ ہذا بعبارت ذیل تحریر کیا ہے کہ:

النعمان کان یهودیاً من اهل سبا فقدم علی رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم رجع الی بلاد قومه فبلغ الاسود بن کعب العنسی خبرهٗ فبعث الیه فاخذه فقطعه عضواً عضواً۔

(طبقات ابن سعد ص۳۹۰، ج۵ طبع لیڈن
تحت تسمیۃ من نزل الیمن من اصحاب رسول اللہ ﷺ)

ترجمہ:۔ نعمان اہل سبا میں سے ایک یہودی تھا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا پھر اپنی قوم کے علاقہ کی طرف لوٹ گیا۔ اسود بن کعب عنسی کو خبر ملی تو اس نے بلا بھیجا۔ اسے گرفتار کیا اور اس کا ایک ایک عضو کاٹ کر ہلاک کر دیا۔ اس طرح ختم نبوت کی خاطر نعمان نے جان کی قربانی پیش کر کے رتبہ شہادت حاصل کیا۔

العنسی کے دور کا ایک دیگر اہم واقعہ

ابو مسلم خولانی (عبد بن ثوب) ببلاد الیمن دعاہ الاسود العنسی الی ان یشھدا نہ رسول اللّٰہ فقال لہ اتشھد انی رسول اللّٰہ فقال لا اسمع۔ اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاجج لہ ناراً والقاہ فیھا فلم تضرہٗ وانجاہ اللّٰہ منھا فکان یشبہ بابراھیم الخلیل علیہ السلام ثم ھاجر فوجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قدمات فقدم علی الصدیق رضی اللّٰہ عنہ فاجلسہ بینہ و بین عمرؓ وقال لہ عمرؓ الحمد للّٰہ الذی لم یمتنی حتی اریٰ فی امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم من فعل بہ کما فعل بابراھیم الخلیل علیہ السلام و قبلہ بین عینیہ۔ و کانت لہ احوال و مکاشفات واللّٰہ سبحانہ اعلم۔

(البدایہ والھایۃ ص۱۴۶، ج۸ تحت سنۃ ستین ۶۰ھ)
(طبع اول مصری تذکرہ ابی مسلم الخولانی)

ترجمہ:۔ ابومسلم خولانی (عبد بن ثوب) یمن کے رہنے والے تھے۔ اسود عنسی نے انہیں بلایا تھا کہ وہ اس کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیں۔ اس نے ان سے کہا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں انہوں نے کہا مجھے سنائی نہیں دیتا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں پس ان کے لیے آگ بھڑکائی گئی اور انہیں اس میں ڈالا گیا تو آگ نے انہیں نقصان نہ دیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ سے نجات دی پس وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ ہو گئے پھر انہوں نے ہجرت کی تو حضور علیہ السلام کا انتقال ہو چکا تھا پس وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئے انہوں نے ابومسلم کو اپنے اور حضرت عمرؓ کے درمیان بٹھا دیا۔ حضرت عمر نے ابومسلم خولانی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنی زندگی میں امت محمدیہ کے ایسے شخص کو دکھا دیا جس کے ساتھ وہ معاملہ کیا گیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا تھا پس انہوں نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور وہ صاحب احوال و مکاشفات تھے۔

طلیحہ بن خویلد اسدی

اس کے بعد طلیحہ اسدی کے حالات تحریر کیے جاتے ہیں جو حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ میں ذکر کیے ہیں۔

والتفت علی طنیحة الاسدی بنو اسد وطی وبشر کثیر وادعی النبوة ایضا کما ادعا ھا مسیلمة الکذاب۔

(البدایہ ص ۳۱۱، ج ۶ طبع مصر، طبع اول، فصل فی تصدی الصدیق لقتال اہل الردہ)

ترجمہ:۔ طلیحہ اسدی کی طرف بنو اسد و بنوطی اور بہت سے افراد متوجہ ہوئے، طلیحہ نے بھی مسیلمہ کذاب کی طرح نبوت کا دعویٰ کیا۔

وارتدت اسد و غطفان وعلیہم طلحة بن خویلد الاسدی الکاہن۔

(البدایہ ص ۳۱۲۔ ج ا، طبع مصر طبع اول)

(فصل فی تصدی الصدیقؓ لقتال اہل الردہ)

ترجمہ:۔ قبیلہ اسد و غطفان کے افراد مرتد ہو گئے۔ ان پر طلحہ بن خویلد اسدی سردار تھا جو کہ کاہن تھا۔

اس کے بعد ابن کثیر نے کہا ہے کہ۔

قطع ابو بکر البعوث و عقد الالویة فعقد احد عشر لواءً۔ عقد لخالد بن الولید وامیرہ بطلیحہ بن خویلد...... الخ

(البدایہ ص ۳۱۵، ج ۶ مطبع مصر تحت ذکر خروجہ الی ذی القصة الخ)

یعنی ابو بکر صدیقؓ نے لشکر کے دستے تجویز کیے اور گیارہ جھنڈے مقرر کیے۔ خالد بن ولیدؓ کو ایک پرچم دے کر امیر جیش مقرر کیا۔ تا کہ طلیحہ اسدی کے ساتھ مقابلہ کریں۔

نیز طلیحہ اسدی کے حالات حافظ ابن کثیرؒ نے ایک دوسرے مقام پر اس طرح ذکر کیے ہیں کہ۔

واما طلیحة فانہ راجع الاسلام بعد ذالك ایضاً و ذھب الی مکة معتمراً ایام الصدیقؓ و استحی ان یواجہ مدة حیاتہ وقد رجع فشھد القتال

مع خالد و كتب الصديق الى خالد ان استشرهٔ فى الحرب ولاتومره۔
(البدایہ ص ۳۱۸، ج ۶ طبع اول مصر تحت احوال طلیحہ اسدی)

ترجمہ:۔ طلیحہ نے اس کے بعد اسلام قبول کر لیا اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں مکہ مکرمہ عمرہ کرنے کے لیے آیا اور حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہونے سے حیا کرتا تھا۔ پھر وہ لوٹا اور حضرت خالدؓ کے ساتھ مل کر جنگوں میں شریک ہوا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خالد بن ولید کی طرف لکھا کہ لڑائی میں ان سے مشورہ لے سکتے ہو لیکن انہیں حاکم نہ بنایا جائے۔

جناب صدیق اکبرؓ کی یہ ایک نہایت قیمتی نصیحت ہے جو کہ ان کی ملی فراست پر حال ہے۔ اور حکمرانی کے معاملہ میں دقیق رہنمائی ہے۔

اختتام بحث

سابق صفحات میں چند ایک احوال وہ تحریر کیے گئے ہیں جن میں مسئلہ ختم نبوت کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کی جدوجہد اور مساعی کا ذکر ہے۔

ان حالات اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اس مسئلہ کو پختہ کرنے کے لیے کس قدر کوشش فرمائی اور اپنے کردار سے ثابت کر دیا کہ آئندہ جو شخص بھی اجرائے نبوت کا قول کرے وہ اسلام سے خارج ہے اور اجرائے نبوت کا عقیدہ اسلام میں کفر ہے۔ ایسا شخص اپنے اس عقیدہ کی بنا پر قابل قتال ہے اور کسی رعایت کا مستحق نہیں ہے۔

گویا صحابہ کرامؓ نے اہل اسلام کو اپنے کردار اور عمل سے سبق دیا ہے کہ نبوت کے اجراء کا باب ہرگز مفتوح نہ ہونے دیا جائے۔ یہ ہمیشہ کے لیے مسدود ہو چکا ہے۔

ختم شد